فاقصص القصص لعلهم يتفكرون

لطائفِ حقّانی

عالم ربّانی حضرت محمد پالن حقّانی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
کے پُرحکمت ونصیحت آموز لطیفے

فوائد وترتیب

مفتی محمد معصوم قاسمی

ناظم جامعہ عربیہ مدرسۃ المؤمنین قصبہ منگلور

ناشر

مکتبۃ العارف

قصبہ منگلور، ضلع ہریدوار (اتراکھنڈ)

فون: ۹۸۹۷۱۳۴۲۷۰ ، ۹۹۹۷۴۱۲۱۵۲

Scanned by CamScanner

فاقصص القصص لعلهم يتفكرون

ABDUSSAMAD RASHIDI
S/o M. Asif Khera Afgan
(Saharanpur)

لطائفِ حقانی

عالم ربانی حضرت محمد پالن حقانی گجراتیؒ

کے

پُرحکمت و نصیحت آموز لطیفے

فوائد و ترتیب

مفتی محمد معصوم قاسمی

ناظم جامعہ عربیہ مدرسۃ المؤمنین قصبہ منگلور

ناشر

مکتبۃ العارف، منگلور، ہریدوار، اتراکھنڈ

فون: 9897134270, 9997412152, 01332-222528

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب .... لطائف حقانی

مصنف .... حضرت مولانا مفتی محمد معصوم صاحب قاسمی

تعداد صفحات .... ۲۸۸ (دوسو اٹھاسی)

ناشر .... مکتبۃ العارف، منگلور

کمپیوٹر کتابت .... شاہ عالم و مصباح الدین، دیوبند

قیمت ....

ملنے کے پتے

(۱) مکتبۃ العارف (نزد مدرسۃ المومنین) منگلور، ہریدوار، اتراکھنڈ

پن کوڈ ۲۴۷۶۵۶۔ فون ۰۹۸۹۷۱۳۴۲۷۰ / ۰۹۹۹۷۴۱۲۱۵۲

(۲) حماد بکڈپو، منگلور، ہریدوار، اتراکھنڈ۔

(۳) مدرسۃ المومنین، منگلور، ہریدوار، اتراکھنڈ۔ فون: ۰۱۳۳۲/۲۲۲۵۲۸

(۴) مکتبہ حبیبیہ دیوبند۔ پن کوڈ: ۲۴۷۵۵۴۔

(۵) دیوبند کے تمام ہی کتب خانوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	حمد	۱۲
۲	نعت	۱۳
۳	کلماتِ تبریک	۱۴
۴	ارشادِ عالی	۱۵
۵	ارشادِ گرامی	۱۶
۶	پیش لفظ	۱۸
۷	رائے گرامی	۲۰
۸	تقریظ	۲۱
۹	تاثرات	۲۳
۱۰	عرض مرتب	۲۴
۱۱	انتساب	۲۸
۱۲	منہ میاں مٹھو	۲۹
۱۳	کھانا کم نہیں ہے بغیر بسم اللہ کے کھاؤ	۳۱
۱۴	کلمہ کسی دوسرے سے پڑھ لینا	۳۲
۱۵	میرا باپ نہیں دادا بیوقوف تھا	۳۳
۱۶	روٹیاں تو دو ہی تھیں	۳۵

Scanned by CamScanner

۱۷	جو سمجھانے سے نہ سمجھے اس سے خدا ہی سمجھے	۴۰
۱۸	اس سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا پاؤں گی	۴۲
۱۹	اس نے تو ہریجن کے کنویں کا پانی پیا ہے	۴۳
۲۰	منی لال بنیا وہابی ہوگیا ہے	۴۵
۲۱	گیدڑ کا سرٹیفکٹ	۴۸
۲۲	تیلی کا بیل	۵۰
۲۳	کنویں کا مینڈک	۵۱
۲۴	اس قبرستان کے مردوں سے مجھے شرم آتی ہے	۵۳
۲۵	پرانے چاند سے اللہ تعالی ستارے بناتا ہے	۵۴
۲۶	جسے برا سمجھا تھا وہی اچھا تھا	۵۶
۲۷	کسی کو مٹا کر بڑا ہونا کمال نہیں	۵۷
۲۸	میں تو نواب ہوں میں کیوں پٹوں گا	۵۹
۲۹	جوتے بھی کھائے اور سو روپے بھی دیے	۶۱
۳۰	پھر پھُر پھر پھُر	۶۲
۳۱	مومن کا کام بھلائی کرنا اور بچھو کا ڈنک مارنا	۶۳
۳۲	اللہ جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے	۶۵
۳۳	تیری تو زندگی بیکار ہے	۶۷
۳۴	نیکوں کے ساتھ نیکی کر بدکردار کو اس کا فعل ہی ڈبودے گا	۶۹
۳۵	آیئے آپ کو شہید کردوں تاکہ جنت میں چلے جائیں	۷۲
۳۶	شیروانی میری ہے	۷۴

۳۷	بکری نہیں کتیا ہے	۷۶
۳۸	بچوں نے استاذ ہی کو پڑھا دیا	۷۸
۳۹	اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر	۸۱
۴۰	کتنے مسلمان ہیں یا ہندو	۸۲
۴۱	نفع میں دو جوتیاں بچیں	۸۴
۴۲	ہرے شیشے کا چشمہ	۸۵
۴۳	ہذا من فضل ابلیس	۸۷
۴۴	ابلیس کی توبہ	۸۹
۴۵	چکن مکن مٹھا بنائیں، مکھن کلیا کھائے	۹۱
۴۶	حضرت جبریل اور میکائیل نے ہنٹر مار کر کھانا کھلایا	۹۴
۴۷	تم صبر کرو میں نہیں کروں گا	۹۶
۴۸	گھی والی روٹی اور چوہا	۹۷
۴۹	میں شہد چاٹ رہا تھا اور تم گو	۹۹
۵۰	گیدڑوں میں کمبل تقسیم کردو	۱۰۰
۵۱	قدم درویش تو گھس بلا	۱۰۲
۵۲	مارے گھٹنہ پھوٹے سر	۱۰۳
۵۳	چودھری صاحب کا انشاءاللہ	۱۰۵
۵۴	تو نے اپنے اعتبار سے مانگا میں نے اپنے اعتبار سے دیا	۱۰۷
۵۵	خنثی مچھلی	۱۰۸
۵۶	سخاوت اسے کہتے ہیں	۱۱۱

Scanned by CamScanner

۵۷	اصلی نقلی کی پہچان کرنے والا اندھا	۱۱۲
۵۸	گدھے کو بولنا سکھا دو	۱۱۷
۵۹	میں فقیر نہیں تو تو سخی بھی نہیں	۱۱۹
۶۰	بچھو کاٹیں گے تب بھی کچھ نہیں دوں گا	۱۲۱
۶۱	بس الٰہی	۱۲۲
۶۲	نقطہ لگا کے دو	۱۲۳
۶۳	بگلا بھگت	۱۲۴
۶۴	زندہ بھائی کی بیوی بیوہ ہوگئی	۱۲۷
۶۵	کام کاج	۱۳۰
۶۶	پتھر کے برابر روپیہ	۱۳۳
۶۷	میں تو کہہ دوں گی	۱۳۶
۶۸	تب ہی ٹیڑھا ٹیڑھا اڑ رہا تھا	۱۳۸
۶۹	تبرک میں داڑھی تقسیم ہوگئی	۱۴۱
۷۰	نفع میرا نقصان تمھارا	۱۴۴
۷۱	جو تو میرا تو سب میرا	۱۴۶
۷۲	تین بیسو سو	۱۴۸
۷۳	پانچ سو روپیہ والا طوطا	۱۴۹
۷۴	بیگن چور	۱۵۱
۷۵	الٹے دماغ کی عورت	۱۵۲
۷۶	پائجامہ کی مصیبت	۱۵۴

۷۷	ہر بلا کی دوا جلاب کی گولی	۱۵۶
۷۸	تیری مرضی پہ جینا تیری مرضی پہ مرنا	۱۶۱
۷۹	بھینس تو ملنے دیں	۱۶۲
۸۰	آسمان جتنی بڑی روٹی	۱۶۳
۸۱	نیاز کا پیسہ	۱۶۴
۸۲	مسجد کے منبر پر ڈھول بجا دیا	۱۶۵
۸۳	بادشاہ منحوس یا بھنگی	۱۶۷
۸۴	پہلے مردار نکالو پھر کنواں پاک کرو	۱۶۹
۸۵	جو آتی ہے اسے آنے دو	۱۷۲
۸۶	بسم اللہ تو وہی ہے	۱۷۴
۸۷	شیطان سے کشتی کرنے والا مولوی	۱۷۵
۸۸	آدھی تنخواہ کا سوال ہے بابا	۱۷۷
۸۹	زکوٰۃ کا مٹکا	۱۷۹
۹۰	بہرے کی عیادت	۱۸۰
۹۱	بابا یہ نماز مجھ سے نہ پڑھی جائے گی	۱۸۲
۹۲	شیطان کے بھائی	۱۸۵
۹۳	مفت کھانے کے لیے کھانسنا پڑتا ہے	۱۸۶
۹۴	شیطان نے نماز کے لیے بیدار کر دیا	۱۸۹
۹۵	السلام علیکم زینب کے ابا	۱۹۰
۹۶	چار رکعت نماز میں چار دو کانوں کا حساب	۱۹۲

Scanned by CamScanner

۹۷	سونے کی ململ میں مٹھا بلونے والی بہوئیں	۱۹۳
۹۸	جو تجھے اندر نہیں آنے دیتا وہی مجھے باہر نہیں آنے دیتا	۱۹۵
۹۹	نماز کے بدلے بھینس دوں گا	۱۹۶
۱۰۰	غسل میں تین فرض یا پندرہ	۱۹۷
۱۰۱	گیدڑ کا وضو ٹوٹ گیا	۱۹۸
۱۰۲	شیطان کی لکیر	۲۰۰
۱۰۳	مکہ بھی صاف کرتے جاؤ	۲۰۲
۱۰۴	فاتحہ کی ناس	۲۰۳
۱۰۵	قضاء فاتحہ	۲۰۵
۱۰۶	افیم پر فاتحہ خوانی	۲۰۶
۱۰۷	اکبر کے زمانے میں دلی کے کوّوں کی تعداد	۲۰۸
۱۰۸	اکبر کے زمانے میں دلی میں اندھوں کی تعداد	۲۰۹
۱۰۹	اپنی آنکھ کا تنکا نہیں دکھائی دیتا	۲۱۰
۱۱۰	بیوی اور شوہر کے جھگڑوں کو ختم کرنے کا نسخہ	۲۱۲
۱۱۱	چھوٹی بڑی لڑکی	۲۱۳
۱۱۲	خوب صورت بدن گندا گھر	۲۱۵
۱۱۳	اپنے ماضی کو نہیں بھولنا چاہیے	۲۱۷
۱۱۴	اسے وہ چاند سا ہوگا بھلے ہی سانولا ہوگا	۲۱۹
۱۱۵	مصیبت مجھے نہیں چھوڑتی	۲۲۰
۱۱۶	زیادہ میزبانوں کا مہمان بھوکا رہتا ہے	۲۲۱

۱۱۷	زن مریدوں کی کمی نہیں غالبؔ	۲۲۳
۱۱۸	بیٹی کی دینی تربیت کے بدلے جنت	۲۲۳
۱۱۹	پھولوں کے سیج پر ہونے کی سزا	۲۲۵
۱۲۰	جیسے تم ویسے ہم	۲۲۷
۱۲۱	غم نے بوڑھا کر دیا	۲۲۸
۱۲۲	میرے لیے تو آپ ہی بندر ہیں	۲۲۹
۱۲۳	تو رنڈوا نہ ہو، بھلے ہی میں بیوہ ہو جاؤں	۲۳۰
۱۲۴	دوستی ختم کرانے والی عورت	۲۳۰
۱۲۵	وہ نہیں تو وہ ہے	۲۳۳
۱۲۶	دیسی گھی کا حلوہ اور موسل	۲۳۴
۱۲۷	گھی اور کھچڑی	۲۳۸
۱۲۸	گدھے کا جنازہ	۲۳۹
۱۲۹	اچھے مہمان	۲۴۲
۱۳۰	نواب کی ضیافت مہنگی پڑی	۲۴۳
۱۳۱	مہمان کو ایک ہی لڈو پر ٹرخا دیا	۲۴۶
۱۳۲	بھوک نہیں لگتی	۲۴۷
۱۳۳	ناشتے کے بعد ناشتے میں ۱۲/ بٹیریں اور ۳۶/ روٹیاں	۲۴۹
۱۳۴	آپ کی جوتیوں کے طفیل	۲۴۹
۱۳۵	بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی	۲۵۱
۱۳۶	اونٹنی کا بچہ دے دو	۲۵۲

۱۳۷	مان نہ مان میں تیرا مہمان	۲۵۲
۱۳۸	بیوقوف لڑکا	۲۵۴
۱۳۹	پیسے والوں کے بچے کھلونے سے کھیلتے ہیں	۲۵۵
۱۴۰	ہاتھی کا منھ کدھر ہے	۲۵۶
۱۴۱	ایک احمق اپ ٹو ڈیٹ	۲۵۷
۱۴۲	میرے گھٹنوں میں درد ہوتا ہے	۲۵۸
۱۴۳	نادان سے دوستی نہ کرنا	۲۵۹
۱۴۴	رام ہی ملا رحیم نہیں	۲۶۰
۱۴۵	قبلہ میرے باپ کا کہ تیرے باپ کا	۲۶۲
۱۴۶	بیرنگ سفر	۲۶۳
۱۴۷	اگر کہوں تو ماں ماری جائے ورنہ باپ کھائے کتا	۲۶۴
۱۴۸	لالچ لے ڈوبی	۲۶۵
۱۴۹	نہ ایسے چین نہ ویسے چین	۲۶۷
۱۵۰	مرد کی اصلی پہچان	۲۶۹
۱۵۱	میاں مٹھئیں، اللہ اٹھئیں	۲۷۰
۱۵۲	عقلمند عورت	۲۷۱
۱۵۳	جہاں تھے وہیں کے وہیں رہے	۲۷۳
۱۵۴	بنیے سے سیانہ سو دیوانہ	۲۷۵
۱۵۵	الیکشن کا نشہ	۲۷۹
۱۵۶	مور بچوں کا میرا اور لاور تیتر تیرا	۲۸۰
۱۵۷	برسوں کا رام آہستہ آہستہ ہی جائے گا	۲۸۲
۱۵۸	سات لڑکیاں اکیس باراتیں	۲۸۳
۱۵۹	بخیل کی قسمیں	۲۸۶

حمد

دربارگاہ ذوالجلال والاکرام

نتیجۂ فکر: مولانا محمد حسین قاسمی منگلوری

تیرے بندے ہیں یارب مبتلائے غم کہاں جائیں
نظام زندگی ہے درہم و برہم کہاں جائیں

ہماری خانہ بربادی ہمیں دردر پھراتی ہے
نکل تیری دنیا سے الٰہی ہم کہاں جائیں

ہماری جان ومال وآبرو پر مرگ طاری ہے
مصیبت میں نہیں اپنا کوئی ہمدم کہاں جائیں

نہیں ہم بدنصیبوں کا ٹھکانہ اب کہیں یارب
زمین ہے تنگ ہم پر آسماں برہم کہاں جائیں

نہیں ہے سینہ کوبی کی اجازت اہل میت کو
ہم اپنی موت کا کرنے کو اب ماتم کہاں جائیں

جنونِ عشق میں احقر یہ سر شوریدہ کہتا ہے
تیرے در کے سوا اے فتنہ عالم کہاں جائیں

نعت

خدا کی یاد دل میں حب حضرت لے کے آیا ہوں
جو دولت لٹ نہیں سکتی وہ دولت لے کے آیا ہوں

قرآن پاک کی سچی محبت لے کے آیا ہوں
شہ لو لاک کی توقیر و عظمت لے کے آیا ہوں

میں آل پاک کی الفت لے کے آیا ہوں
میں اصحاب نبی کی دل میں عظمت لے کے آیا ہوں

میری جلوت میری خلوت رہین ذکر مولا ہے
فرشتے جس پہ قرباں ہیں وہ قربت لے کے آیا ہوں

شفیع المذنبین فرمائیں گے آکر قیامت میں
گنہگارو نہ گھبراؤ شفاعت لے کے آیا ہوں

سناؤں گا مناؤں گا تمہیں ہاں ہاں سناؤں گا
پیام حضرت فخر رسالت لے کے آیا ہوں

کلمات تبریک

متکلم اسلام حضرت مولانا سید ابوالکلام صاحب دامت برکاتہم

رئیس المبلغین دارالعلوم وقف دیوبند

''لطائف حقانی'' عزیزم مولوی مفتی محمد معصوم صاحب کی ترتیب دادہ کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے مشہور واعظ محمد پالن حقانیؒ کے ان لطائف و حکایات کو جمع فرمایا ہے۔ جسے وہ اپنی تقریروں میں بطور مثال کے بیان فرماتے تھے۔ چیدہ چیدہ جگہوں پر نظر ڈالی، ترتیب خوب ہے۔ نیز عزیزم نے ان لطائف سے فوائد اخذ کر کے ''فوائد'' کے عنوان سے انہیں بھی ذکر کیا ہے۔ یہ ایک علمی اور مفید کام ہے۔

عزیزم سلمہ کو اللہ رب العزت نے گونا گوں خصوصیات سے نوازا ہے، آپ ایک صاحب استعداد عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معیاری ادارہ کے منتظم اعلی ہیں اور قرب وجوار میں دینی خدمت کے حوالے سے نیک نام بھی۔

دعاء ہے اللہ رب العزت آپ کے دیگر علمی و دینی کاموں کی طرح اس کتاب کو بھی قبولیت عامہ سے نوازے اور آخرت کی فلاح و کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

وما توفیقی الا باللہ

سید ابوالکلام دیوبند

یکم جمادی الثانی ١٤٢٩ھ

Scanned by CamScanner

ارشاد عالی

حضرت مولانا فضیل احمد صاحب القاسمی دامت برکاتہم

جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ علماء ہند

حضرت مولانا حقانی علیہ الرحمہ کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے رسمی علم حاصل کئے بغیر میدان خطابت میں ایسے مفید آسان مضامین کی شمعیں روشن کیں، جن سے بے شمار لوگوں کے سینے روشن ہوگئے۔ حقانی صاحب بڑے مزے لے لے کر سامعین کو بزرگوں کے سچے واقعات سناتے اوران واقعات سے اچھے نتائج اخذ کرتے۔ ان تقاریر میں واقعات بکھرے پڑے تھے کہ جواں سال عالم مفتی محمد معصوم قاسمی صاحب نے ان کو ایک دھاگے میں پرونا شروع کردیا اسی دھاگے کا نام ہے "**لطائف حقانی**" مفتی صاحب نے ان موتیوں کی قدر وقیمت سے قارئین کو واقف کرانے کی اچھی کوشش کی ہے۔ واقعات ہمارے ماضی کا حصہ ہیں، زریں ماضی سے جو قوم فائدہ اٹھاتی ہے اسکا حال بھی زریں ہوتا ہے اور مستقبل بھی تابندہ۔

اللہ تعالی حقانی صاحب اوران تمام بزرگوں کی جن کے واقعات ہیں مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور مرتب کی صلاحیت کو جلا بخشے، افادہ عام وتام فرمائے۔

والسلام

فضیل احمد قاسمی

جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ علماء ہند

ارشادِ گرامی

ادیب اریب، حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی، دامت برکاتہم

استاذ وفقہ وادب دارالعلوم دیوبند

نحمده و نصلي على رسوله الكريم۔ امابعد!

یہ کتاب (لطائف حقانی) جناب مولانا مفتی محمد معصوم صاحب قاسمی حفظہ اللہ ناظم جامعہ عربیہ مدرسۃ المومنین منگلور (ہریدورا) نے ترتیب دی ہے۔ دراصل یہ ان حکایتوں کا گلدستہ ہے جن کو عالم ربانی محترم محمد پالن حقانی صاحبؒ نے اپنے مواعظ وتقاریر میں بیان فرمائیں، جو نہایت دل آویز اور مسحور کن ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کی تقریر بے نظیر اور نہایت دل پذیر ہوتی تھی۔ فرمانِ رسول ﷺ "ان من البيان لسحرا" کی جیتی جاگتی تصویر ہوتی۔ گویائی کے ساتھ شیریں بیانی بھی رب کریم نے ان میں ودیعت فرمائی تھی۔ ایسا پر تاثیر وعظ ہوتا کہ ایک پوری قوم کی کایا پلٹ جاتی اور دل کی دنیا بدل جاتی۔ آں موصوف مرحوم کی تقریر کی امتیازی شان یہ بھی تھی کہ وہ قرآنی وحدیثی دلائل سے مزین ہوتی بلکہ دوران تقریر معتبر کتب سے صفحات کے ضبط کے ساتھ حوالوں کا انبار لگا دیتے۔ ۱۹۶۵ء کی بات ہے کہ جناب مولانا پالن حقانی صاحبؒ میری ابتدائی مادر علمی مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین سنبھل کے ناظم حضرت قاری عبدالحق صاحبؒ کی دعوت پر اپنے علاقے گجرات سے پہلی بار ہمارے علاقے میں تشریف لائے اوران کی دسیوں تقریر سنبھل اور مرادآباد کے اطراف میں ہوئیں۔ بڑے سے بڑا میدان ان کی تقریر کے لیے تنگ پڑ جاتا، جوق در جوق لوگ حاضر ہوکر شرف حاصل کرتے تقریبا ایک ماہ ان کے پروگرام چلے۔ بندے نے بھی سر کے کانوں سے ہر تقریر سنی، لوگ بھی ہمہ تن گوش ہوکر حقانی صاحب کا بیان سنتے انکی شعلہ بار اور دل نشیں تقریروں نے ایوان باطل میں زلزلہ پیدا کردیا تھا ان کے خطبات کے

Scanned by CamScanner

مؤثر ہونے کی اہم وجہ یہ بھی تھی کہ وہ واقعات وقصص کو باموقع سناتے۔

بلکہ نشاط تازہ کرنے کے لیے لطائف وظرائف بھی یوں کہہ کر پیش فرماتے کہ لو ایک بے صفحہ کی بھی سن لو۔ بہر حال ان کے بیانات حکمت وموعظت سے لبریز ہوتے جن سے متأثر ہو کر بڑے بڑے فاسق وفاجر اور فرق باطلہ سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں انسان ہدایت سے بہرہ ور ہوئے ان کی تقریروں کا مجموعہ اور افادات طبع ہو کر کچھ منظر عام پر بھی آچکے ہیں۔ موصوف کی تالیف شریعت یا جہالت بہت پہلے زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ اسی طرح ملفوظات کا مجموعہ اور دیگر تالیفات بھی چھپی ہیں ان میں بھی لطائف وظرائف درج ہیں۔

اسی خرمن سے خوشہ چینی کر کے عزیز مکرم جناب مولانا مفتی محمد معصوم قاسمی نے لطائف حقانی کے نام سے اس کا ایک جوس ملت کے سامنے پیش کیا ہے۔ موصوف نے ہر لطیفہ کا ایک عنوان لگایا ہے اور اس سے کوئی نہ کوئی جو نصیحت نکلی ہے اسے فائدے کا عنوان دے کر درج کیا ہے۔ نیز حکایات کے الفاظ میں جو کہیں گنجلک تھی اس کو سہل تر کر دیا ہے۔ بہر حال آں عزیز کا یہ اہم اور مفید کام ہے اس سے انشاء اللہ مستفیدین کو بہت فائدہ ہوگا، خاص کر مقررین کے لیے لطائف وظرائف واقعات وتمثیلات کی افادیت بہت واضح ہے کہ سامعین کے ذہنوں میں اپنی بات کو بٹھانے، مجمع کو جمائے رکھنے اور دل بستگی پیدا کرنے میں یہ نہایت ہی معاون ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کے افادے کو عام وتام فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین۔

خیر خواہ

عبدالخالق سنبھلی استاذ دارالعلوم دیوبند

۱۴۲۹/۵/۳۰

پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی محمد احسان صاحب قاسمی ندوی مدظلہ العالی

مفتی و نائب مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

عبرت آموز واقعات وقصص انسان کی زندگی کو بہتر بنانے میں غیر معمولی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، زندگی کو ترقی کی راہوں پر گامزن کرنے والی کوئی بات اگر کسی واقعہ کی روشنی میں سمجھائی جائے تو وہ مؤثر ترین ثابت ہوتی ہے۔ خود رب کائنات نے انسانوں کی راہبری و عبرت کے لیے قرآن کریم میں انبیاء کرامؑ کے واقعات، اقوام عالم اور سلاطین کے قصے بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم ﷺ کے بے شمار واقعات قلم بند فرمائے اور تابعین تبع تابعین، محدثین ومفسرین اور تمام ہی انشاء پردازوں وقلمکاروں نے اس غیر معمولی اہمیت کی حامل صنف کو اختیار فرمایا، اہل ورع اور واعظین کے یہاں بھی واقعات کی بڑی قدردانی ہوتی ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ نور اللہ مرقدہ کے خطابات اور تحریروں میں انتہائی سادے و عام فہم واقعات اور عبرتوں سے لبریز قصے خوب پائے جاتے ہیں۔

علماء دیوبند نے اس صنف سے خوب فائدہ اٹھایا اور اس میدان میں بھی ان کی گرانقدر خدمات سنہرے قلم سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ ماضی قریب میں مولانا پالن حقانیؒ کی تقریروں میں قصص و واقعات خوب پائے جاتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے نرالا اسلوب عطا فرمایا تھا، بہت ہی سادہ زبان میں عام فہم واقعات ان کی تقریروں میں ایک عجیب سی حلاوت وکشش پیدا کر دیتے تھے۔

Scanned by CamScanner

محترم مولانا مفتی محمد معصوم صاحب قاسمی ناظم مدرسۃ المومنین منگلور کو اللہ تعالی نے متنوع صلاحیتوں سے نوازا ہے وہ بہترین ناظم ومنتظم، معیاری مدرس کامیاب مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ انشاء پردازی کا عمدہ سلیقہ رکھتے ہیں۔ موصوف نے آں محترم مولانا پالن حقانی کے بیان کردہ واقعات کو یکجا کیا ان کی تسہیل فرمائی اور ہر ہر واقعہ کے ذیل میں اس کی مدلل وضاحت فرمائی کہ کس واقعہ سے کیا فائدہ اور کیا عبرت حاصل ہوتی ہے۔

اس طرح یہ مجموعہ "لطائف حقانی" واعظین طلبہ اور عوام تمام کے لیے اہمیت کا حامل اور مفید ترین ہوگیا۔

اللہ موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے اور امت کے لیے اس کو فائدہ کا باعث بنائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

محمد احسان قاسمی ندوی
مفتی ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف

۱۴۲۹/۵/۲۸

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی ریاست صاحب ہریدواری، زید مجدکم

استاذ دارالعلوم دیوبند (الہند)

حامداً ومصلیاً ومسلماً! امابعد۔

زیر نظر کتاب مسمّی بہ "لطائف حقانی" جناب مولانا پالن حقانی گجراتیؒ کے بیان کردہ واقعات وحکایات کا مجموعہ ہے۔ یہ واقعات وحکایات جو ایک جواہر پاروں کی حیثیت رکھتے ہیں، مولینا حقانی صاحبؒ کے طویل مجموعہ "تقاریر حقانی" میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے محترم جناب مولانا مفتی محمد معصوم صاحب مدظلہ العالی ناظم مدرسۃ المومنین قصبہ منگلور کو کہ انھوں نے عرق ریزی کے ساتھ ان جواہر پاروں کو یکجا کر کے ان سے استفادہ آسان کردیا ہے۔

اور ان واقعات میں سے ہر ایک پر مناسب عنوان چسپاں کر کے اس واقعہ سے اخذ ہونے والے نتیجہ کو فائدے کے نام سے قلمبند کردیا ہے۔

آں محترم کی مساعئ جمیلہ سے یہ مجموعہ ایک دل چسپ کتاب کی شکل میں منظر عام پر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف محترم کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور اس کتاب کو علماء، طلبہ، واعظین اور عوام سبھی کیلئے مفید تر بنائے۔ (آمین)

بقلم: ریاست علی خادم تدریس دارالعلوم دیوبند
۱۴۲۹/۵/۲۸ھ

Scanned by CamScanner

تقریظ

حضرت مولانا محمد رفیق صاحب قاسمی زید مجدہٗ

الحمدلله وحده والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده

زیر نظر کتاب ''لطائف حقانی'' کو بالاستعاب تو میں نہیں پڑھ سکا مگر چیدہ چیدہ جگہوں سے چند واقعات کو پڑھا۔

مولانا پالن حقانی کے ملفوظات اور ان کی تصنیف شدہ کتب سے ان متفرق واقعات کو یکجا جمع کر کے ہر ایک واقعہ سے فائدہ اخذ کرنا اور اس کو واقعہ کے بعد قلم بند کرنا عوام وخواص کے لیے نہایت مفید ہے، خصوصاً واعظین ومقررین کے لیے تو بے حد نفع بخش ہے کیوں کہ کسی بات کو واقعہ کے ذریعہ بیان کرنا ذہن نشین ہوتا ہے، زیادہ معین مددگار بنتا ہے اور واقعات کی روشنی میں تقریر کو سامعین بڑی دل چسپی سے سنتے ہیں۔

ان واقعات میں اکثر اخلاقیات کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر مسلمان کے پاس اخلاق حسنہ ہوں تو اپنے اور غیر سب متاثر ہوتے ہیں۔ نیز اشاعت اسلام میں بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔

قابل تحسین ہیں عزیزم مفتی محمد معصوم سلمہ اللہ تعالی ناظم مدرسۃ المومنین منگلور باوجود عدیم الفرصت ہونے کے (چوں کہ ایک بڑے ادارے کی ذمہ داری شب وروز محنت کی متقاضی ہے درس بھی دینا ہے نظام بھی سنبھالنا ہے) متفرق واقعات کو بنظر غائر مطالعہ کر کے کتابی شکل دینا اور ہر ایک واقعہ سے واقعہ کے مطابق علحدہ علحدہ فائدہ اخذ کرنا اور واقعات کے مناسب عناوین متعین کرنا انتہائی، علمی شغف وعلمی قابلیت کی علامت ہے۔ اس لیے کہ واقعہ سن کر یا پڑھ کر اس سے فائدہ اخذ کرنا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی مؤلف کی اس کتاب کو قبولیت عامہ فرما کر آئندہ دوسری کتب تصانیف کی توفیق عطا فرمائے اور ثواب دارین عطا کر کے ذریعہ نجات بنائے۔ نیز قارئین حضرات سے التماس ہے کہ اپنی دعاؤں میں احقر کو بھی یاد فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

فقط والسلام

دعاؤں کا محتاج

محمد رفیق قاسمی مظفرنگری

مقیم حال مدرسہ ارشدیہ جوالاپور ہردوار اترانچل

۱۴۲۹/۵/۲۸

Scanned by CamScanner

تأثرات

حضرت مولانا محمد راشد قاسمی عفی عنہ

حضرت مولانا محمد حقانی صاحبؒ جو کہ بیک وقت مبلغ، مقرر، متقی، عارف، حق گو، حق شناس تھے۔ ان کی عظیم خدمات، ان کی ذہانت خداداد اور ان کے علم ربانی سے کون شخص ناواقف ہے، جنہوں نے بدعت، شرک اور غیر مقلدیت کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں، جن کے متعلق ان کے ہم عصر جید علمائے کبار کا بیان ہے کہ ہماری زندگی میں کبھی گمراہ انسانوں کی اصلاح وتربیت اتنے اونچے پیانے پر نہیں ہوئی کہ جن کی پیشانی کبھی سجدے کے لیے نہیں جھکتی تھی وہ آن کی آن میں خداتعالیٰ کے سچے غلام بن گئے، جن کی عمریں چوری، جوا، سٹہ، شراب وکباب پیر پرستی وغیرہ گناہوں میں گزری تھیں ان کے دل پگھلنے پر مجبور ہو گئے اور سچی توبہ کی دولت نصیب ہوئی۔

حضرت حقانیؒ جن کے بیانات ملک کے مختلف مقامات گجرات، مہاراشٹر، حیدرآباد، کانپور، بمبئی، منگلور اور بیرون ملک جنوبی افریقہ تک ہوئے تھے اور لاکھوں کی تعداد میں مجمع ہوتا تھا اور جن کے علم وتقوی کی تائید حضرت علامہ صدیق باندویؒ، حضرت حکیم الاسلامؒ، حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ وغیرہ جیسے مقتدر اکابر امت نے کی ہے ان ہی شخصیات کی زبان سے بکھرے ہوئے موتیوں کو واقعات کی شکل میں جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ہمارے مشفق ومکرم حضرت مولانا مفتی محمد معصوم صاحب نے۔ وہ وقعات اگرچہ معمولی اور سادہ ہیں لیکن ان واقعات سے جو اہم فوائد اپنی خداداد ذہانت سے حضرت مفتی صاحب نے اخذ کئے ہیں وہ ان شاءاللہ تعالیٰ ناظرین کے لیے اصلاح وتربیت کا ذریعہ ہوں گے، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب ''لطائف حقانی'' کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

خیر اندیش

محمد راشد قاسمی عفی عنہ

خادم جامعہ سبیل السلام منگلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دو لفظ

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قاری نسیم احمد منگلوری

زباں میں فصاحت، گفتگو میں بلاغت، الفاظ میں لطافت، معانی میں نزاکت، بالکل سادہ انسان، اہلسنّت کی برہان، خطیب العصر، اہلِ حق کی زینت، سرچشمۂ ہدایت، حامی سنّت، ماحی بدعت، ترجمانِ حنفیت، حبّ رسالت سے معمور حضرت محمد پالن حقانیؒ مدّت ہوئی انھیں ہم سے بچھڑے ہوئے، لیکن ان کی یاد غم کدۂ دل میں ہنوز آباد ہے۔

کتنے حسین لوگ تھے جو مل کے ایک بار
آنکھوں میں بس گئے، دل وجاں میں سما گئے

حضرت حقانی علیہ الرحمہ جیسے عظیم خطیب وواعظ کی بہار آفریں خطابت وموعظمت کی کیا نقشہ کشی کروں! آپؒ کی بات دل سے اٹھتی ہے، دل پر گرتی ہے۔ ایسے عظیم خطیب العصر کے بیان وتقاریر میں عبرت آموز، نصیحت آموز لطائف بھی ہوتے ہیں۔ ایک جانب ان لطائف کو سن کر لبوں پر تبسم رقصاں ہوتی تو دوسری طرف عبرت ونصیحت بھی ملتی ہے۔ حضرت کے لطائف جو کہ مختلف طور سے موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا مفتی محمد معصوم قاسمی صاحب کو جو کہ ایک صالح نوجوان، فاضلِ دار العلوم وقف دیوبند، مقبولیت عامّہ کے مالک، خداداد صلاحیتوں سے سرفراز، قلم وزبان میں لاجواب، شریف وخوش مزاج، ملنسار، معلوم ہوتا ہے کہ ہر میدان کے سپاہی ہیں۔ آپ نے حقانی صاحبؒ کے لطائف کو قلمبند کر کے ایک گلدستہ کی طرح سجایا ہے۔ یقیناً یہ کام ہرکس وناکس نہیں کر سکتا تھا۔ مفتیٔ موصوف نے یہ تاریخی کارنامہ انجام دینے کے ساتھ ہی حقانی صاحبؒ کے لطائف حقانیہ سے استفادہ آسان کر دیا ہے۔

اللہ ربّ العزت موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو مقبولیت سے سرفراز فرمائے (آمین) -

نسیم احمد منگلوری

چیف بیورو

روزنامہ ہمارا سماج، دہلی

Scanned by CamScanner

عرضِ مرتب

دینِ اسلام کے نزول کے لیے انتخاب ایسی ذات کا کیا گیا جو نہ لکھنا جانتی تھی اور نہ پڑھنا، جس کا لقب ہی امی تھا۔ جو قوم اولین مخاطب ہوئی وہ بھی امی ہی۔ یہ ہے مظاہرۂ قدرت کہ ان اُمّیوں سے پوری کائنات میں نورِ علم روشن کردیا۔ سچ کہا ہے جس نے بھی کہا ہے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے ☆ کیا نظر تھی ان کی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

اللہ رب العزت کی قدرت کا کیا کہنا وہ خاک کے ذرّے کو آفتاب بنادے، گھٹا ٹوپ اندھیروں میں شمع روشن کردے، سمندروں کی تہوں سے آب دار موتی نکال دے، مردے کو زندہ کردے، وہ ہر چیز پر قادر ہے اور بلا تکلف قادر ہے۔ اور اپنی اس قدرت کا آئے دن مظاہرہ بھی کرتا رہتا ہے۔

اس مظاہرۂ قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی عالم ربانی حضرت مولانا محمد پالن حقانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ جو ایک اَن پڑھ اور معمولی گھرانے میں پیدا ہوئے باپ کی شفقتوں سے بچپن ہی میں محروم ہو گئے، کہاں کی تربیت کہاں کی تعلیم، روزی روٹی کے لیے کپڑے کی میل میں مزدوری کرنے لگے اور قوالی و ڈھول تماشے کو پسندیدہ مشغلہ بنالیا۔

مشیت الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا، اسے اس خاک کے ذرے کو آفتاب بنانا تھا۔ تقدیر الٰہی نے دست گیری کی اور ایک خدا مست مجذوب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان کی توجہ اور دعا نے دل کی دنیا بدل دی۔ رضائے الٰہی اور ذوق عبادت کی چنگاری سینے میں شعلہ جوالہ بن گئی۔ پھر کیا تھا ایک تڑپ، ایک لگن اور جذبۂ صادق پیدا ہوا کہ کیوں نہ پوری کائنات میں شرک و بدعت کو مٹا کر سنت نبوی کی شمع روشن کردوں۔ اٹھے اور اٹھ کر پورے ہندوستان میں دھوم مچادی۔ کوئی شہر چھوڑا نہ گاؤں۔ ہر جگہ پہنچے اور ہر جگہ یہی آواز دی: اے لوگوں! اپنے خالق کو پہچانو اور

نبی کی سنت پر چلو، خرافات و بدعات اور مشرکانہ افعال سے اجتناب کرو۔

یہ پالن حقانی کی آواز تھی یا کوئی غیبی صدا، ہزاروں فرزندان توحید آپ پر جان نچھاور کرنے لگے، لاکھوں نے فسق و فجور اور خرافات و بدعات سے توبہ کی اور کڑوروں نے فیض حاصل کیا۔

چوں کہ وعظ و نصیحت کے لیے آپ کا انتخاب اسباب سے ہٹ کر من جانب اللہ ہوا تھا۔ علوم وہبی عطا کیے گئے تھے جو اپنا ایک اثر رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے مواعظ میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ آپ کا نام سنتے ہی لاکھوں کا مجمع امنڈ پڑتا تھا۔ کسی اجلاس کی کامیابی کے لیے بس آپ کا نام ہی کافی تھا۔ بہر حال اللہ نے آپ سے کام لیا اور زبردست لیا۔ اہل بدعت و فرق ضالہ کی طاقت کو توڑ کر رکھ دیا، اور سنت نبوی کے علَم کو ہر جگہ گاڑ دیا۔ اللہ رب العزت آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

دوران وعظ جہاں آپ بقید صفحہ و جلد قرآن و حدیث اور معتبر کتابوں سے گفتگو کرتے تھے۔ وہیں عوام الناس کے سینوں میں بات دلنشیں کرنے کے لیے یہ کہہ کر لطائف و حکایات بھی ذکر فرماتے ''لو ایک بے صفحہ کی بھی سن لو''۔ لطیفے کیا ہیں: پر لطف، پر بصیرت اور پر حکمت نصائح کا مجموعہ۔ چٹکیوں میں بڑی بڑی گتھیوں کو سلجھا دینے والے۔

زندگی کے آخری ایام میں تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے ''شریعت یا جہالت'' ''قرآن و حدیث اور مسلک اہل حدیث'' جیسی لاجواب کتابیں آپ کے عرق ریز قلم سے وجود میں آئیں۔ بعد میں ''تقاریر حقانی'' کے نام سے اپنی تقریروں کو بھی آپ نے خود ہی مرتب فرمایا اور اس میں ان لطیفوں کو بھی ذکر فرمایا، جو موقع اور محل کی مناسبت سے دوران تقریر آپ نے ذکر فرمائے تھے۔

یہ لطیفے سترہ سو چھبیس صفحات پر مشتمل آپ کی کتاب ''تقریر حقانی'' میں پھیلے ہوئے ہیں

Scanned by CamScanner

دوران مطالعہ خیال آیا کہ اگر ان لطیفوں کو علاحدہ سے کتابی شکل دے دی جائے تو ان حضرات کے لیے استفادہ آسان ہو جائے گا جو "تقاریر حقانی" جیسی مبسوط کتاب کے مطالعہ کا موقعہ نہیں پاتے، یا خریدنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اسی احساس نے اس جانب متوجہ کیا، دوران ترتیب لطیفوں کے ذیل میں ذکر کردہ فوائد پر جب گہری نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ وہ بہت طویل ہیں۔ نیز خاص پس منظر میں ذکر کئے گئے ہیں ان سے وہی حضرات استفادہ کر سکتے ہیں جن کے سامنے پوری تقریر ہو۔ ورنہ بات معمہ بن جائے گی۔

اس لیے احقر نے ہر لطیفے کے ذیل میں فوائد بھی تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔ در اصل یہی میرا کام ہے۔ علاوہ ازیں لطیفوں کی عبارتوں میں حضرت نے اطناب سے کام لیا ہے مگر تکرار بہت زیادہ ہے، نیز ان لطیفوں پر جو عنوانات لگائے ہیں ان میں بھی بہت تفنن سے کام نہیں لیا، جس کی وجہ سے عنوان دیکھ کر قاری اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اس کا موضوع کیا ہے۔

احقر نے حتی الامکان لطیفوں کی عبارتوں کو سلیس کرنے کی کوشش کی ہے اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ مفہوم اور مقصد نہ بدلنے پائے۔ نیز ابتداء میں مناسب اور دلچسپ عنوانات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں اہل علم حضرات ہی بتلا سکتے ہیں۔

اس موقع پر ممنون و مشکور ہوں گرامی قدر محترم و مکرم جناب مولانا سید عبدالقادر صاحب استاذ جامعۃ الامام انور دیوبند ابن رئیس المبلغین و متکلم اسلام حضرت مولانا سید ابوالکلام صاحب مبلغ دارالعلوم وقف کا جنہوں نے اس ترتیب واشاعت میں ہر طرح کا علمی تعاون فرمایا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ نیز حافظ محمد اسلام صاحب، راؤ محمد توقیر صاحب، حاجی محمد پرویز صاحب، حاجی محمد ایوب صاحب، امیر حسن انصاری صاحب نیز برادرم محمد اکرم ابن جناب محمد یونس ٹھیکدار (کہ جواب مرحوم ہیں اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں الفردوس میں اعلی

مقام عطا فرمائے) صاحبان کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان ہی حضرات کی کرم فرمائیوں اور نوازشوں سے یہ کتاب منظر عام پر آسکی۔ اللہ رب العزت تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے (آمین)

خدا قبول کرے نفع عام فرمائے ☆ جزائے خیر کو بے اختتام فرمائے

احقر الوری

محمد معصوم قاسمی

خادم مدرسۃ المومنین منگلور، اترا کھنڈ۔

فون: ۰۹۹۹۷۳۱۲۱۵۲

۱/ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

جامعہ کا تعارف

نام مع پتہ: جامعہ عربیہ مدرسۃ المومنین منگلور، ضلع ہریدوار، اترا کھنڈ

سن قیام: [illegible]

تعلیم: ناظرہ، حفظ مع تجوید، از فارسی تا ششم عربی

★ تعداد مدرسین وملازمین: ۲۲ ★ تعداد طلبہ: ۵۰۰ ★ بیرونی طلبہ: ۱۵۰

تخمینۂ مصارف سالانہ: ۱۸۰۰۰۰۰/= (اٹھارہ لاکھ روپے)

محل وقوع: ضلع ہریدوار میں دہلی روڈ پر منگلور ایک قدیم بستی ہے جہاں پر یہ ادارہ واقع ہے۔

انتساب

اپنی اس حقیر کاوش کو
والدی ماجدی محترم جناب محمد ایوب صاحب زید مجدکم
والدہ محترمہ زید لطفہا
اور
تمام اساتذۂ کرام
کی طرف منسوب کرتا ہوں۔
جن کی آہِ سحر گاہی اور کاوشوں سے کچھ لکھنے، پڑھنے
اور کہنے کی شُد بُد پیدا ہوئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ

(۱)

﴿منہ میاں مٹھو﴾

ایک مولوی صاحب تھے، کسی جگہ تقریر کرنے کو جارہے تھے، اتفاق سے چھ بجے پہنچنے والی گاڑی لیٹ ہوگئی، وہ رات کو ایک بجے اسٹیشن پر پہنچی، جہاں مولوی صاحب کو جانا تھا؛ ان کے استقبال کے لئے جو لوگ آئے تھے وہ سب کے سب ٹرین لیٹ ہوجانے کی وجہ سے گھر واپس لوٹ گئے، مولوی صاحب اسٹیشن پر کھڑے کچھ دیر سوچتے رہے، پھر خیال آیا کہ اسٹیشن کے باہر ایک ہوٹل ہے، اس میں ایک رات کے لیے کمرہ لے لیا جائے، یہ سوچ کر اسٹیشن کے باہر نکلے اور ہوٹل پہنچ کر ہوٹل کی زنجیر کھٹکھٹائی، ہوٹل کے مالک تو گھر چلے گئے تھے، البتہ ایک نوکر ہوٹل میں تھا، وہ تیسری منزل پر سویا ہوا تھا، سردی کڑاکے کی زبردست پڑ رہی تھی، نوکر بھی بھرپور نیند میں سویا ہوا تھا، دروازہ کھٹکھٹانے پر نیند کھلی، معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پسنجر آیا ہوا ہے جو زنجیر کھٹکھٹا رہا ہے۔ وہ نوکر نیچے نہیں اترا، بلکہ تیسری منزل سے پوچھنے لگا کون ہو؟، سردی اس غضب کی پڑ رہی تھی، اس لئے نیچے اترنا اس نے مناسب نہیں سمجھا، بلکہ نیچے جھانک کر بھی نہیں دیکھا کہ کتنے آدمی ہیں، اپنا چہرہ چادر میں لپیٹے ہوئے صرف آواز دے کر پوچھتا ہے کون صاحب ہیں، تو مولوی صاحب نے اپنا جو نام بتایا اسے ذرا غور سے پڑھئے:

الحاج، مفتی، مولانا، مولوی، حافظ، قاری، حامئی سنت، قاطع بدعت، فخر ملت محمد ایقان الرحمٰن عمری قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، صابری، رضوی مدظلہ العالی

Scanned by CamScanner

یہ سن کر اس ہوٹل والے نے کھڑکی بند کر دی اور کہا ہمارے پاس اتنے آدمیوں کے لئے جگہ نہیں ہے۔ وہ نوکر اتنا لمبا چوڑا نام سن کر یہ سمجھا کہ یہ لوگ دس بارہ آدمی ہیں، اس وجہ سے اس نے کھڑکی بند کر دی اور ہوٹل کا دروازہ نہیں کھولا۔ مولوی صاحب مجبوراً رات بھر ہوٹل کے باہر ایک چبوترے پر پڑے رہے۔ صبح کو جب ہوٹل والے نے دروازہ کھولا تو مولوی صاحب سردی کے مارے کانپ رہے تھے اور ہوٹل والے سے شکایت کرنے لگے کہ رات کو ہوٹل کا دروازہ کیوں نہیں کھولا، ہوٹل والے نے جواب دیا ''ہمارے پاس دو تین آدمیوں کی جگہ تھی بس، مگر آپ نے اتنی لمبی چوڑی ناموں کی فہرست شمار کرائی کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ دس بارہ آدمی ہیں''۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ہم دس بارہ آدمی کہاں تھے، میں اکیلا ہی تو تھا۔ ہوٹل والے نے کہا آپ نے رات کو جو نام بتائے تھے اس حساب سے میں سمجھا کہ آپ زیادہ لوگ ہیں اس لئے میں نے دروازہ نہیں کھولا، اگر آپ کہتے کہ میں اکیلا ہوں تو میں ضرور کمرہ دیدیتا لیکن آپ کے نام بتانے سے مجھکو غلط فہمی ہوگئی۔

فائدہ

اپنی تعریف کرنا شریعت کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں، ارشاد باری ہے '' فَلاَ تُزَكُّوا اَنْفُسَكُمْ '' یہ تو دینی نقصان ہوا، دنیوی نقصان قصۂ مذکور سے ظاہر ہے، ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اپنی تعریف خود کرنے سے انسان دوسروں کی نگاہ میں بھی بے وقعت ہو جاتا ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ علمائے ربانیین نے اپنی تعریف کو کبھی بھی پسند نہیں کیا۔ ایک فرقہ ہے ''بریلوی'' اس کے علماء نے طویل طویل القابوں کو اپنے ناموں کا جز بنالیا ہے۔ اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

☆☆☆☆

(۲)

کھانا کم نہیں ہے بغیر بِسْم اللّٰہ کے کھاؤ

ایک خاں صاحب تھے اور ایک تبلیغی آدمی تھے، دونوں کا کسی طویل سفر میں ساتھ ہو گیا اور دونوں گہرے دوست بن گئے، سفر کے بعد دونوں اپنے اپنے ملک چلے گئے، خط وکتابت سے بات چیت ہوتی رہی۔ اتفاق سے خاں صاحب تبلیغی دوست کے ملک میں کسی ضرورت سے آ گئے اور اپنے دوست سے ملنے گئے، جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو دونوں بہت خوش ہوئے، دوپہر کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا، خاں صاحب کو کھانا کھلانے کے لئے روک لیا۔ خاں صاحب ماشاءاللہ تندرست اور جوان تھے۔ خان صاحبان عموماً کھانا زیادہ کھاتے بھی ہیں، جب کھانا تیار ہو گیا اور دسترخوان پر لگ گیا تو خاں صاحب کو کھانے کے لئے بلایا اور کہا خاں صاحب بسم اللہ پڑھ کر شروع کیجئے، اللہ تعالی کھانے میں برکت دے گا۔ یہ الفاظ خاں صاحب کے دماغ میں گونجنے لگے کہ یہ مجھ سے بسم اللّٰہ پڑھنے کو کیوں کہہ رہا ہے، پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ کھانا کم ہے اس لئے مجھ کو بسم اللّٰہ پڑھنے کو کہہ رہا ہے۔ خان صاحب بھی سیدھے سادے بھولی طبیعت کے آدمی تھے، بسم اللّٰہ پڑھ کر کھانا شروع کر دیا، اتفاق سے کھانا ختم ہو گیا۔ کھانے کے بعد وہ اپنے ملک چلے گئے۔

اتفاق سے تبلیغی دوست ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کے ساتھ خان صاحب کے ملک گئے۔ اور امیر جماعت سے اجازت لے کر اپنے دوست خان صاحب سے ملنے گئے، دونوں کی ملاقات ہوئی تو بہت خوش ہوئے اور خان صاحب کھانا کھلانے اپنے گھر لے گئے، تبلیغی دوست نے خان صاحب کو کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کو جو کہا تھا، وہ اس کے دماغ میں آج بھی

کھنک رہا تھا۔ خان صاحب نے بہت سا کھانا تیار کرایا اور دسترخوان بچھا کر بہت بڑی تھالی جس میں تقریباً دس کلو کھانا آسکتا تھا، بھر کر اپنے دوست کے سامنے رکھ دیا اور کہا'' او بھائی بسم اللہ مت بولو ایسے ہی کھاؤ، آپ نے جو مجھے کھانا کھلایا تھا وہ کم تھا، اس لئے آپ نے مجھے بسم اللہ پڑھوائی تھی، وہ مجھے ابھی تک یاد ہے اس لئے میں نے آپ کے سامنے بہت سا کھانا رکھ دیا ہے اس میں برکت کی ضرورت نہیں ہےلہٰذا بسم اللہ پڑھے بغیر کھایئے کھانا کم نہیں ہوگا۔

فائدہ

علم دین سے ناواقفی کیا کیا سجھاتی ہے، جیسے رمضان المبارک کے روزوں کے بارے میں گنواروں کو یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ جس کے گھر میں کھانا نہ ہو وہ روزہ رکھے۔ نعوذ باللہ من ذلک.

☆☆☆☆

(۳)

کلمہ کسی دوسرے سے پڑھ لینا

ایک جگہ قومی طوفان چل رہا تھا، مارو کاٹو کی ہر طرف سے آوازیں آرہی تھیں، اسی طوفان میں ایک بنیا مسلمان کے ہاتھ آگیا، مسلمان نے بنیے کو زمین پر پٹک دیا اور ذبح کرنے کے لئے چھرا نکال کر اس کی گردن پر رکھ دیا اور کہا پڑھ کلمہ ورنہ ذبح کر دوں گا۔ بنیے نے سوچا کہ ذبح ہونے سے بہتر کلمہ پڑھ لینا ہے تاکہ جان بچ جائے، یہ سوچ کر بنیے نے کہا مجھے آپ ذبح نہ

کریں بلکہ کلمہ پڑھا دیں میں مسلمان ہو جاتا ہوں۔ ذبح کرنے والے مسلمان نے بنیے کو چھوڑ دیا اور کہا جا کسی اور سے کلمہ پڑھ لینا۔ حقیقت میں اس مسلمان کو خود ہی کلمہ یاد نہیں تھا۔

فائدہ

مرنے مارنے کو لوگ ہر وقت تیار رہتے ہیں، لیکن دین پر عمل اور اس کی تعلیم سے بالکل کورے رہتے ہیں۔ یہ قصور ماں باپ کا ہے کہ اس کو بچپن میں دینی تعلیم سے محروم رکھا، اللہ کے یہاں اس کا جواب دینا ہوگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے '' کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ''۔ اس لئے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو ضرور دینی تعلیم دلائیں اور اسلام کی بنیادی باتوں سے واقف کرائیں، ورنہ آخرت میں پچھتانا ہوگا۔

☆☆☆☆

(۴)

میرا باپ نہیں دادا بیوقوف تھا

ایک مستقل قوم ہے جو بھیڑیں پالنے کا کام کرتی ہے، گجرات میں اس کے بھڑواڑ کہتے ہیں، یا رباری کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ ایک ایک آدمی کے پاس دو دو ہزار تین تین ہزار چار چار ہزار بھیڑیں ہوتی ہیں، جس کے پاس جتنی زیادہ بھیڑیں ہوتی ہیں وہ اتنا ہی زیادہ مالدار سمجھا جاتا ہے۔ ان بھیڑوں کے سال میں دو مرتبہ بال کاٹے جاتے ہیں، چوں کہ وہ بال بہت گرم ہوتے ہیں اس وجہ سے اچھی قیمت پر بک جاتے ہیں، یہی ان لوگوں کی کمائی ہوتی ہے۔ یہ

Scanned by CamScanner

لوگ گجرات، اور راجستھان میں زیادہ تر رہتے ہیں۔ یہ اپنی اولاد کو تعلیم بالکل نہیں دیتے، بچپن ہی سے بھیڑیں چرانے کا کام کاتے ہیں۔

اتفاق سے ان میں کے ایک آدمی نے اپنے بچے کو بہت ہی اچھی تعلیم دلائی، جس کی وجہ سے وہ لڑکا ایک راجہ کا وزیر بن گیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کے والد کا خط آیا کہ میں تم سے ملنے کے لئے آنے والا ہوں، خط میں پہنچنے کی تاریخ اور گاڑی کا وقت بھی لکھ دیا۔ جب راجہ کو اس بات کا علم ہوا کہ وزیر کے والد صاحب آنے والے ہیں، تو اس نے وزیر صاحب کے والد صاحب کے استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن پر بہت انتظام کیا، جب گاڑی اسٹیشن پر آ کر رکی تو وزیر صاحب کے والد صاحب کے استقبال میں توپیں اور بندوقیں چھوٹنے لگیں، بینڈ باجے بجنے لگے۔ ٹرین سے اترنے والے لوگ حیرت سے دیکھنے لگے کہ یہ کس کا استقبال ہو رہا ہے۔ ان لوگوں میں وزیر کے والد صاحب بھی تھے، کھڑے کھڑے وہ بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ٹرین سے جب کوئی جنٹل مین آدمی اترتا ہوا نہیں دکھائی دیا تو راجہ صاحب نے وزیر سے پوچھا کہ آپ کے والد صاحب شاید نہیں آئے، تو وزیر نے اپنے والد صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ جو کھڑے ہیں، وہی میرے والد صاحب ہیں۔ راجہ صاحب نے جب ان کی طرف نگاہ کی تو وہ اس شان سے کھڑے تھے کہ ان کا پرانا بوسیدہ کمبل ان کے کندھے پر تھا اس پر لاٹھی تھی اور لاٹھی میں اپنے دونوں پیر کے جوتے لٹکا رکھے تھے اور کھڑے تماشہ دیکھ رہے۔ راجہ صاحب نے ان کو دیکھ کر کہا تیرا باپ تو بیوقوف معلوم ہوتا ہے، اس پر وزیر نے راجہ کو جواب دیا اور کتنا اچھا جواب دیا، کہا کہ: میرا باپ بیوقوف نہیں ہے بلکہ میرا دادا بیوقوف تھا، اس لئے کہ میرے والد صاحب کو میرے دادا نے تعلیم نہیں دلائی اس وجہ سے ان کے پیر کے جوتے ان کے کاندھے پر لاٹھی میں ٹنگے ہوئے ہیں، اگر میرا باپ بیوقوف ہوتا تو میں آپ کے برابر کھڑے ہونے کے قابل ہرگز نہ ہوتا۔

فائدہ

حقیقتاً تعلیم انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے اور کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، جس کا رات دن ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے والدین کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلائیں تاکہ آگے چل کر خوش حال اور باعزت زندگی بچے گذار سکیں۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم نہ دلانا اور عمدہ تربیت نہ کرنا یہ والدین کی کمی ہے۔

☆☆☆☆

(۵)

﴿روٹیاں تو دو ہی تھیں﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے، راستے میں ایک جاہل آپ کے ساتھ ہو گیا، حضرت عیسیٰؑ نے اس کو بہت سمجھایا کہ میرے ساتھ کہاں چل رہا ہے، تو الگ اپنا راستہ لے، لیکن وہ نہیں مانا، ہر چند منع کرنے پر بھی وہ ساتھ ہی ساتھ چلنے لگا۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر تو میرے ساتھ رہے گا تو میں جو کچھ کہوں گا تجھے ماننا ہوگا، اس جاہل نے کہا بے شک حضور آپ جو حکم دیں گے میں دل و جان سے اس پر عمل کروں گا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اس کو ساتھ میں لے لیا چلتے چلتے ایک جنگل آیا وہاں پر حضرت نے قیام فرمایا، کچھ دور ایک گاؤں نظر آ رہا تھا، اس جاہل سے آپؑ نے فرمایا دیکھو جو گاؤں نظر آ رہا ہے وہاں جاؤ اور گاؤں والوں سے کہو کہ ہم آپ کے مہمان ہیں اور دو آدمی ہیں، مہمان کی حیثیت سے ہمیں دو آدمی کا کھانا دے دو۔ حضرتؑ کے کہنے سے وہ

Scanned by CamScanner

جاہل گیا اور جا کر گاؤں والوں سے حضرت عیسی علیہ السلام نے جو کہا تھا وہ کہہ دیا۔ گاؤں والوں نے تین روٹی باجرے کی دیدی۔ تین روٹی لے کر جب یہ جاہل چلا تو اس کے دل میں احساس ہوا کہ تین روٹی ہیں تو ڈیڑھ ہی روٹی مجھے ملے گی، ڈیڑھ روٹی سے تو میرا پیٹ بھرے گا نہیں، لہٰذا ایک روٹی راستے میں ہی کھا جاؤں اور دو روٹی لے کر جاؤں تو ایک روٹی وہ خود کھائیں گے اور ایک روٹی مجھے دینگے تو میری دو روٹی ہو جائے گی، پھر پتہ نہیں کب روٹی ملے گی وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ سوچ کر ایک روٹی راستے میں چلتے چلتے کھا گیا، تھا بھی سات فٹ کا لمبا چوڑا آدمی۔ جب حضرتؑ کے پاس پہنچا تو حضرت نے پوچھا کتنی روٹیاں ملی ہیں؟ اس جاہل نے جواب میں کہا کہ حضرت روٹی تو دو ہی ملی ہے عیسی علیہ السلام نے کہا اچھا بیٹھو اور جنگل کی طرف نظر کی تو ایک ریوڑ ہرن کا کھڑا تھا، اس میں سے ایک ہرن کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اللہ کے لئے میرے پاس آجا، ہرن آکر آپ کے پاس کھڑا ہو گیا، آپ نے اس کو ذبح کیا اور اس کی ایک ٹانگ کاٹی اور آگ جلا کر اس کو بھونا، پھر ایک روٹی آپ نے لی اور ایک اس جاہل کو دی اور کہا کہ یہ گوشت ہے اس سے کھالو۔ اب تو جاہل دل ہی دل میں پچھتانے لگا اور سوچنے لگا کہ راستے والی روٹی نہ کھاتا تو اچھا تھا، یہاں تو گوشت مل رہا ہے، لیکن اب تو کھا ہی چکا تھا، پھر پچھتانے سے کیا فائدہ۔ خیر اس جاہل نے بھی گوشت کھایا۔ جب دونوں کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت عیسی علیہ السلام نے اس ذبح کئے ہوئے ہرن سے کہا: اے ہرن تو اللہ کے واسطے زندہ ہو جا اور اپنے ریوڑ میں چلا جا۔ یہ کہتے ہی ہرن زندہ ہو گیا اور کان پھٹپھٹا کر وہ اپنے ریوڑ کی طرف چلتا ہو گیا۔ یہ نظارہ جاہل نے دیکھا تو حیران ہو گیا اور کہنے لگا: حضرت جی آپ تو اللہ کے ولی معلوم ہوتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں اللہ کا ولی ہوں۔ جاہل نے کہا ایک جنگلی جانور آپ کے بلانے سے آپ کے پاس چلا آیا، آپ نے اس کو ذبح کیا، اس کی ران کاٹ کر آگ

میں بھونی، پھر ہم نے پیٹ بھر کر کھایا، اس کے بعد آپ کے کہنے سے وہ ہرن پھر سے زندہ ہو گیا اور اپنے ریوڑ میں چلا گیا۔ اب کیا شک رہ جاتا ہے کہ آپ اللہ کے ولی نہیں، آپ بالکل اللہ کے ولی ہیں۔ اب تو میں آپ کا ساتھ مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا تو مجھے دل سے ولی مانتا ہے یا صرف زبان سے؟ اس نے کہا حضرت جی میں تو دل سے مان گیا۔ حضرت نے فرمایا اگر تو مجھے دل سے مانتا ہے تو بتا روٹی کتنی تھی؟ اس پر اس نے جواب دیا: حضرت جی روٹی تو دو ہی تھیں۔ تیسری روٹی جسے اس نے کھا لیا تھا اس کا انکار کر دیا۔

حضرت وہاں سے پھر چلے، چلتے چلتے راستے میں ایک ندی آ گئی جس میں پانی بھرا ہوا تھا اور ان دونوں کو ندی کے دوسرے کنارے جانا تھا۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے اس جاہل سے کہا میرا جہاں پیر پڑے وہیں تم اپنا پیر رکھنا اور میرے پیچھے پیچھے چلے آنا، یہ کہہ کر حضرت پانی کے اوپر چل پڑے اور وہ جاہل وہیں کھڑے کھڑے حضرت کو دیکھتا رہ گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ واقعی یہ آدمی اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے جو پانی پر چلا جا رہا ہے۔ عیسی علیہ السلام نے کچھ قدم چلنے کے بعد جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ جاہل وہیں ندی کے کنارے کھڑا تھا۔ حضرت نے فرمایا ارے وہیں کیوں کھڑے ہو، میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اس نے کہا حضرت جی میں تو پانی پر تیرنا نہیں جانتا، صرف ڈوبنا ہی جانتا ہوں اس لئے میں آپ کے ساتھ نہیں آ سکتا۔ حضرت عیسی علیہ السلام واپس لوٹے اور اسے اچھی طرح سمجھایا کہ تم بالکل ڈوبو گے نہیں، میرے قدم پر قدم رکھتے چلے آؤ۔ چنانچہ وہ بھی ندی پار ہو گیا۔ ندی پار ہو جانے کے بعد وہ اپنے دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ یہ عجیب انسان ہے جو پانی پر چل کر پار ہو گیا اور مجھے بھی چلا کر لے آیا۔ حضرت کے سامنے وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا آپ بالکل اللہ کے سچے ولی ہیں۔ حضرت نے فرمایا تو نے کیسے جان لیا کہ میں اللہ کا ولی ہوں؟ تو جاہل نے کہا یہ پانی میرا خالہ زاد

Scanned by CamScanner

بھائی نہیں ہے کہ ہم کواپنے اوپر چلنے دے، لیکن آپ خوداس پانی پر چل کر پار ہو گئے اور مجھے بھی پانی پر چلا کر ندی کے پار کر دیا۔ اب بھی میں آپ کو ولی نہ مانوں ایسا بے ایمان تو میں ہرگز نہیں ہوں۔ حضرت نے فرمایا تو دل سے مجھے ولی مانتا ہے یا زبان سے؟ اس نے کہا حضرت جی اب تو میں دل سے مان گیا۔ حضرت نے فرمایا اچھا بتا روٹی کتنی تھی؟ اس نے کہا حضرت جی روٹی تو دو ہی تھیں، تیسری روٹی کا پھر انکار کر دیا حضرت وہاں سے پھر چلے، ایک بہت بڑا بھیانک جنگل آیا، وہاں سونے کی تین اینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ انھیں دیکھتے ہی اس جاہل کے منہ میں پانی آ گیا کہ آدھا آدھا ملتے آیا ہے تو یہاں بھی آدھا ملے گا اس طرح ڈیڑھ اینٹ تو مجھے مل ہی جائے گی، اب اللہ والے کو چھوڑ دیا جائے اور ڈیڑھ اینٹ لے کر بال بچوں میں گھر چلیں۔ یہ سوچ کر اس جاہل نے حضرت عیسی علیہ السلام سے کہا حضرت جی یہ تین اینٹیں ہیں، ایک تو آپ لیں گے ایک مجھے دیں گے، یہ تیسری اینٹ جو ہے اس کا کیا ہوگا؟ ہمارے پاس اس کے کاٹنے کا کوئی انتظام تو ہے نہیں۔ حضرت نے فرمایا تیسری اینٹ کو کاٹنے کی کوئی ضرورت نہیں، ایک اینٹ ہم آپ کو دیں گے اور ایک اینٹ ہم لے لیں گے۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ اس جاہل سے رہا نہ گیا اور بول پڑا کہ تیسری اینٹ کا کیا ہوگا؟ حضرت نے فرمایا یہ تیسری اینٹ اس کی ہے جس نے تیسری روٹی کھائی ہو۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا حضرت جی وہ تیسری روٹی تو میں نے ہی کھائی تھی، سونے کی اینٹ کی لالچ میں تیسری روٹی کھانے کا اقرار کر ہی لیا، حالاں کہ اب تک دو ہی بتا رہا تھا۔ جب اس نے تیسری روٹی کا اقرار کر لیا تو حضرت نے فرمایا تینوں اینٹیں تو لے جا۔ یہ کہہ کر حضرت آگے چل پڑے۔

جاہل سوچنے لگا کہ تینوں اینٹیں گھر کیسے پہنچائی جائیں، وزن اس قدر تھا کہ صرف دو ہی اینٹیں اس سے اٹھ رہی تھیں اور تیسری کو چھوڑنے کے لئے دل تیار نہیں ہو رہا تھا۔ اسی سوچ میں

کھڑا تھا کہ اتفاق سے تین ڈاکو آ گئے اور اس کے پاس سونے کی تین اینٹیں دیکھ کر اس کو قتل کر دیا اور ایک ایک اینٹ پر تینوں نے قبضہ کر لیا۔ پھر تینوں ڈاکو آپس میں سوچنے لگے کہ بڑی آسانی سے مال مل گیا، اب ہم میں سے کوئی آدمی قریب کے قصبہ میں جا کر ناشتہ وغیرہ لے آئے اور کھا پی کر پھر چلیں۔ چنانچہ ان تینوں میں سے ایک آدمی مٹھائی وغیرہ لینے کے لئے چلا گیا اور ان دو آدمیوں نے جو وہیں جنگل میں بیٹھے ہوئے تھے آپس میں مشورہ کر لیا کہ جب وہ مٹھائی وغیرہ لے کر آئے تو اس کی گردن ماردی جائے تاکہ تینوں اینٹیں ہماری ہو جائیں۔ ڈاکو تو مرتے ہی رہتے ہیں ہم سے کون پوچھے گا کہ وہ کہاں گیا اور اگر پوچھے گا بھی تو کہہ دیں گے کہ مارا گیا۔ ادھر جو مٹھائی لینے گیا تھا اس کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالدی کہ اس میں زہر ملا کر لے جا، تاکہ وہ دونوں مر جائیں اور تینوں اینٹیں میری ہو جائیں، چنانچہ وہ وہیں سے زہر ملا کر مٹھائی لے آیا۔ جب مٹھائی لے کر جنگل میں پہنچا تو ان دونوں نے اس کی گردن ماردی اور وہ وہیں تڑپ کر مر گیا۔ پھر اطمینان سے دونوں مٹھائی کھانے بیٹھے، مٹھائی میں زہر ملا ہوا تھا۔ چنانچہ مٹھائی کھا کر وہ دونوں بھی وہیں ڈھیر ہو گئے۔

دوسرے دن حضرت عیسی علیہ السلام وہاں سے گزرے تو دیکھتے ہیں کہ تین سونے کی اینٹیں پڑی ہوئی ہیں اور چار لاشیں۔ یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر آپ نے فرمایا: یہ ہے دنیا!!

فائدہ

دنیا کی طلب اور حرص کیا کیا کراتی ہے اور کس انجام کو پہنچاتی ہے۔ یہ جاہل اللہ کے رسول حضرت عیسی علیہ السلام کے کئی معجزات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اولاً آپ سے جھوٹ بولتا رہا، اس کے بعد سونے کی اینٹوں کی لالچ میں اقرار کیا، جب کہ یہی اینٹیں اس کے قتل کا سبب بنیں، اور خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہوا۔ دوسری طرف جن ڈاکوؤں نے ان اینٹوں کے لئے اس

Scanned by CamScanner

کاقتل کیا ان کی بھی جان اسی کی طلب میں چلی گئی اور وہ اینٹیں وہیں کی وہیں پڑی رہ گئیں۔کس قدر عبرت کا مقام ہے، دنیا میں جتنے جھگڑے، فساد لڑائیاں اور قتل آئے دن ہوتے رہتے ہیں وہ سب قریب قریب دنیا اور اسباب دنیا کے لئے ہی ہوتے ہیں۔کسی کو قتل کرنے والا قتل کر کے سمجھتا ہے کہ اب اطمینان کی زندگی گزاروں گا، لیکن اس کی تمنا پوری نہیں ہوتی اور کچھ دنوں کے بعد وہ بھی دنیا سے چل دیتا ہے اور وہ دولت جس کے لئے دوسرے کو قتل کیا تھا یا دھوکہ دے کر لے لیا تھا وہ دنیا ہی میں رہ جاتی ہے۔بھلا آدمی وہ ہے جو اپنی اصلاح کرے اور انبیاء کے بتائے ہوئے راستے پر چلے۔**وماتوفیقی الا باالله**

☆☆☆☆

(۶)

﴿جو سمجھانے سے نہ سمجھے اس سے خدا ہی سمجھے﴾

شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں اکثر وعظ اور نصیحت کے لئے علماء کرام بلائے جاتے ہیں۔تو ایک چھوٹا سا دیہات تھا وہاں کے لوگوں نے ایک بہت بڑے عالم کو بلایا، عالم صاحب عربی فارسی زیادہ جانتے تھے اس وجہ سے اردو کے الفاظ کم استعمال کرتے تھے۔عموماً یہ دیکھا بھی گیا ہے کہ زیادہ پڑھے لکھے عالم صاحبان سادی عام فہم زبان میں بولنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

لہٰذا جب تقریر شروع ہوئی تو وہ عالم صاحب اپنی تقریر میں عربی فارسی کے الفاظ زیادہ استعمال کرنے لگے۔دو تین گھنٹہ وعظ کہنے کے بعد مولوی صاحب نے کہا کیوں بھائی صاحب آپ لوگ سمجھ گئے؟ دیہات کے آدمی تھے تقریر میں اونچے الفاظ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں سمجھ پا

ئے تھے اس وجہ سے مارے شرم کے سب لوگوں نے خاموشی اختیار کرلی اور آپس میں مشورہ کیا کہ کل بھی مولوی صاحب کو روک لیا جائے، حالاں کہ پروگرام صرف ایک دن کا ہی تھا لیکن بات سمجھ میں نہ آنیکی وجہ سے روک لینے کا مشورہ ہوا۔جماعت میں سے ایک آدمی نے کہا کہ کل بھی مولوی صاحب یہی پوچھیں گے کہ سمجھ گئے؟ تو پھر اس کا جواب ہم کیا دیں گے؟ جماعت والوں نے طے کرلیا کہ مولوی صاحب کے داہنے جانب بیٹھنے والے ہاں کہہ دیں کہ ہم سمجھ گئے اور بائیں جانب بیٹھنے والے کہہ دیں کہ ہم نہیں سمجھ پائے۔چنانچہ مولوی صاحب کو روک لیا گیا اور دوسرے دن بھی اسی طریقے سے بیان ہوا، جس طرح پہلے دن ہوا تھا۔وعظ ختم ہونے پر مولوی صاحب نے کہا کیوں بھائی سمجھ گئے؟ جس طرح آخر میں کہنے کی عادت تھی۔تو حسب پروگرام داہنی جانب والوں نے کہا ہاں مولوی صاحب ہم سمجھ گئے اور بائیں جانب والوں نے کہا ہم تو نہیں سمجھے۔اس پر مولوی صاحب نے جواب میں کہا جو لوگ سمجھ گئے وہ نہ سمجھنے والوں کو سمجھا دیں، یہ کہہ کر دعا مانگ لی۔

پھر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور مشورہ میں یہی طے پایا کہ مولوی صاحب کو ایک دن کے لئے اور روک لو۔لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب کو روک تو لیں اور مولوی صاحب رک بھی جائیں گے لیکن مولوی صاحب وعظ کے بعد پھر پوچھیں گے کیوں بھائی سمجھ گئے؟ تو اس کا جواب ہمارے پاس کیا ہوگا؟ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اگر مولوی صاحب کہیں کہ کیوں بھائی سمجھ گئے تو جماعت میں سے ایک آدمی بھی ہاں نہ کہے تاکہ مولوی صاحب اور زیادہ سمجھائیں۔چنانچہ یہ بات طے ہوگئی اور مولوی صاحب کو تیسرے دن بھی روک لیا۔تیسرے دن کی تقریر ختم ہونے پر مولوی صاحب نے حسب معمول کہا: کیوں بھائی سمجھ گئے؟ اب ساری جماعت میں سے کسی ایک آدمی نے بھی ہاں نہیں کہا سب کے سب خاموش بیٹھے رہے صرف ایک آدمی

Scanned by CamScanner

نے کہا مولوی آپ کی تقریر کی کوئی بات پلے ہی نہیں پڑی، کوئی سمجھ نہیں پایا۔اس پر مولوی صاحب نے کہا ''جو سمجھانے سے نہ سمجھے اس سے خدا ہی سمجھے'' یہ کہہ کر مولوی صاحب نے دعاء مانگ لی اور جلسہ ختم ہوگیا۔

فائدہ

وعظ ونصیحت کرنا، وعظ کرانا اور سننا یہ سب اللہ تعالی کے یہاں جواب دہی کے کام ہیں، کوئی کھیل تماشہ نہیں ہیں وعظ کرنے والا دوسروں کو نصیحت کررہا ہے لیکن خود عمل نہیں کرتا تو اس کے پاس قیامت کے دن کوئی جواب نہیں ہوگا اور وعظ کرانے والے بھی اگر عمل نہیں کریں گے تو ان سے بھی پوچھ ہوگی نیز وعظ سننے والوں سے بھی کہ دین کی بات سننے کے بعد تم لوگوں نے کیوں عمل نہیں کیا۔وعظ کہنے والے کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ سامعین کا لحاظ رکھ کر ان کے معیار کے مطابق گفتگو کرے اور مقصد دین کی بات پہنچانا ہو نہ کہ اپنی قابلیت چھانٹنا۔اللہ تعالی ہم سب کو دین کی بات صحیح طور پر کہنے، سننے اور عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔(آمین)

☆☆☆☆

(۷)

﴿اس سے زیادہ بوجھ نہیں اٹھا پاؤں گی﴾

ایک قصبہ تھا وہاں کے لوگوں نے بہت بڑے جلسے کا انتظام کیا اور بہت ہی بڑے عالم

صاحب کو وعظ کے لئے بلایا۔جس دن جلسہ تھا دور دور سے لوگ وعظ سننے کے لئے آرہے تھے۔لوگوں نے ایک بوڑھی عورت سے کہا: امّی جلسہ ہو رہا ہے، مولوی صاحب بیان کریں گے آپ وعظ سننے چلوگی؟ بڑھیا نے کہا ہاں چلوں گی۔چنانچہ وہ بڑھیا بھی لوگوں کے ساتھ چل پڑی اور کنارے جا کر بیٹھ گئی۔وعظ کے دوران مولوی صاحب نے ایک مسئلہ بیان کیا کہ سخت زمین پر پیشاب ہرگز نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ پیشاب کے چھینٹے جہاں جہاں پڑیں گے وہیں سے عذاب ہوگا اور آگ لگے گی، لھذا نرم زمین ہو یا ریتلی اس جگہ پیشاب کروگے تو چھینٹوں کے عذاب سے بچ جاؤ گے۔

پوری تقریر میں بڑھیا کو یہی ایک بات سمجھ میں آئی تو اس بڑھیا نے عذاب سے بچنے کے لئے یہ ترکیب نکالی کہ جب کہیں باہر جانا ہوتا تو پانچ کیلو ریت اور بالو کا پوٹلہ باندھ کر ساتھ میں لے لیتی۔جب پیشاب کرنے کی حاجت ہوتی تو اس پوٹلے میں سے تھوڑی سی ریت نکال کر زمین پر رکھتی اور پھر بڑے احتیاط سے اس ریت پر پیشاب کرتی تاکہ چھینٹیں اڑ کر پیروں پر نہ پڑیں۔اسی طرح بڑھیا کو ایک سال گذر گیا اور پانچ کیلو ریت کا پوٹلہ ڈھوتے ڈھوتے اس کے ناک میں دم ہوگیا۔

دوسرے سال لوگوں نے پھر جلسے کا اہتمام کیا اور دور دور سے لوگ آنے لگے۔اتفاق سے پھر بڑھیا سے کسی نے پوچھا: امّی چلوگی وعظ سننے؟ جو اگلے سال مولوی صاحب آئے تھے وہی پھر آئے ہیں۔تو بڑھیا نے کہا: گئے سال وعظ سنی تھی تو پانچ کیلو ریت کا پوٹلہ سر پر آگیا، اب اس سے زیادہ وزن مجھ سے نہیں اٹھ پائے گا۔

فائدہ

اللہ رب العزت کی ذات سے کیا بعید اسے اس بڑھیا کا یہی عمل پسند آگیا ہو اور اس کی

Scanned by CamScanner

مغفرت کے لئے یہی کافی ہوگیا ہو۔ جولوگ وعظ ونصیحت کی مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور دین کی باتیں سنتے ہیں کاش کہ سب میں عمل کا یہی جذبہ پیدا ہو جاتا۔

☆☆☆☆

(۸)

﴿اس نے تو ہریجن کے کنویں کا پانی پیا ہے﴾

ایک زمانہ تھا جب ہریجن جماعت کو بہت ہی حقیر سمجھا جاتا تھا۔ان لوگوں کے رہنے کا محلّہ قصبے سے دور ہوتا تھا، پانی پینے کا کنواں الگ ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک واقعہ ہے کہ پانچ آدمی سفر میں جارہے تھے، راستے میں پیاس نے بہت ستایا، گرمی کا موسم تھا، اتفاق سے ہریجن جماعت کا کنواں آگیا تو آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ چلو سب کے سب اس کنویں کا پانی پی لیں اور سب مل کر عہد کریں کہ یہ بات کسی دوسرے سے نہ کہیں گے کہ ہم نے ہریجن کے کنویں کا پانی پیا ہے۔ پانچ آدمیوں میں سے چار متفق ہو گئے ایک آدمی نے کہا میں تو ہرگز نہیں پیوں گا یہ کہہ کر چل دیا۔ چار آدمیوں نے اس کنویں سے پانی نکالا اور پیا، اس کے بعد چلے۔
جس کے یہاں مہمان بن کر جارہے تھے اس کے گھر پانی نہ پینے والا آدمی پہلے پہنچ گیا اور ان چار آدمیوں کی بات کہہ دی کہ ان لوگوں نے ہریجن کے کنویں کا پانی پیا ہے۔ ہریجن کے کنویں کا پانی پینا ان کے مذہب کے بالکل خلاف تھا۔ میزبان نے کہا اگر ایسا ہے تو ہم ان کو اپنے گھر میں نہیں آنے دیں گے، کچھ دیر کے بعد وہ چار آدمی جنھوں نے ہریجن کے کنویں کا پانی پیا تھا وہ بھی آ گئے

، جیسے ہی گھر میں گھسے تو دیکھا کہ وہ آدمی جس نے ہریجن کے کنویں کا پانی نہیں پیا تھا چارپائی کے اوپر بڑے ٹھاٹھ سے بیٹھا ہوا تھا، یہ چاروں آدمی ایک آواز ہو کر بول اٹھے اور میزبان سے کہا اس آدمی کو اپنے گھر میں کیوں بٹھایا ہے اس نے تو ہریجن کے کنویں کا پانی پیا ہے۔اس نے کہا میں نے نہیں بلکہ ان لوگوں نے پیا ہے۔ آخر یہ ہوا کہ وہ چار آدمی سچے سمجھے گئے اور اس ایک آدمی کو جو سچا تھا جھوٹا قرار دے کر گھر سے نکال دیا گیا اور یہ چاروں بڑی شان سے میزبان کے گھر چارپائی کے اوپر جا کر بیٹھ گئے۔

فائدہ

یہی حالت ہر جگہ ہوگئی ہے کہ سچے اور حق پرست کم ہیں اور جھوٹے، مکار دغاباز، چور اور ڈاکو زیادہ۔ سچوں اور حق پرستوں کو بیوقوف، ذلیل اور حقیر سمجھا جانے لگا ہے۔اس کے بالمقابل جھوٹے، مکاروں اور ڈاکوؤں کو عزت دی جانے لگی ہے اور انھیں عقل مند و دانا گردانا جانے لگا ہے۔ رب ذوالجلال ہی اس غلط سوچ کو بدل سکتا ہے۔

☆☆☆☆

(۹)

﴿منّی لال بنیا وہابی ہوگیا ہے﴾

ایک چھوٹا سا قصبہ تھا، اس میں زیادہ تر مسلمان رہتے تھے۔اس قصبہ میں ایک خاندان بنئے کا بھی تھا اس کی دوکان قصبہ ہی میں تھی اور قصبہ میں یہ ایک ہی دوکان تھی دیہاتوں

Scanned by CamScanner

میں رواج ہوتا ہے کہ دوکان سے ضرورت کا سامان کھانے پینے کا آپ کو جو چاہیئے مل جاتا ہے اور اس کا پیسہ نقد نہیں دینا پڑتا بلکہ ایک سال کے بعد جب غلّہ کی فصل آتی ہے اس وقت اس بنیے کو سال بھر کے خریدے ہوئے سامان کے بدلے غلّہ دیدیا جاتا ہے قصبہ والے قریب قریب سب ہی اس طرح کا لین دین کرتے ہیں۔ ایسے گاؤں میں جو امام نماز پڑھانے کے لئے رکھا جاتا ہے اس کو بھی غلّہ کے موسم میں جماعت کی طرف سے غلّہ ہی دیا جاتا ہے، وہی اس کی تنخواہ ہوتی ہے نقد رقم نہیں دی جاتی۔ تو جس طرح سے قصبہ والے بنیے سے لین دین کرتے ہیں اسی طرح سے وہاں کے امام صاحب بھی بنیے سے سامان وغیرہ لیتے رہتے ہیں اور جب فصل کے موقعہ پر ان کو غلّہ ملتا ہے تو وہ بھی بنیے کو غلّہ ادا کر دیتے ہیں۔

ایک سال امام صاحب کے اوپر کچھ قرض زیادہ ہوگیا اس وجہ سے وہ بنیے کو پورا غلّہ نہیں دے سکے، بنیے نے امام صاحب سے سخت تقاضہ کیا اور آئندہ کے لئے سامان دینا بند کر دیا۔ یہ بات مولوی صاحب کو بہت کھٹکی اور سوچنے لگے کہ بنیے سے جان چھڑانے کے لئے کیا ترکیب کی جائے اس نے ایک بات اپنے دل میں سوچی اور جمعہ کی نماز سے پہلے امام صاحب نے جماعت کی طرف مخاطب ہو کر کہا: آپ صاحبان بہت ہی بھولے بھالے ہیں، دین کی کچھ خبر نہیں ہے۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ آپ لوگوں کو دین سے ہٹانے کے لئے ہمارے قصبہ میں کیا کیا سازشیں ہو رہی ہیں؟ یہ منّی لال بنیا وہابی ہوگیا ہے اور وہابیوں سے ملا ہوا ہے، اس لئے اس سے بات چیت کرنا اور اس کے یہاں لین دین کرنا حرام ہے۔ قصبے اور دیہات کے لوگ بہت ہی بھولے قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ امام صاحب کا یہ اعلان سن کر سب کے سب چونک اٹھے اور آپس میں کہنے لگے: ہمارے قصبے میں بھی وہابی کے قدم آ گئے۔ چنانچہ سب جماعت والوں نے اس بنیے کے یہاں لین دین بند کر دیا۔ دو چار دن ہو گئے۔ جب

قصبے کا کوئی آدمی سودا لینے کے لئے نہیں آیا تو بنیے کا ایک مخصوص چاہنے والا مسلمان دوست تھا اس کے یہاں رات کو بارہ بجے منّی لال بنیا گیا اور دوکان پر لوگوں کے نہ آنے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ تیرا عقیدہ خراب ہوگیا ہے اور تیرے اوپر وہابیت کا اثر آ گیا ہے۔ اسلئے آپ سے ہم لوگ سودا بالکل نہیں خریدیں گے۔ منّی لال نے کہا بھائی میرے میں وہابیت کا اثر آ گیا ہے یہ آپ صاحبوں سے کس نے کہا؟! اس نے کہا ہمارے امام صاحب نے بتایا۔

منّی لال بنیا تھا بڑا سمجھدار وہ سمجھ گیا کہ میں نے مولوی صاحب سے جو قرض ادا کرنے کے لئے سختی سے تقاضا کیا تھا اسی وجہ سے اس نے ایسی بات بنائی ہے۔ چنانچہ دوسری ہی رات کو بارہ بجے منّی لال ڈھیر سا کھانے پینے کا سامان ایک ٹوکرے میں رکھ کر مولوی صاحب کے گھر پہنچا اور آہستہ سے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹائی تو اندر سے آواز آئی کہ کون ہے؟ منّی لال نے آہستہ سے جواب دیا کہ آپ کا خادم منّی لال۔ مولوی صاحب گئے کہ بیٹا پھنسا ہے تو آیا ہے۔ مولوی صاحب نے دروازہ کھولا تو منّی لال نے ان کی خدمت میں مال سے بھرا ہوا ٹوکرا پیش کر دیا اور کہا کہ آپ ذرا سی بات پر ہم سے ناراض ہو گئے۔ جو رقم آپ کے اوپر قرض تھی اس کو ہم نے معاف کر دیا اور آئندہ جب کوئی ضرورت ہو تو یہ آپ ہی کی دوکان ہے، جو چاہیں جتنا چاہیں لے جائیں ہم آپ سے کبھی تقاضہ نہیں کریں گے۔ آپ جماعت والوں سے کہہ دیں کہ وہ میری دوکان سے لین دین چالو رکھیں۔ مولوی صاحب نے کہا منّی لال تم بالکل مت گھبراؤ، آنے والے جمعہ کو میں کہہ دوں گا۔ بنیا مہا چالاک ہوتا ہے، اس نے سوچا کہ ایک مولوی صاحب کو بھلے مفت دینا پڑے، یہ رقم تو ہم دوسروں سے وصول کر لیں گے۔

دوسرا جمعہ آیا تو مولوی صاحب جماعت کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا: اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ میں نے اللہ تعالیٰ سے رات رات بھر رو کر، گڑگڑا کر دعائیں مانگیں الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا

Scanned by CamScanner

قبول کرلی، وہ خوش خبری یہ ہے کہ منّی لال بنیے نے وہابیت سے توبہ کرلی اور اہل سنت والجماعت میں ہوگیا۔ اللہ کا بہت بڑا کرم ہوگیا کہ ہمارا قصبہ وہابیت سے پاک ہوگیا۔ لہٰذا اس اعلان کے بعد آپ لوگ جس طرح پہلے منّی لال سے لین دین کرتے تھے اسی طرح شروع کردیں۔

فائدہ

مولویانہ لباس میں دنیاداروں نے اپنی دنیا بنانے کے لئے نہ جانے کس کس طرح قوم کو گمراہ کیا۔ کبھی چالیسویں کے نام پر روپے وصول کئے تو کبھی فاتحہ خوانی کے نام پر، کبھی مزاروں پر چادریں چڑھوائیں تو کبھی سجدہ کروایا۔ اگر کسی نے اس پر نکیر کی تو اسے دیوبندی، وہابی یا کافر کہہ کر مطعون کیا گیا، جماعت سے نکال دیا گیا اور ستایا گیا۔ مستزاد اس پر یہ کہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہنے پر اصرار۔ اللہ رب العزت بچائے اس گمراہی سے۔ (آمین)

☆☆☆☆

(۱۰)

گیدڑ کا سرٹیفکٹ

ایک گیدڑ تھا اس کو چھپے ہوئے کاغذ کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا وہ کاغذ کے ٹکڑے کو لیکر جنگل میں پہنچا اور سب گیدڑوں کو جمع کر کے کہنے لگا کہ ہم کو حکومت کی طرف سے یہ سند ملی ہے، یعنی سرٹیفکٹ۔ اب ہم کہیں بھی کسی قصبہ یا گاؤں میں جائیں ہم کو کتے نہیں بھوکیں گے۔ دوسرے گیدڑوں نے کہا ہم کو کیسے یقین آئے کہ ہمیں کتے نہیں بھوکیں گے۔ تو اس گیدڑ نے کہا

یہ میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے تم کو یقین نہیں آتا تو اس سند کو پڑھ لو جو ہم کو حکومت کی طرف سے ملی ہے۔ دوسرے گیدڑوں نے کہا کہ ہم پڑھنا نہیں جانتے۔ اس گیدڑ نے کہا اگر آپ صاحبان پڑھنا نہیں جانتے تو میری بات پر یقین کرلو۔ چنانچہ سب گیدڑوں نے اس کی سند پر یقین کرلیا اور سب مل کر پورا ریوڑ کا ریوڑ ایک قصبے کی طرف روانہ ہوا، جب قصبہ قریب آگیا اور کتوں کی نظر گیدڑوں پر پڑی تو پورے قصبے کے کتے ان گیدڑوں کی طرف دوڑ پڑے، کتوں کو دیکھ کر گیدڑوں میں بھگدڑ مچ گئی اور جس گیدڑ کے پاس سند تھی وہ سب سے آگے آگے بھاگا جا رہا تھا۔ پیچھے پیچھے آنے والے گیدڑوں نے اس سند والے گیدڑ سے کہا ارے بھائی ٹھہر جا اور اپنی سند ان کتوں کو دکھا دے۔ تو سند والا گیدڑ بھاگتے بھاگتے کہنے لگا تم سب بھاگتے رہو، یہ کتے جو پیچھے آرہے ہیں وہ سب کے سب تمہاری ہی طرح ان پڑھ ہیں ان میں کوئی بھی پڑھا لکھا نہیں ہے۔

فائدہ

ہمارے ملک ہندوستان میں بریلوی فرقہ کے گیدڑ جیسی سند رکھنے والے مولویوں کا یہی حال ہے، خود کچھ پڑھتے لکھتے نہیں ہیں، کسی طرح کہیں سے سند حاصل کرلیتے ہیں پھر جبّہ دستار باندھ کر اسٹیجوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور قوم کو غلط باتیں بتا کر جھگڑے فساد کراتے ہیں، تفرقہ ڈالتے ہیں۔ اور جب قوم میں سے کوئی عقل مند آدمی کہتا ہے کہ مولانا صاحب آپ کی یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں، ایسا نہ ہوگا؟ تو کہتا ہے کہ تمہیں کیا معلوم تم پڑھے لکھے تو ہو نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ دیوبندیوں کی کتابیں کفریات سے بھری پڑی ہیں۔ اس لیے انھیں ہاتھ بھی مت لگا

Scanned by CamScanner

پیئے گا اور نہ ان کے علماء کی باتیں سنیئے گا ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ الحاصل پڑھے لکھے نہ ہونے کی وجہ سے خود بھی صحیح بات نہیں بتا پاتے اور نہ پڑھے لکھے لوگوں سے ملنے دیتے ہیں کہ صحیح بات معلوم کر سکیں۔ چنانچہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور قوم کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ بچائے اس گمراہی سے۔ (آمین)

☆☆☆☆

(۱۱)

﴿تیلی کا بیل﴾

ایک آدمی بہت بڑا سائنس داں تھا، سائنسی تحقیق کے سلسلے میں کسی سفر پر تھا، راستے میں ایک قصبہ آیا وہاں اس نے دیکھا کہ ایک کولہو چل رہا ہے اور لکڑی کے ستون میں سے تیل نکل رہا ہے۔ یہ دیکھ کر اسے بڑا تعجب ہوا، سوچنے لگا کہ یہ کیسی مشین ہے؟ کولہو میں جو بیل چل رہا تھا اس کے گلے میں گھنٹی بندھی ہوئی تھی، سائنس داں نے تیلی سے پوچھا کہ اس بیل کے گلے میں گھنٹی کیوں باندھ رکھی ہے۔ تیلی نے جواب دیا ہم کبھی گھر چلے جاتے ہیں یا کسی گراہک سے بات کرنے لگتے ہیں تو بیل چلتے چلتے کبھی کھڑا ہو جاتا ہے، تو گھنٹی بجنا بند ہو جاتی ہے۔ جس سے ہم سمجھ جاتے ہیں کہ بیل رک گیا ہے چل نہیں رہا ہے، تو ہم دور ہی سے آواز دیتے ہیں چل چل، ہٹ ہٹ تو وہ پھر چلنے لگتا ہے۔ سائنس داں نے کہا اگر بیل چلے نہیں اور کھڑے کھڑے صرف اپنا سر ہلاتا رہے، جس کی وجہ سے گھنٹی بجتی رہے تو پھر کیا ہوگا؟ اس تیلی نے کتنا اچھا جواب دیا، تیلی بولا محترم یہ آپ کے جتنا پڑھا لکھا نہیں ہے ورنہ یہ بھی کرتا۔ اس طرح کی حرکتیں اور بے

ایمانیاں زیادہ تر پڑھے لکھے لوگ ہی کرتے ہیں۔

فائدہ

مذہبی جھگڑے ہوں یا سیاسی اکثر اس کے بانی مبانی پڑھے لکھے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح دجل، فریب، دھوکہ دہی اور نفاق بھی اکثر پڑھے لکھے لوگوں ہی میں پایا جاتا ہے۔ جاہل آدمی اکثر سیدھا سادہ اور بھولا بھالا ہوتا ہے۔ اسی لئے اکابر فرماتے ہیں کہ پڑھنے کے بعد کسی شیخ کامل سے وابستہ ہو کر روحانی بیماریوں کا علاج کرا لینا چاہیئے تا کہ صلاح اور ورع پیدا ہو جائے اور دل اخلاق رذیلہ سے پاک ہو کر اخلاق حمیدہ سے متصف ہو جائے۔

☆☆☆☆

(۱۲)

﴿کنویں کا مینڈک﴾

ایک مرتبہ بارش بہت ہوئی، دریا میں سیلاب آ گیا، جس کی وجہ سے پانی اوپر بہنے لگا، ایک کنواں تھا سیلاب کا پانی اس میں گرنے لگا، اتفاق سے اس پانی کے ساتھ دریا کا ایک مینڈک اس کنویں میں گر گیا کنویں کے اندر جو مینڈک تھے سب جمع ہو گئے اور اس دریا کے مینڈک سے پوچھنے لگے تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ مینڈک نے جواب دیا میں دریا کا رہنے والا ہوں۔ کنویں کے مینڈکوں نے پوچھا دریا کیا چیز ہے؟ دریا کے مینڈک نے کہا: دریا بہت بڑا ہوتا ہے۔ کنویں کے ایک مینڈک نے ایک کدی ماری اور کہا اتنا بڑا ہوتا ہے؟ اس نے کہا وہ

Scanned by CamScanner

تو بہت بڑا ہوتا ہے۔اس مینڈک نے دوسری کدڑی ماری اور کہا اتنا بڑا ہوتا ہے؟ دریا کے مینڈک نے کہا دریا تو بے حساب بڑا ہوتا ہے۔کنویں کے مینڈک نے پھر تیسری کدڑی ماری تو کنویں کے دوسرے کنارے پہنچ گیا اور دریا کے مینڈک سے پوچھا اس سے بھی بڑا ہوتا ہے؟ دریا کے مینڈک نے کہا: دریا اس قدر بڑا ہوتا ہے کہ ہم اس کی لمبائی چوڑائی کا حساب نہیں لگا سکتے۔یہ بات سن کر سب مینڈک ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ مینڈک وہابی معلوم ہوتا ہے، ہمارے باپ دادا نے اتنا بڑا دریا نہیں دیکھا جتنا تو بتا رہا ہے۔

فائدہ

بہت سے جاہلوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ دین کے نام پر بدعات وخرافات کرتے رہتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ کام کرنا صحیح نہیں ہے، بدعت ہے، شرک ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے دادا بابا کو یہی کرتے دیکھا۔اس لئے ہم آپ کی بات نہیں مان سکتے۔حالاں کہ ان کے باپ دادا بھی جاہل تھے اور یہ خود بھی۔دین کی کچھ بھی معلومات نہیں ہوتی اس کے باوجود عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور دلیل پکڑتے ہیں۔

جب کہ دین کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس کے سامنے عام لوگوں کی مثال کنویں کے مینڈک سے زیادہ نہیں۔

اس لئے عوام کو چاہئے کہ راسخ فی العلم علماء سے دین کی رہنمائی حاصل کیا کریں نہ کہ دادا بابا کے قول وعمل سے۔اللہ تعالیٰ صحیح طریقے سے دین پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)

☆☆☆☆

(۱۳)

﴿اس قبرستان کے مردوں سے مجھے شرم آتی ہے﴾

ایک حکیم صاحب تھے، وہ جب بھی قبرستان میں فاتحہ پڑھنے کے لئے جاتے تو اپنے منہ پر نقاب ڈال کر جاتے۔ایک مرتبہ کسی نے پوچھا حکیم صاحب آپ شہر میں ہر جگہ آتے جاتے ہیں لیکن میں نے آپ کو نقاب ڈالے ہوئے کبھی نہیں دیکھا اور جب آپ قبرستان میں فاتحہ پڑھنے کو جاتے ہیں تو نقاب ڈال کر جاتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ حکیم صاحب نے جواب دیا اس قبرستان میں جتنے لوگ دفن ہیں وہ قریب قریب میرے ہی علاج سے مرے ہیں، مجھے ان سے شرم آتی ہے اس لئے میں نقاب ڈال کر فاتحہ پڑھنے آتا ہوں کہ یہ لوگ مجھے پہچان نہ لیں۔

فائدہ

قیامت کے دن یہی حال ان علماء اور قائدین کا ہوگا جنھوں نے اپنے دنیاوی مقاصد کی خاطر لوگوں کو گمراہ کیا اور پیسہ لے کر غلط مسئلے بتلائے۔قیامت کے دن ان کا سر شرم سے جھکا ہوگا اور ان لوگوں سے چہرہ چھپائے پھریں گے جنھیں گمراہ کیا تھا۔قیامت کی ہولناکیوں سے اللہ ذوالجلال حفاظت فرمائے (آمین)

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۴)

﴿پرانے چاند سے اللہ تعالی ستارے بناتا ہے﴾

ایک قصبہ تھا اس میں ایک ہی مسجد تھی، اس مسجد میں ایک مولوی صاحب کو امامت کے لئے رکھا تھا مگر وہ مولوی بڑا شرارتی تھا، قصبے کے لوگ سمجھ دار تھے اس لئے اسے امامت سے ہٹا دیا اور دوسرے ایک پرہیزگار عالم کو لاکر امام بنا دیا۔ پہلے والا مولوی بعد میں آنے والے امام صاحب سے بہت چڑھتا تھا۔ اس کو بے عزت کرنے کے پہلو ہر وقت سوچتا رہتا تھا۔ چنانچہ امام صاحب کو بدنام کرنے کے لئے ایک روز ایک آدمی کو ایک مسئلہ سمجھا کر پوچھنے کے لئے بھیجا اور جس آدمی کو بھیجا تھا وہ بھی اڑیل قسم کا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ اللہ تعالی ہر مہینے نیا چاند نکالتا ہے تو پرانے چاند کو کہاں رکھتا ہے؟ جاہلوں کو اس قسم کے مشغلوں میں بڑا مزہ آتا ہے، چنانچہ وہ امام صاحب کے پاس گیا اور کہا امام صاحب آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، امام صاحب نے کہا پوچھو کیا پوچھنا ہے۔ اس نے کہا ہر مہینے اللہ تعالی نیا چاند نکالتا ہے تو پرانا چاند کہاں رکھتا ہے؟ امام صاحب سمجھ گئے کہ یہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ پہلے مولوی کی شرارت ہے۔ امام صاحب نے کہا یہ مسئلہ ذرا غور طلب ہے لہٰذا کتاب دیکھنی پڑے گی، کل میں کتاب دیکھ کر جواب دوں گا۔ بات ٹالنے کے لئے اس طرح کا جواب دے دیا اس لئے کہ یہ کوئی مسئلہ تو تھا نہیں۔ اب بیچارے امام صاحب کیا کریں اللہ تعالی سے دعائیں کرنے لگے کہ باری تعالی یہ فسادی ہے اور اس کا بنیادی مقصد فساد کرنا ہے لہٰذا اس سے میری حفاظت فرما، عزت آبرو تیرے ہاتھ میں ہے تو ہی لاج رکھنے والا ہے۔ اس کا گڑگڑانا اللہ تعالی کو پسند آ گیا اور بچاؤ کا ذریعہ اللہ تعالی نے بنا دیا۔ دوسرے دن وہ جاہل مسئلہ پوچھنے کے لئے مولوی صاحب کے پاس جا رہا تھا تو راستے

میں اس کا ایک دوست ملا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا مولوی پھنس گیا ہے، اس سے کل ایک مسئلہ پوچھا تھا تو اس نے آج بلایا ہے۔ اس کے دوست نے کہا ارے تجھے مسئلے کی ضرورت کب سے پڑ گئی، نماز روزے سے تو تجھے مطلب نہیں چلا ہے مسئلہ پوچھنے، مسئلہ چھوڑ اور میرے ساتھ چل سنیما دیکھنے، تیرے مسئلے کا جواب تو میں خود دے دوں گا۔

اس نے کہا مولوی صاحب تو میرے مسئلے کا جواب دے نہیں سکے بھلا تو کیا جواب دے گا۔ اس کے دوست نے کہا اگر تیرے مسئلے کا جواب میں دے دوں تو سنیما کے ٹکٹ اور ناشتے پانی کا سب خرچ تو دے گا اور اگر جواب نہیں دے سکا تو سب خرچ میں دوں گا۔ دونوں میں شرط منظور ہو گئی، اب اس کے دوست نے کہا بتا تیرا مسئلہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہر مہینے اللہ تعالی نیا چاند نکالتا ہے تو پرانا چاند کہاں رکھتا ہے۔ اس کے دوست نے کہا بس اتنی سی بات ہے جس کی وجہ سے تو کہتا ہے کہ میرے مسئلہ میں مولوی پھنس گیا ہے اور سیدھے سادے مولوی کو پریشان کر رہا ہے۔ تیرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جو چاند پرانا ہو جاتا ہے وہ بہت پتلا اور باریک ہو جاتا ہے تو اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اللہ تعالی ستارے بناتا ہے۔ یہ آسمان پر جو چمک رہے ہیں وہ کیا ہیں چاند کے باریک باریک ٹکڑے ہی تو ہیں۔ اس کے جواب سے وہ مطمئن ہو گیا اور ناشتے پانی کا سارا خرچ برداشت کیا۔

فائدہ

دنیادار اور غلط قسم کے مولوی اگر کسی علاقے میں پہنچ جاتے ہیں تو پوری جماعت میں انتشار پیدا کر دیتے ہیں۔ اس لئے غلطی سے اگر کسی ایسے آدمی کا تقرر ہو جائے تو فوراً اسے چلتا کر دینا چاہئے اور اس کی جگہ کسی صالح آدمی کا تقرر کر لینا چاہئے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۵)

﴿جسے بُرا سمجھا تھا وہی اچھا تھا﴾

دس آدمی ایک ساتھ کسی کام سے کہیں جا رہے تھے، راستے میں بارش ہونے لگی اور بجلی بڑے زور و شور سے چمک نے لگی، ایسا معلوم ہونے لگا کہ بجلی سب کو جلا کر خاک کر دے گی انھیں میں سے ایک آدمی نے کہا سب لوگ ٹھہر جاؤ چنانچہ سب ٹھہر گئے۔ بجلی اس طرح چمک رہی تھی کہ سب لوگ ڈرنے لگے۔ قریب میں ایک درخت تھا ایک آدمی نے کہا یہ بجلی ہم لوگوں میں سے کسی ایک آدمی پر گرنا چاہتی ہے اور کہیں اس ایک آدمی کی وجہ ہم سب لوگ تباہ نہ ہو جائیں، لھذا سامنے جو درخت نظر آ رہا ہے اس درخت کو ایک ایک آدمی چھو کر واپس آ جائیں، جس پر گرنی ہوگی گر جائے گی بقیہ نو آدمی تو بچ جائیں گے۔

اس مشورہ کو سب لوگوں نے قبول کر لیا، دس آدمیوں میں سے ایک چلا اور اس درخت کو چھو کر واپس آ گیا اس کے بعد دوسرا گیا پھر تیسرا گیا گویا نو آدمی اس درخت کو چھو کر واپس آ گئے لیکن کسی کے اوپر بجلی نہیں گری، صرف ایک آدمی بچا تھا اس کو یقین ہو گیا کہ یہ بجلی مجھ ہی پر گرے گی۔ چنانچہ یہ ان نو آدمیوں کے سامنے جو درخت چھو کر واپس آ گئے تھے رونے لگا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا بھائی صاحب اب تو یقین ہو گیا کہ یہ بجلی میرے اوپر ہی گرے گی۔ آپ صاحبان اپنے حلقے میں میرا گھیراؤ کر کے میرے گھر تک مجھے پہنچا دیجئے تا کہ اپنے بیوی بچوں کو کچھ نصیحت و وصیت کر دوں۔ دوسرے لوگوں نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو گا، جس طرح ہم ایک ایک ہو کر اس درخت کو چھو کر واپس آ گئے اسی طرح تجھے بھی اس درخت کو چھونے کے لئے جانا ہوگا۔ ہم تیرا گھیراؤ کر کے لے جائیں اور کہیں بجلی گر پڑے تو تیری وجہ سے ہم لوگ بھی ہلاک ہو جائیں، اس لئے اس درخت کو چھونے کے لئے تمہیں تنہا ہی جانا ہوگا۔ وہ آدمی بہت گڑگڑایا لیکن

کسی نے اس کی بات نہیں مانی۔ مجبوراً وہ بھی درخت کو چھونے کے لئے ڈرتے ڈرتے آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے چلا کہ بجلی اب گری تب گری۔ چند قدم ہی چلا تھا کہ وہ بجلی ان نو آدمیوں پر گر پڑی جو درخت چھو کر آ چکے تھے اور سب کے سب اسی جگہ جل کر راکھ ہو گئے۔

اللہ تعالی کو دس میں سے ایک آدمی کو بچانا تھا اس طرح سبب بنا کر اس کو بچا لیا۔ نو آدمی اس ایک آدمی کے طفیل بچ رہے تھے، لیکن ان کو یہ احساس تھا کہ ہمارے طفیل میں یہ آدمی بچ رہا ہے، اس وجہ سے اس کے رونے کے باوجود بھی اس کی درخواست قبول نہیں کی۔

فائدہ

قریب قریب ہر آدمی اپنے آپ کو اچھا اور دوسروں کو بُرا سمجھتا ہے۔ لیکن اچھا کون ہے اور بُرا کون؟ اسے اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے۔ اس لئے ہر انسان کو اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے اور دوسروں کو بُرا کہنے یا سمجھنے سے پرہیز کرنا چاہیے نیز اپنے خاتمہ بالخیر کے لیے اللہ تبارک و تعالی سے دعائیں مانگتے رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۱۶)

﴿کسی کو مٹا کر بڑا ہونا کمال نہیں﴾

ایک استاذ اسکول میں بچوں کو پڑھا رہے تھے، استاذ نے ایک دفعہ سب بچوں کو جمع کیا اور بلیک بورڈ کے اوپر ایک لکیر کھینچی، پھر بچوں سے کہا اس کو چھوٹی کر دو۔ سب بچے سوچنے

Scanned by CamScanner

لگے یہ لکیر چھوٹی کیسے ہوسکتی ہے۔ایک بچے نے اٹھ کر اس لکیر کو تھوڑی سی مٹانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تاکہ تھوڑی سی مٹ جانے سے وہ چھوٹی ہو جائے تو استاذ نے کہا بیٹا مٹاؤ نہیں، بغیر مٹائے چھوٹی کرو۔سب بچے سوچنے لگے بغیر مٹائے کیسے چھوٹی ہوسکتی ہے۔ایک بچے کی سمجھ میں آ گیا وہ اٹھا اور استاذ کی کھینچی ہوئی لکیر کے اوپر ایک بڑی لکیر کھینچ دی اور استاذ سے کہا اب تو آپ کی لکیر بغیر مٹائے چھوٹی ہوگئی۔

اس کے بعد سب بچوں کو نصیحت کرتے ہوئے استاذ نے فرمایا: دیکھو بچو آج تم لوگ چھوٹے ہو،کل انشاء اللہ تعالیٰ بڑے ہو کر طاقت ور اور پاورفل ہو جاؤ گے،اس وقت میری اس بات کو یاد رکھنا کہ کسی کو مٹا کر بڑا ہونا کوئی کمال نہیں بلکہ اپنی ذات میں ایسے کمال پیدا کرو کہ دنیا والے خود بخود آپ کو بڑا سمجھنے لگیں۔

فائدہ

دنیا میں جس قدر فتنہ وفساد برپا ہے اس کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب دوسروں کو نیچا دکھانے کا عمومی جذبہ بھی ہے۔کاش لوگ اس نصیحت کو اپنا لیتے تو معاشرے کی بہت سی بُرائیاں ختم ہو جاتیں۔

☆☆☆☆

(۱۷)

﴿میں تو نواب ہوں میں کیوں پٹوں گا﴾

تین آدمی شکار کھیلنے کی نیت سے جنگل میں گئے تھے۔ایک نواب صاحب تھے ،دوسرے مولوی صاحب اور تیسرا حجام تھا۔شکار کی تلاش میں گھومتے گھامتے شام ہوگئی لیکن ایک بھی شکار نہیں ملا،البتہ تینوں بھوک سے بے حال ہو گئے۔گھر لوٹنے لگے تو راستے میں ایک کھیت ملا جس میں مونگ پھلی بوئی ہوئی تھی،دانے بھی اس میں آچکے تھے،تینوں نے اس کھیت کو غنیمت سمجھا اور اس کے پودے اکھاڑ اکھاڑ کر مونگ پھلی کھانے لگے۔

اتفاق سے کھیت کا مالک آ گیا،دیکھا یہ تینوں مونگ پھلی کے دانے بڑے مزے سے کھا رہے ہیں۔اس نے سوچا یہ تین آدمی ہیں اور میں اکیلا ہوں،ایک ساتھ تینوں کو مار نہیں سکتا،لھذا تینوں کو مارنے کی کوئی ترکیب نکالنی چاہئے۔چنانچہ وہ تینوں کے پاس گیا اور پہلے نواب صاحب سے پوچھا آپ کون صاحب ہیں؟انھوں نے جواب دیا کہ میں نواب صاحب ہوں۔کھیت والے نے کہا آپ نے مونگ پھلی کے دانے کھا تو بھلے ہی کھائے آپ تو ہمارے نواب صاحب ہیں۔پھر مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپ کون صاحب ہیں؟انھوں نے کہا میں عالم ہوں اور نواب صاحب کے یہاں امامت کرتا ہوں۔کھیت والے نے کہا آپ نے مونگ پھلی کے دانے کھائے تو بھلے ہی کھائے آپ تو ہمارے امام صاحب ہیں۔پھر تیسرے کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا آپ کون ہیں؟اس نے کہا میں حجام ہوں،کھیت والے نے کہا ابے حجام تو نے میرے کھیت کی مونگ پھلی کیوں کھائی،یہ کہہ کر اس کو مارنے لگا۔جب اس کے اوپر مار پڑ رہی تھی تو نواب صاحب اور مولوی صاحب دونوں کھڑے ہنس رہے تھے۔حجام کو بڑا صدمہ ہوا کہ یہ لوگ میری مدد تو کر نہیں

Scanned by CamScanner

رہے بلکہ اوپر سے ہنس رہے ہیں ۔اس نے دل میں سوچا کہ اگران لوگوں کو بھی دوچار جوتے پڑ جائیں تو بہت ہی اچھا ہو۔کھیت والا حجام کو مارنے کے بعد مولوی صاحب کی طرف مخاطب ہوااور کہا اے حرام خور! عالم ہوتے ہوئے بھی بغیر اجازت کے میرے کھیت کی مونگ پھلی کھانے کی ہمت کیسے کی، تجھے شرم نہیں آئی، یہ کہہ کراس کو بھی مارنے لگا۔حجام بہت خوش ہوا کہ اچھا ہوااس کا بھی دماغ صحیح ہوگیا۔جب دونوں کو مار پڑرہی تھی تو نواب صاحب کھڑے ہنس رہے تھےاور یہ سوچ رہے تھے کہ میں تو نواب صاحب ہوں میرے اوپر تو مار پڑے گی نہیں۔دونوں کو مارنے کے بعداب نواب صاحب سے مخاطب ہوااور کہا کہ اے نواب یہ کوئی تیرے باپ کا کھیت ہے، جوتو نے بغیر اجازت اس کھیت سے مونگ پھلی کے دانے کھائے یہ کہہ کرنواب صاحب کی دھنائی شروع کر دی۔جب نواب صاحب پر پڑنے لگی تو حجام اور مولوی صاحب دونوں ہنس نے لگے۔چنانچہ ان تینوں کی نااتفاقی کی وجہ سے ایک آدمی نے تینوں کی خوب پٹائی کی۔اگران لوگوں میں اتفاق ہوتا تو ایک آدمی تین آدمیوں کی پٹائی ہرگزنہیں کرسکتا تھا۔

فائدہ

اتحاد واتفاق بہت بڑی نعمت ہے ۔آپسی اتحاد کے ذریعہ بڑے سے بڑے دشمن کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔جب کہ انتشار وتشتت آدمی کی طاقت کوتوڑ کر ذلیل ورسوا کر دیتا ہے۔آج امت مسلمہ جس کسمپرسی اور بے بسی کا شکار ہے اس میں بہت بڑادخل اس کے مختلف فرقوں میں منقسم ہونے کا بھی ہے۔کوئی دیوبندی ہے،کوئی غیر مقلد،توکوئی بریلوی۔جبکہ اسلام دشمن طاقتیں ان کے خلاف متحد۔کاش کہ کلمے کی بنیاد پرتمام مسلمان ایک ہوجاتے اور متحد ہوکر دفاع کی کوشش کرتے تو ہوسکتا تھا کہ اس قعرمذلت سے نکل آتے جس میں پڑے ہوئے ہیں۔

☆☆☆☆

(۱۸)

﴿ جوتے بھی کھائے اورسوروپے بھی دیئے ﴾

ایک آدمی تھااس سے کوئی غلطی ہوگئی جوگاؤں والوں کی نظر میں بہت بڑی تھی۔چنانچہ گاؤں والوں نے پنچایت جمع کی۔پنچایت والوں نے جرمانہ یہ طے کیا کہ ایک سوروپے جرمانہ دے، یاایک سوجوتے کھائے، یاایک سواوسط درجے کی پیاز کھائے۔اس آدمی نے پیاز کھانا قبول کرلیا۔چنانچہ گاؤں والوں نے ایک سو پیاز گن کراس کے سامنے رکھ دی۔جب وہ پیاز کھانے لگا تو مشکل سے بیس پچیس ہی کھایا ہوگا کہ آنکھوں سے اورناک سے پانی کا دھارا بہنے لگا اب وہ بہت پس وپیش میں پڑا کہ کیا کریں تو اس نے کہا کہ سوجوتے مارلو۔جوتا مارنے کے لئے پنچایت والوں میں سے ایک جوان کھڑا ہوااور جوان بھی تھا چھ سات فٹ کا، جوتا بھی ایسا تھا کہ ایک پاؤ تو اس میں کیلیں جڑی ہوئی تھیں۔اس جوتے سے جو مار پڑنے لگی تو قریباًدس پندرہ جوتے پڑے ہوں گے کہ اس کی کھوپڑی خراب ہوگئی اور کہنے لگا بس بس جوتے نہ مارو برداشت کے باہر ہے یہ سوروپے جرمانہ لےلو۔

فائدہ

اگر یہ شخص پہلے ہی سوروپے جرمانا دے دیا ہوتا تو یہ نوبت ہرگز نہ آتی کہ پیاز بھی کھائی ،جوتے کی مار بھی سہی اور سوروپے بطور جرمانا بھی دیئے۔ایک انسان کے لیے بروقت فیصلہ کی صلاحیت بہت ضروری ہے،ورنہ ہرطرح سے گھاٹے میں رہتا ہے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۹)

﴿پھر پُھر ، پھر پُھر﴾

ایک بادشاہ تھا اس کو مذاق کرنے کی عادت تھی۔ اس نے اپنے پورے ملک میں یہ اعلان کرادیا کہ جو کوئی مجھے پوری کہانی سنائے گا اسے دس ہزار روپے انعام دیں گے۔ یہ اعلان سن کر کہانیاں بنا بنا کر انعام کے لالچ میں بادشاہ کے پاس پہنچنے لگے۔ کہانی سنانے والا جب آتا تو بادشاہ مع درباریوں کے کہانی سنتا اور بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ کہانی سنتا جاتا اور پھر پھر کرتا رہتا۔ اس کے پھر پھر کہنے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ ابھی کہانی ختم نہیں ہوئی، اس لئے میں انعام کیوں دوں، کہانی کہنے والے تنگ آ کر واپس چلے جاتے۔ بادشاہ کی پھر پھر کی بات پورے ملک میں مشہور ہوگئی کہ بادشاہ سلامت انعام تو دیتے نہیں صرف پھر پھر کرتے رہتے ہیں اور کہانی سنانے والوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ ایک دیہاتی نے جب بادشاہ کی یہ پھر پھر کی بات سنی تو اس نے ایک کہانی بنائی اور کے پاس گیا۔ بادشاہ نے اس کو بھرے دربار میں بلایا اور کہانی سنانے کی اجازت دی۔ درباری بادشاہ کے اس پھر پھر کے طرز عمل سے بہت خوش ہوتے تھے اور کہانی سنانے والوں کو بیوقوف بناتے تھے۔ جب اس دیہاتی کو کہانی سنانے کی اجازت مل گئی تو اس نے کہانی سنانی شروع کردی اور کہنے لگا:

بادشاہ سلامت ایک بہت بڑا جنگل تھا، بادشاہ نے کہا پھر، دیہاتی نے کہا وہاں بہت بڑی نہر تھی، بادشاہ نے کہا پھر، دیہاتی نے کہا بہت گھنے گھنے درخت تھے، بادشاہ نے کہا پھر، دیہاتی نے کہا اس جنگل میں پرندے بہت رہتے تھے، بادشاہ نے کہا پھر، دیہاتی نے کہا ان پرندوں نے اس جنگل میں گھونسلے بنائے اور اس میں انڈے دیئے، بادشاہ نے کہا پھر، دیہاتی نے کہا ان

انڈوں میں بچے پیدا ہو گئے اور اُڑنے کے قابل ہو گئے، بادشاہ نے کہا پھر، دیہاتی نے کہا پُھر، یعنی پُھر کر کے اُڑ گئے، اب جب بادشاہ کہتا پھر، تو دیہاتی کہتا پُھر۔ گھنٹوں دیہاتی اور بادشاہ میں پھر پُھر، پھر پُھر چلتا رہا، آخر بادشاہ تنگ آ گیا اور دیہاتی سے کہنے لگا تیرا پُھر کب ختم ہوگا، دیہاتی نے جواب دیا کہ حضور آپ اپنا پھر ختم کیجئے اور میرا انعام دیجئے تو میرا پُھر ختم ہو جائے گا ورنہ ہفتوں پُھر پُھر کر کے پورے جنگل کے پرندوں کو اڑاتا رہوں گا۔ بادشاہ اپنے پھر سے عاجز آ گیا اور مجبور ہو کر دیہاتی کو انعام دیدیا اور دونوں کے پھر پُھر ختم ہو گئے۔

فائدہ

ہمارے آپسی جھگڑے اسی وقت ختم ہو سکتے ہیں جب ہم ضِدّ اضِدّی چھوڑ کر حق بات کو سچے دل سے قبول کرلیں۔ ورنہ پھر پُھر کی طرح آپسی رنجشیں اور قتل وقتال قیامت تک چلتے رہیں گے، خاندان کے خاندان تباہ و برباد ہو جائیں گے مگر جنگ ختم نہیں ہوگی۔

☆☆☆☆

(۲۰)

﴿مومن کا کام بھلائی کرنا اور بچّھو کا ڈنک مارنا﴾

ایک بزرگ تھے وہ تفریح کے لئے نکلے اور کچھ دور جا کر نہر کے کنارے بیٹھ گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بچھو پانی میں بہتا ہوا جا رہا ہے۔ ان بزرگ کو اس پر رحم آ گیا چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر ہتھیلی پر اٹھا کر پانی سے باہر پھینک دیں۔ جیسے ہی بچّھو کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس

Scanned by CamScanner

نے ڈنک مار دیا اور ہتھیلی سے پانی میں پھر گر گیا۔ وہ بزرگ بہت ہی رحم دل تھے انھوں نے سو
چا کہ بچھو نہیں سمجھتا کہ میں اس کے ساتھ بھلائی کر رہا ہوں لیکن میں تو سمجھتا ہوں۔ یہ سوچ کر انھو
ں نے دوبارہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور بہت ہی پھرتی سے اس بچھو کو پانی سے نکال کر باہر پھینک
دیا۔ بچھو کو تو بچا لیا لیکن بچھو نے جو ڈنک مارا تھا اس کی وجہ سے تکلیف ہونے لگی تو مریدین جو
ساتھ میں تھے کہنے لگے حضرت آپ نے اس کو پانی سے کیوں نکالا، جب کہ آپ جانتے ہیں کہ
یہ جانور ڈنک مارنے والا ہے اس کو بچانے کی کیا ضرورت تھی، ڈوب رہا تھا تو ڈوبنے دیتے؟ ان
بزرگ نے کیا ہی عمدہ جواب دیا "بھائی میرے: بچھو اپنی عادت سے مجبور تھا اور میں اپنی عادت
سے مجبور تھا۔

فائدہ

بچھو کو کسی سے عداوت یا دشمنی نہیں ہوتی، اس کے دل میں کینہ نہیں ہوتا پھر بھی ڈنک مار دیتا ہے۔ اسی طرح جو بچھو کی صفت والے انسان ہیں ان سے آپ چاہے جتنی بھی بھلائی کریں وہ ڈنک مار ہی دیتے ہیں۔ بھلے بھلائی کا دامن نہیں چھوڑتے اور بُرے بُرائی کا۔ اسلئے نیک لوگوں کو بھلائی کرتے رہنا چاہیئے، خواہ لوگ بھلائی کا بدلہ بُرائی سے دیں۔ نیکی کر دریا میں ڈال کا مصداق ہونا چاہیئے، دنیا میں اس کا کوئی بدلہ دے یا نہ دے اللہ رب العزت ضرور بدلہ دیں گے۔

☆☆☆☆

(۲۱)

﴿اللہ جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے﴾

ایک بادشاہ تھا کسی وجہ سے اس کی انگلی کٹ گئی۔ اس نے دربار میں آ کر وزیر سے کہا: وزیر آج میری انگلی کٹ گئی۔ وزیر نے کہا: اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے وہ اچھا کرتا ہے۔ وزیر کی یہ بات سن کر بادشاہ کو بُرا لگا۔ بادشاہ کہنے لگا میری انگل کٹ گئی اس کو تم کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اچھا کیا۔ وزیر نے جواب دیا بادشاہ سلامت اپنی سمجھ میں کوئی بات آئے یا نہ آئے یہ الگ بات ہے مگر اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے وہ اچھا ہی کرتا ہے۔ اس جواب سے بادشاہ بہت خفا ہوا اور وزیر سے کہا ہم تم کو وزارت سے خارج کرتے ہیں۔ یہ بھی سن کر وزیر نے کہا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے اچھا کیا کہ آپ نے مجھ کو نوکری سے ہٹا دیا۔ وزیر کے یہ الفاظ سن کر بادشاہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس وزیر کا دماغ خراب ہو گیا ہے، میں نے اس کو نوکری سے ہٹا دیا پھر بھی کہتا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے اچھا کیا۔ وزیر ملازمت سے علاحدہ ہو کر اپنے گھر رہنے لگا، یہ ایک نیک دل انسان تھا اللہ کے اوپر پورا توکل رکھتا تھا کہ روزی دینے والا وہی ہے کہیں نہ کہیں سے اسباب پیدا کر دے گا۔

کچھ عرصہ بعد بادشاہ شکار کھیلنے جنگل گیا، ساتھ میں امیر امراء سپاہی بھی تھے۔ اتفاق سے ایک شکار کے پیچھے بادشاہ نے اپنا گھوڑا دوڑا دیا، شکار بھاگتا ہوا بھیانک جنگل کے اندر پہنچ گیا۔ بادشاہ بھی اس کے پیچھے اپنا گھوڑا تیزی سے دوڑاتے ہوئے اسی بھیانک جنگل میں گھس گیا، امیر امراء اور جو سپاہی ساتھ میں تھے سب پیچھے رہ گئے۔ بادشاہ ان لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا اور جس جانور کے پیچھے بادشاہ نے گھوڑا دوڑایا تھا وہ بھی اسی جنگل میں غائب ہو گیا بادشاہ مایوس ہو کر واپس لوٹنے لگا، اتفاق سے اسی جنگل میں جنگلی آدمیوں کی ایک ٹولی آ گئی اور

Scanned by CamScanner

انھوں نے بادشاہ کو پکڑلیا۔ بادشاہ تنہا تھا اس وجہ سے ان جنگلی آدمیوں کا مقابلہ کرنہیں سکتا تھا۔ان جنگلی آدمیوں کو اپنے دیوی دیوتا کو ایک آدمی بھینٹ چڑھانا تھا،اس لئے بہت خوش ہوئے اور ناچنے گانے لگے کہ بغیر تلاش کئے آدمی مل گیا۔

جب بھینٹ چڑھانے کی باری آئی تو جنگلی آدمیوں کے سردار نے کہا کہ پہلے اس آدمی کے جسم کو تو دیکھو کہ اس میں کوئی عیب تو نہیں ہے۔کہیں کٹا پٹا تو نہیں ہے؟ چنانچہ بدن کا ایک ایک حصہ دیکھنے لگے تو دیکھا کہ ایک انگلی کٹی ہوئی ہے،انھوں نے اپنے سردار کو اطلاع دی کہ ایک انگلی کٹی ہوئی ہے۔سردار نے کہا: پھر یہ تو دیوتا پر بھینٹ نہیں چڑھ سکتا،اس لئے اس کو چھوڑ دو۔اس وقت بادشاہ کو احساس ہوا کہ جو کچھ اللہ تعالی کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔

گھر پہنچنے کے بعد دوسرے دن وزیر کو بلایا،دربار لگا ہوا تھا،وزیر سے کہا تم نے جو بات کہی تھی کہ اللہ تعالی جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے،بالکل صحیح ہے۔وزیر نے دریافت کیا حضور میری اس بات پر کیسے یقین آ گیا۔اس پر بادشاہ سلامت نے اپنے شکار کی پوری کہانی سنائی اور کہا کہ اگر میری اُنگلی کٹی ہوئی نہ ہوتی تو جنگلی لوگ مجھے بھینٹ چڑھا دیئے ہوتے۔مگر تیری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی اور میں نے تجھے نوکری سے برخاست کردیا،پھر بھی تم نے یہی کہا کہ اللہ تعالی جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔وزیر نے جواب دیا حضور جب آپ شکار کو گئے اور اس وقت بندہ اگر آپ کے یہاں ملازم ہوتا تو یہ بھی آپ کے ساتھ ہوتا اور وہ جنگلی آدمی آپ کو چھوڑ کر مجھے بھینٹ چڑھا دیتے۔بادشاہ نے کہا تم نے جو کہا بالکل سچ کہا کہ اللہ تعالی جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔اور اب تم اپنی نوکری پر واپس آ جاؤ۔

فائدہ

یہ بالکل سچ ہے کہ اللہ تعالی جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔اگر چہ بعض مرتبہ بندہ اس کی مصلحت کو نہیں سمجھتا اور معترض ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆

ABDUSSAMAD RASHIDI

(۲۲)

﴿تیری تو زندگی بیکار ہے﴾

کسی ملک میں ایک بہت بڑی کانفرنس تھی،بڑے بڑے ماہر فن لوگوں کو بلایا گیا تھا،راستہ میں سمندر پڑتا تھا اس وجہ سے پانی کے جہاز میں بیٹھ کر لوگ سفر کر رہے تھے۔معمولی سردی تھی،ایک روز صبح میں جب سورج کی کرنیں نکلیں تو ماہرین فن حضرات اپنی اپنی کرسیاں لے کر دھوپ کھانے کے لئے اوپر بیٹھ گئے اور آپس میں اپنے اپنے فن کی باتیں کرنے لگے،ہر فن والا اپنے فن کی بڑائی بیان کرتا۔اتفاق سے جہاز چلانے والا ملاح بھی ان لوگوں کی باتیں سننے کے لئے ایک کنارے آ کر بیٹھ گیا۔ان لوگوں کو مذاق سوجھی چنانچہ ایک نے ملاح سے پوچھا آپ عربی فارسی بھی کچھ جانتے ہیں؟ ملاح نے کہا نہیں صاحب میں تو کچھ بھی نہیں جانتا، پوچھنے والے نے کہا میں تو مفتی ہوں،تیری تو زندگی بیکار ہے،تو کچھ ہی نہیں۔دوسرے نے ملاح سے پوچھا آپ انگلش وغیرہ کچھ جانتے ہیں؟ ملاح نے کہا نہیں صاحب میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔پوچھنے والے نے کہا میں تو ایم،اے ہوں،تو کچھ نہیں جانتا تیری تو زندگی بیکار ہے،اسی طرح کسی نے کہا میں سرجن ہوں،کسی

Scanned by CamScanner

نے کہامیں بیرسٹرہوں، کسی نے کہامیں مجسٹریٹ ہوں، کسی نے کہامیں انجینئر ہوں، کسی نے کہامیں سائنس داں ہوں، اسی طرح وہ لوگ اپنی اپنی ڈگریاں اس ملاح سے بتارہے تھے اور وہ ملاح ان سب کے جواب میں یہی کہتا رہا کہ میں تو کچھ نہیں جانتا۔ اتفاق سے پچھلی دوپہر کو سمندر میں طوفان آ گیا اور جہاز کے ڈوبنے کی نوبت آ گئی۔ اب ملاح ان ماہرین فن اور بڑی بڑی ڈگری والوں سے کہنے لگا: ارے بھائی صاحبان آپ حضرات پانی میں تیرنا بھی جانتے ہیں یا نہیں؟ اب جہاز ڈوبنے ہی والا ہے افسوس کہ اب آپ سب لوگوں کی زندگی بیکار ہے، آپ لوگ کچھ نہیں جانتے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اتنے میں ایک موج آئی اور جہاز کو ڈبو کر چلی گئی۔ جتنے بھی اس میں سند اور ڈگریاں والے تھے سب کے سب ڈوب گئے اور ملاح تیرتے تیرتے کنارے پہنچ گیا وہاں کچھ مچھیرے اس کی مدد کے لئے مل گئے، ان مچھیروں کی مدد سے کچھ دنوں کے بعد اللہ تبارک وتعالی نے اس کو صحیح سلامت گھر پہنچادیا۔

فائدہ

نظام کائنات چلانے کے لئے اللہ رب العزت نے ہر ہر انسان کو الگ الگ فن اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ دنیا کی مثال انجن جیسی ہے اور انسان اس کے کَل پرزے کی طرح ہے، اگر ایک پرزہ بھی خراب ہوجائے تو انجن بند ہوجاتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں اللہ تعالی نے کسی کو ملاح بنایا، کسی کو لوہار، کسی کو بڑھئی، کسی کو انجینئر اور کسی کو عالم، ہر ایک کا اپنا الگ میدان ہے اور ہر ایک کی اپنی مستقل حیثیت۔ ان میں سے ایک بھی اگر ختم ہوجائے تو دوسرے تمام متاثر ہو جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالی نے جس کو جو چیز بھی عنایت کی ہے نعمت سمجھ کر اس کا شکر کرنا چاہئے اور دوسروں کو جو عنایت فرمایا ہے وہ بھی چونکہ ہمارے ہی نفع کے لئے ہے اس لئے اس کی قدر کرنا چاہئے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو ذلیل، ذلت کی بات ہے۔

(۲۳)

﴿نیکوں کے ساتھ نیکی کر بدکردار کو اس کا فعل ہی ڈبودے گا﴾

ایک آدمی تھا وہ بادشاہ کے دربار میں روزانہ سب کے سامنے کھڑے ہوکر کہتا تھا ”نیکوں کے ساتھ نیکی کر بدکردار کو تو اس کا فعل ہی ڈبودیتا ہے“۔ روزمرّہ اس کا یہ کہنا بادشاہ کو بہت پسند تھا اور اس کہنے والے سے بادشاہ بہت پیار کرتا تھا۔ بادشاہ کے وزیروں میں سے ایک وزیر حاسد تھا وہ اس کہنے والے سے بہت جلتا تھا اور اس سوچ میں رہتا تھا کہ اس کو کس طرح ذلیل کیا جائے۔ ایک دن اس نے بادشاہ سے کہا جو شخص آپ کے دربار میں روزانہ اعلان کرتا ہے اور آپ اس سے بہت خوش ہیں وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ بادشاہ کے قریب جاکر جب ہم باتیں کرتے ہیں تو بادشاہ کے منہ سے بہت ہی بُری بدبو آتی ہے۔ بادشاہ نے کہا اس کی دلیل کیا ہے؟ تو حاسد نے کہا: کل صبح جب وہ دربار میں آئے تو آپ اس کو اپنے پاس بات چیت کرنیکے لئے بلالیں، جب آپ اس سے باتیں کرینگے تو وہ ضرور اپنے منہ اور ناک پر ہاتھ رکھ لے گا۔ بادشاہ نے کہا اچھا کل ہم اس کو بلاکر اس بات کا جائزہ لیں گے، وہ حاسد بادشاہ کو سمجھا کر اس آدمی کے پاس گیا اور کہا کل صبح ہم اور آپ ساتھ میں ناشتہ کریں گے پھر ساتھ ساتھ دربار چلیں گے۔ اس نے اس کی دعوت قبول کرلی، صبح کو وہ حاسد اس آدمی کو بلاکر اپنے گھر ناشتہ کرانے کے لیے لے گیا اور ناشتے میں زیادہ تر کچّا لہسن اور کچّی پیاز کھلائی اس نیت سے کہ جب بادشاہ اس کو اپنے پاس بلائیں گے تو یہ اپنے منہ پر ہاتھ یقیناً رکھ لے گا اور میری بات صحیح ہوجائے گی۔ یہ سب کچھ اس نے اس کی عزّت گرانے کے لیے کیا۔ بادشاہ نے جب اسے اپنے پاس بلایا اور بات چیت کرنے کے لیے بیٹھا تو اس آدمی نے اپنے منہ اور ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔ بادشاہ کو یقین آ گیا

Scanned by CamScanner

کہ اس (حاسد) نے جو بات کہی تھی صحیح ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک خط لکھا اس کے اوپر مہر لگائی پھر لفافے میں بند کر کے اس سے کہا کہ فلاں وزیر کو جا کر یہ خط دے آؤ۔ خط لے کر جب وہ چلا تو وہ حاسد آدمی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، نیز وہ بادشاہ کی عادتوں سے واقف تھا کہ بادشاہ سلامت جب کسی کو اس طرح مہر لگا کر کوئی کاغذ وغیرہ دیتے ہیں تو اس میں انعام ہی انعام ہوتا ہے۔ اس حاسد کو بڑا رنج ہوا کہ اسے تو میں نے رسوا کرنا چاہا اور یہ انعام پا رہا ہے، چنانچہ اس حاسد نے خط لے جانے والے سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت نے یہ خط فلاں آدمی کو دینے کے لئے کہا ہے وہی دینے جا رہا ہوں حاسد نے کہا میں وہیں جا رہا ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے دے دیں میں پہنچا دوں گا۔ چنانچہ اس نے وہ خط اسے دیدیا اور کہا خط پہنچانا مقصود ہے چاہے میں لے جاؤں یا آپ۔ حاسد نے سوچا کہ اس خط میں انعام کے علاوہ اور کچھ ہوگا نہیں لھذا اگر خط لے کر میں گیا تو یہ انعام مجھے مل جائے گا اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ یہ سمجھ کر وہ خط لے کر چلا اور جنھیں دینا تھا انھیں لے جا کر دیے دیا۔ جب وزیر نے خط کھولا تو اس میں لکھا تھا' خط لانے والے کی گردن اُڑا دی جائے''۔ یہ الفاظ سن کر حاسد گھبرایا اور کہنے لگا ارے میں نہیں ہوں وہ تو دوسرا آدمی ہے، جس کو خط دیا گیا ہے۔ وزیر نے کہا اس خط میں لکھا ہے کہ خط لے کر آنے والے کی گردن اُڑا دی جائے، دوسرے تیسرے کی بات اس خط میں نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے حاسد کی گردن اُڑا دی۔

دوسرے دن صبح دربار شاہی میں روز مرّہ بولنے والا آدمی پھر وہی لفظ بول رہا تھا'' نیکوں کے ساتھ نیکی کر، بدکردار کو اس کا فعل ہی ڈبو دے گا''۔ بادشاہ کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا اور کہا کل تو خط دینے نہیں گیا۔ اس نے کہا حضور فلاں وزیر نے کہا کہ میں وہیں جا رہا ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو خط مجھے دے دیں میں پہنچا دوں گا، تو میں نے دے دیا۔ درحقیقت آپ کا

خط پہنچانا مقصود تھا چاہے میں لے جاتا یا کوئی اور۔ بادشاہ سوچ میں پڑ گیا اور اس بولنے والے کو بلا کر کہا تو نے فلاں وزیر کو یہ کہا تھا کہ بادشاہ سلامت سے جب بات چیت کرتے ہیں تو ان کے منہ سے بہت ہی بُری بدبو آتی ہے۔ اس بولنے والے نے کہا حضور میں نے تو ایسا نہیں کہا تھا۔ بادشاہ نے کہا میں نے تجھے بات چیت کے لئے قریب بلایا تو تو نے اپنے منھ اور ناک پر ہاتھ کیوں رکھا تھا۔ اس نے جواب دیا حضور جو وزیر آپ کا خط لے کر گیا اس نے مجھے ناشتے کی دعوت دی اور اس میں زیادہ تر کچی پیاز اور کچا لہسن ہی کھلایا، اس کے بعد الائچی، لونگ وغیرہ کچھ بھی نہیں دیا جس کی وجہ سے میرے منھ سے بدبو آ رہی تھی، اس لئے میں نے اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا تھا تا کہ آپ کو تکلیف نہ ہو۔ بادشاہ نے کہا جو ہوا ٹھیک ہی ہوا اور آپ روز آنہ جو الفاظ بولا کرتے تھے وہی بولا کریں۔

فائدہ

مثل مشہور ہے کہ جو شخص دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے اس میں خود ہی گرتا ہے، یہی حال ان لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی سے حسد کرتے ہیں اور اسے ذلیل ورسوا کرنے کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں، انجام کار خود ہی ذلیل ورسوا ہوتے ہیں۔ اسلام میں حسد کرنے سے روکا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباداللہ اخوانا'' (بخاری: ۸۹۶/۲) ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، غیبت نہ کرو اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

☆☆☆☆

(٢٤)

﴿آیئے آپ کوشہید کردوں تا کہ جنت میں چلے جائیں﴾

ایک عالم صاحب مدرسہ چلارہے تھے،اس مدرسے سے ہر سال لڑکے عالم، حافظ اور قاری کی سند حاصل کر کے نکلتے تھے۔ایک سال اس مدرسے سے بہت لڑکے فارغ ہوئے تو ہر لڑکا اپنے استاذ کے لئے کچھ نہ کچھ تحفہ ہدیہ لے کر آرہا تھاان سب لڑکوں میں ایک خان صاحب کالڑکا بھی فارغ ہوا تھا۔اس کے پاس استاذ صاحب کو ہدیہ تحفہ دینے کے لئے پیسہ نہیں تھا۔اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کیا جائے،سوچتے سوچتے اس کے دل میں ایک بات آئی کہ کیوں نہ استاذ محترم کو شہید کردیا جائے،شہید کا مرتبہ اللہ تبارک وتعالی کے یہاں بہت بلند ہے،اس سے اچھا اور عمدہ تحفہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔سب سے اچھی بات یہ ہوگی کہ استاذ صاحب شہادت کے اونچے درجے پر پہنچ جانے کی وجہ سے بے حساب وکتاب جنّت کے اونچے درجے پر پہنچ جائیں گے،جہاں طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔یہ سوچ کر چھری تیز کی تا کہ ایک ہی وار میں استاذ محترم کا بیڑا پار ہوجائے۔

بہرحال چھری لے کر استاذ صاحب کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: حضرت جی سب لڑکے آپ کو ہدیہ تحفہ لالا کردے رہے ہیں اور میرے پاس کچھ ہے نہیں کہ میں آپ کو ہدیہ تحفہ وغیرہ دے سکوں،لھذا میرے دل میں ایک بات آئی ہے اس میں آپ کی کیا رائے ہے،استاذ نے خان صاحب کے لڑکے سے پوچھا: کیا سوچ کر آئے ہو؟ اس نے کہا میں کچھ ہدیہ تحفہ تو آپ کو دے نہیں سکا،البتہ یہ چھری میری کمر میں ہے یہ کہہ کر اس خان کے بچّے نے کمر سے چھری نکالی اور کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ کو شہید کردوں تا کہ آپ بے حساب وکتاب جنت میں چلے جائیں

۔اس خان صاحب کے بچے کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تیز چھری دیکھ کر اور اس کی بات سن کر استاذ صاحب کے بدن میں کپکپی آ گئی کہ کیا کریں۔فوراً استاذ کے دماغ نے کام کیا اور اس خان صاحب کے بچے سے کہنے لگے بیٹا! آپ نے بہت ہی اچھا سوچا ہے،تم یہاں بیٹھو تا کہ میں وضو کرلوں،بے وضو شہید ہونا مناسب نہیں ہے۔خان صاحب کے بچے کو بہت خوشی ہوئی کہ استاذ نے مشورے کو قبول کرلیا ہے۔یہ سمجھ کر وہ اطمینان سے استاذ کے کمرے میں بیٹھ گیا۔استاذ کمرے سے وضو کرنے کے بہانے سے باہر نکلے اور بہت پھرتی سے کمرے کی کنڈی باہر سے بند کردی اور لوگوں کو آواز دے کر بلالیا۔جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو مولوی صاحب نے اس خان کی بات اور مقصد لوگوں کو بتایا کہ اس کو سمجھاؤ ورنہ مجھے شہید کردے گا۔

فائدہ

پٹھانوں کی سمجھ بوجھ اور ان کے بے عقلی کے کام ہمیشہ ہمارے دیار میں ضرب المثل رہے ہیں۔یہ بھولے بھالے،انتہائی بہادر اور عقل کے موٹے ہوتے ہیں،مصلحت اندیشی اور نفاق سے ان کا دل پاک ہوتا ہے۔جس چیز کو بھی درست سمجھتے ہیں اس کے لئے جان دینے اور لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔یہ واقعہ تو ایک ایسے پٹھان کا ہے جو عقل سے کورا تھا،لیکن اگر آپ معاشرہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ آج کل ایسا ہی دور چل رہا ہے کہ لوگ احسان کا بدلہ ظلم سے دے رہے ہیں۔اللھم احفظنا منہ

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۲۵)

شیروانی میری ہے

دولڑکے تھے اور دونوں ہم عمر اور کنوارے تھے، دونوں میں بہت دوستی بھی۔ ان دونوں میں ایک غریب تھا دوسرا مالدار، اتفاق سے غریب لڑکے کی شادی ہونے والی تھی تو اس نے اپنے مالدار دوست سے کہا: آپ مجھے اپنی شیروانی دے دیں، نکاح ہو جانے کے بعد واپس کردوں گا، مالدار دوست نے جواب دیا: یہ کون سی بڑی بات ہے، ہم انشاء اللہ آپ کو اتنی اچھی شیروانی دیں گے کہ لوگ دیکھا کریں گے۔ بہرحال جس دن بارات جانے والی تھی اس نے اپنے غریب دوست کو فرسٹ کلاس کی شیروانی دے دی۔ یہ مالدار دوست بھی خوب بن ٹھن کر بارات میں گیا ،کیوں کہ اس کا مخصوص دوست تھا۔ جہاں پر بارات ٹھہری ہوئی تھی وہاں دولہا سے ملنے کے لئے لوگ آنے لگے، دونوں لڑکے ہم عمر تھے اور دونوں ہی اچھی طرح سجے ہوئے تھے اس وجہ سے پہچانا نہیں جاتا تھا کہ اس میں دولہا کون ہے اور دونوں بغل ہی بغل ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا کہ اس میں دولھا کون ہے؟ دولہا کا دوست بولا کہ دولہا تو یہ ہے لیکن شیروانی میری ہے۔ دولہے کو بڑی شرمندگی ہوئی، اس نے اپنے دوست سے کہا تجھ سے اس نے کو کب پوچھا تھا بلاوجہ تم ہمیں شرمندہ کرتے ہو۔ دوست نے کہا بھائی معاف کر اب ایسا نہیں کہوں گا۔ کچھ دیر کے بعد دوسرا آدمی آیا اس نے بھی یہی پوچھا اس میں دولہا کون ہے، دوست جلدی سے بول پڑا دولہا تو یہ ہے لیکن شیروانی میری نہیں ہے بلکہ اس کی خود اپنی ہے۔ دولہے نے کہا یار تو تو عجب آدمی ہے تجھ سے شیروانی کو کون پوچھتا ہے کہ شیروانی میری ہے یا تیری، بلاوجہ تو مجھے بے عزت کرتا ہے، تو اپنی شیروانی لے جا! میرا نکاح بغیر شیروانی کے بھی ہو جائے گا۔ دوست

نے کہا اچھا بھائی! اب میں نہیں کہوں گا۔ پھر کوئی آیا اور پوچھا بھئی اس میں دولہا کون ہے؟ اس کے دوست کو بولنے کی عادت تھی ہی، فوراً بول پڑا کہ دولہا تو یہ ہے لیکن شیروانی نہ میری ہے نہ اس کی خود کی۔ یہ سن کر دولہا بہت ناراض ہوا، شیروانی اتار کر دیدی اور کہا آپ کو اپنی شیروانی مبارک ہو، لیجیے اس کو اپنے پاس ہی رکھیے، اس لیے کہ آپ کو شیروانی کا تذکرہ کیے بغیر چین نہیں آتا۔ دوست نے کہا ارے بھائی! میری زبان سے بھول سے نکل ہی جاتا ہے، معاف کردو، اب ہرگز ایسا نہیں کہوں گا، یہ کہہ کر دولہے کو شیروانی واپس کردی اور وہ دوبارہ پہن کر بیٹھ گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اتفاق سے پھر ایک آدمی آ گیا اور اس نے بھی یہی سوال کیا کہ دولہا کون ہے۔ اس کے دوست سے رہا نہ گیا اور پھر بول پڑا کہ دولہا تو یہ ہے لیکن شیروانی کی بات اب نہیں کروں گا۔

فائدہ

احسان کر کے جتانا، یا اس کا اظہار شریعت کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ مگر افسوس!! اکثر مالداروں کو دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کو سو پچاس روپے دیدیے، تو بار بار اس احسان کا ذکر کہ فلاں تو میرے ٹکڑوں پر پل رہا ہے یا کم سے کم اتنا ضرور تذکرہ کہ فلاں آتا ہے تو کچھ نہ کچھ ضرور دے دیتا ہوں اور مقصد اپنی سخاوت کا بیان اور غریب بے چارے پر احسان جتانا ہوتا ہے۔

احسان جتانے کے دو نقصان ہیں: ایک دنیوی اور دوسرا دینی۔

دنیوی نقصان تو یہ ہے کہ جس شخص پر احسان کیا ہے اس کے دل کو ٹھیس پہنچتی ہے، برا مانتا ہے اور ترک تعلق کر لیتا ہے۔ اگر احسان نہ جتایا تو ضرور شکر گذار ہوتا اور بے دام غلام۔

دینی نقصان یہ ہے کہ احسان جتانے کی وجہ سے اس احسان کا ثواب بھی نہیں ملے گا۔ ارشاد باری ہے:

"یاایُّھاالَّذِین آمنُو الاتُبطِلُو اصَدَقا تِکُمْ بِالْمَنّ و الاذی"

(ایمان والواپنے صدقات کواحسان جتا کراور ایذ اپہنچا کرمت ضائع کرو)

اس لئے احسان کرنے کے بعد ایسا کوئی عمل نہیں کرنا چاہیے، جس سے احسان جتانا محسوس ہواور ہم ثواب سے محروم رہ جائیں۔

☆☆☆☆

(۲٦)

﴿بکری نہیں کتیا ہے﴾

تین لٹیرے تھے۔ان کے لوٹنے کا ایسا انوکھا طریقہ تھا کہ نہ کسی کولاٹھی ماریں نہ بلّم، نہ تلوار دکھائیں نہ بندوق، صرف باتوں باتوں میں راہ گیروں سے ان کا مال لے لیتے تھے۔یہ ان کا عجیب فن تھا، ایک روز تینوں سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے کہاں ہاتھ مارا جائے۔

اتفاق سے ایک دیہاتی بھولا بھالا سیدھا آدمی کہیں سے پانچ سو روپیہ کی ایک کالی بکری خرید کر اپنے گھر لے جارہا تھا، ان لٹیروں کی نظر اس بکری پر پڑگئی تو آپس میں کہنے لگے چلو اس بکری کو لے لیں، تینوں نے کہا چلو چلو! لے لیں جیسے بکری ان کے ابا کی ہو۔

بہر حال تینوں نے مشورہ کیا اور متفق ہو کر چل دیئے، جنگل کا پتلا راستہ تھا ایک آدمی چلنے بھر کا، اسی راستے سے بکری والا جارہا تھا، یہ تینوں لٹیرے الگ الگ ہو گئے اور اپنا لوٹنے والا فن استعمال کیا، پہلے ایک لٹیرا اس بکری والے سے راستے میں ملا اور کہنے لگا حضرت یہ کتیا کہاں لے جارہے ہو۔بکری والے نے کہا: بھائی میرے! یہ کتیا کہاں ہے یہ تو بکری ہے، پانچ سو روپیہ میں ہم

نے خریدی ہے، دو لیٹر دودھ دیتی ہے۔لٹیرے نے کہا بھائی صاحب ہے تو یہ کتیا ہی، آپ کو بکری نظر آرہی ہے، عجیب حالت ہے آپ کی۔یہ کہہ کر سلام کیا اور چلتا ہو گیا، رُکا بالکل نہیں۔بکری والے کے دل میں سات پانچ ہونے لگا اور سوچنے لگا کہ اس نے بکری کو کتیا کیسے کہا۔

یہ سوچتے ہوئے جارہا تھا کہ دوسرا لٹیرا ملا، اس نے سلام کیا اور کہا: حضرت یہ کتیا کہاں لیے جارہے ہو؟ بکری والے کو بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا بھائی میرے! یہ کتیا نہیں ہے، بلکہ بکری ہے، ہم نے اسے پانچ سو روپے میں خریدا ہے، دو لیٹر دودھ دیتی ہے، کتیا کہاں ہے؟ لٹیرے نے کہا: حضرت آپ کی کسی نے نظر بندی تو نہیں کر دی ہے؟ اس وجہ سے یہ کتیا آپ کو بکری نظر آرہی ہے ورنہ ہے یہ کتیا ہی، یہ کہہ کر اس نے بھی سلام کیا اور چلا گیا۔اب تو اس دیہاتی کے دل میں سات پانچ اور بڑھ گیا اور سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کیا واقعی کسی نے میری نظر بندی کر دی ہے اسلئے کہ جو پہلے آدمی ملا تھا وہ بھی کتیا بتا رہا تھا، پھر یہ دوسرا شخص ملا یہ بھی کتیا کہہ رہا ہے۔اسے اگر گھر لے جاؤں اور واقعی کسی نے میری نظر باندھ دی ہے تو پورے قصبہ میں میری بے عزتی ہوگی اور لوگ کہیں گے کہ کتیا کو بکری سمجھ کر پانچ سو میں خرید لایا، پیسے جو گئے وہ تو گئے ہی، عزت بھی جائے گی۔

یہی سوچتا ہوا بے چارہ جارہا تھا کہ تیسرا لٹیرا ملا اور کہنے لگا "السلام علیکم"، بکری والے نے جواب دیا "وعلیکم السلام" لٹیرا کہنے لگا: حضرت! یہ کتیا کہاں لیے جارہے ہو؟ یہ الفاظ سنتے ہی اس دیہاتی کے دل میں بالکل فٹ بات بیٹھ گئی کہ ہے یہ کتیا ہی، ورنہ کسی کو تو بکری نظر آتی، جو ملتا ہے کتیا ہی کہتا ہے۔حقیقتاً یہ کتیا ہی ہے، یہ سمجھ کر اس بھولے بھالے دیہاتی نے بکری کو وہیں جنگل میں چھوڑ دیا، اور تنہا گھر چلا گیا۔جب وہ چلا گیا تو تینوں لٹیروں نے آکر بکری پکڑی اور لے کر چلے گئے۔یہ ان کے ٹھگنے کا انوکھا انداز تھا۔

Scanned by CamScanner

فائدہ

دھوکہ دہی خواہ دنیاوی امور میں ہو یا دینی، کسی بھی معاملہ اور صورت میں جائز نہیں ہے، اس کے ذریعہ جو کچھ بھی حاصل کیا جائے گا وہ جہنم کی آگ میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ نیز دھوکہ کھانا اور مسئلے کے ہر پہلو پر نظر نہ ڈالنا یہ بھی کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے۔خصوصاً مسلمان کو چاک وچوبند رہنا چاہیے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا یلدغ المؤمن من جحر واحدمر تین" [بخاری:۹۰۵]

(مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا)

گویا مومن کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نہ تو وہ دھوکہ کھاتا ہے اور نہ کسی کو دھوکہ دیتا ہے۔مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب انسان کسی ایک بات کو بار بار سنتا ہے تو متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، ضرور طبیعت پر کچھ نہ کچھ اثر پڑتا ہے۔اسی لیے دھوکہ دینے سے منع کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆

(۲۷)

﴿بچّوں نے استاذ ہی کو پڑھا دیا﴾

ایک مولوی صاحب تھے، جو بچوں کو پڑھایا کرتے تھے، لیکن ان کو مارنے کی عادت تھی اور کبھی بلا وجہ بھی بچوں کو مارا کرتے تھے، بچے ماشاءاللہ سب سمجھدار تھے۔ایک مرتبہ بچے آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ مولوی صاحب کی مار سے کیسے جان چھوٹے؟ ایک بچے نے کہا: ایک

بات طے کرلو کہ جب کل مولوی صاحب ہم سب کو سبق سنانے کے لیے بلائیں تو جس لڑکے کو بھی بلائیں وہ بار بار استاذ کو دیکھتا رہے اور اس طرح سے کہ مولوی صاحب آپ کی طبیعت کچھ علیل معلوم ہوتی ہے۔اس طرح کا مشورہ سب بچوں نے کرلیا۔جب صبح سب بچے پڑھنے کے لئے آگئے تو روزانہ کی طرح سبق سنانے کے لئے مولوی صاحب نے ایک بچے کو بلایا، جو بچہ سبق سنانے کے لئے آیا وہ بار بار مولوی صاحب کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب آپ کی طبیعت کچھ علیل معلوم ہو رہی ہے۔مولوی صاحب نے اسے ڈانٹ دیا اور کہنے لگا کہ میری طبیعت علیل نہیں ہے۔اب دوسرے بچے کی باری آئی وہ بھی مشورے کے مطابق سبق سناتا جارہا تھا اور مولوی صاحب کے چہرے کی طرف دیکھتا جارہا تھا اس کے بار بار چہرے دیکھنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بھی یہی کہا کہ آپ کی طبیعت کچھ علیل معلوم ہوتی ہے، مولوی صاحب نے اس کو بھی ڈانٹ دیا، لیکن جو بھی بچہ آتا وہ یہی کہتا، پانچ سات بچوں نے جب مولوی صاحب سے اسی طرح کہا اور ہر بچے سے جب مولوی صاحب نے یہی سنا تو اس بات کا دل پر احساس ہوا کہ میری طبیعت کچھ علیل معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے سب بچے کہہ رہے ہیں تو ان سب بچوں کے کہنے کی وجہ سے مولوی صاحب نے بچوں کو وقت سے پہلے ہی چھٹی دیدی اور سیدھے گھر پر گئے۔کہیں نہیں رکے، وقت سے پہلے گھر آجانے پر بیوی صاحبہ نے پوچھا خیریت تو ہے؟ آج آپ وقت سے پہلے کیسے آگئے؟ تو مولوی صاحب غصہ میں آکر کہنے لگے میری طبیعت خراب ہے اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں یہ تو خیر ہوئی کہ بچوں نے مجھے بتایا کہ میری طبیعت علیل ہے. بچوں کو جلدی چھٹی دیکر آگیا ہوں۔بیوی نے یہ سنا تو جلدی سے چارپائی بچھادی اس پر گدا ڈال دیا، تکیہ رکھ دیا اور مولوی صاحب کو آرام کیلئے کہا، پھر مولوی صاحب نے اپنے بچہ کو جلدی سے حکیم صاحب کو بلالانے کے لئے کہا اور کہا کہ حکیم صاحب سے کہہ دینا کہ ہمارے والد صاحب

Scanned by CamScanner

کی طبیعت خراب ہے اپ کو جلدی بلایا ہے حکیم صاحب جلدی سے دوا لے کر وہاں پہنچے، نبض وغیرہ دیکھ کر کہنے لگے کہ انکو آرام کی سخت ضرورت ہے، یہ کہہ کر دوا وغیرہ دے کر چلے آئے۔ حکیم کے کہنے کا مولوی صاحب کے اوپر بچوں کے کہنے سے بھی زیادہ اثر پڑا اور منتظمین مدرسہ سے ایک مہینہ کی چھٹی مانگ لی اور بچوں کو بھی ایک مہینہ کی راحت ہوگئی۔

فائدہ

سابقہ واقعے کے فوائد میں یہ بات مذکور ہوچکی ہے کہ انسان جب کسی بات کو بار بار سنتا ہے تو متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، اس کی طبیعت پر ضرور کچھ نہ کچھ اثر پڑتا ہے اور دھوکہ کھا ہی جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شادی بیاہ اور ولادت ووفات کے موقعوں پر ہم بہت سی خرافات وبدعات کا ارتکاب دین سمجھ کر کرتے ہیں اور جب کوئی عالم دین ہمیں منع کرتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ دادا بابا کے زمانے سے یہ ہوتا چلا آیا ہے، کچھ تو اس کی حقیقت ہوگی، اگر خلاف دین ہوتا تو کیوں کرتے۔ یہ دین کے معاملے میں دھوکہ کھانا ہے۔ دین اور دنیا ہر معاملہ میں دھوکہ کھانے سے بچنے کی ضرورت ہے، ورنہ دنیا میں بھی نقصان اٹھائیں گے اور آخرت میں بھی۔ اللھم احفظنا منہ

☆☆☆☆

(۲۸)

اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

ایک آدمی نے مکان بنوانے کے لیے ایک زمین خریدی، جب کام شروع ہوگیا اور کھدائی ہونے لگی تو کھدائی کے دوران اتفاق سے سونا نکل آیا۔ تو اس زمین خریدنے والے نے جس آدمی سے زمین خریدی تھی اس سے جا کر کہا کہ ہم نے آپ سے جو زمین خریدی تھی اس میں خزانہ نکلا ہے، اس کو آپ لے جائیں۔ زمین بیچنے والے نے کہا: یہ تو آپ کی تقدیر سے نکلا ہے، وہ خزانہ ہمارا نہیں ہے ہم نہیں لیں گے، ہم نے جب زمین بیچ دی تو اس کے اندر جو کچھ تھا وہ سب بھی بیچ دیا، ہم اسے ہرگز نہیں لیں گے۔

زمین خریدنے والے نے کہا: بھائی میرے! ہم نے آپ سے زمین خریدی ہے خزانہ نہیں خریدا ہے، اس لیے آپکو لینا ہوگا۔ زمین بیچنے والے نے خزانہ لینے سے صاف انکار کردیا، زمین خریدنے والا بھی انکار کررہا ہے۔ ایک خزانہ دے رہا ہے، دوسرا خزانہ نہیں لے رہا ہے۔

اب آپس میں دونوں کے جھگڑے کی نوبت آگئی تو دونوں عدالت میں گئے اور قاضی کے سامنے اپنی اپنی دلیلیں پیش کیں۔ قاضی صاحب نے غور وفکر کرنے کے بعد دونوں سے پوچھا: کیا آپ لوگوں کی اولاد ہیں؟ ایک نے کہا: میرے لڑکا ہے، دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے، اتفاق سے لڑکے اور لڑکی کی عمر بھی ایک تھی۔ قاضی صاحب نے فیصلہ دیا کہ آپ لوگ اپنے لڑکے اور لڑکی کی شادی آپس میں کردیں اور جو خزانہ زمین سے نکلا ہے وہ خزانہ ان کو دیدو، اس فیصلے پر دونوں رضامند ہوگئے اور دونوں کا جھگڑا ختم ہوگیا۔

Scanned by CamScanner

فائدہ

یہ بھی ایک انسان تھے جو عدالت میں اس لیے گئے تھے کہ یہ چیز میری نہیں ہے بلکہ فلاں کی ہے، کیا فرشتہ صفت انسان تھے۔ آج عدالتیں ایسے مقدمات سے بھری پڑی ہیں کہ فلاں چیز فلاں کی نہیں میری ہے۔ ایک دوسرے کے مال کو ہڑپ کرنے کے لیے کیا ہتھکنڈے نہیں کیے جارہے ہیں۔ اس وقت جس قدر دنیا میں فتنہ وفساد، قتل وغارت گری، لوٹ کھسوٹ مچی ہوئی ہے سب کے پیچھے یہی ایک مقصد کارفرما ہے کہ کسی بھی طریقے سے فلاں کی دولت اور مال مجھے مل جائے۔ بُرا ہو اس حرص وطمع کا۔

☆☆☆☆

(٢٩)

﴿کتے مسلمان ہیں یا ہندو﴾

ایک مولوی صاحب تھے۔ جو ہندو اور مسلمان سب میں ہردلعزیز تھے اور سبھی انھیں چاہتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بہت مذاقیہ اور حاضر جواب بھی تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب کہیں سے آرہے تھے اور چوراہے پر کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ہندو مسلمان سب ہی تھے، ان لوگوں کو مذاق سوجھا۔ جب مولوی صاحب قریب آگئے تو ان لوگوں نے مولوی صاحب کو قریب بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور کہا مولوی صاحب آپ سے ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ چوراہے پر جو آٹھ دس کتے لیٹے اور بیٹھے ہیں ہندو ہیں یا مسلمان؟

مولوی صاحب حاضر جواب تو تھے ہی فوراً جواب دیا اس کی پہچان تو بڑی آسان ہے ان کے سامنے روٹی ڈال کر دیکھو اگر سب بیٹھ مل کر کھائیں تو مسلمان ہیں اور اگر لڑنے لگیں تو ہندو۔ یہ جواب سن کر جو ہندو صاحبان تھے بہت شرمندہ ہوئے اور خاموش ہو گئے اور مولوی صاحب یہ جواب دے کر چلتے بنے۔

فائدہ

مومن اور مسلمان کی صفت اتحاد واتفاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

المؤمنون كجسد واحدان اشتكى عضوا تداعى له سائر الجسد با السهر والحمّى [مشکوۃ:٥٠٠]

(ایمان والے ایک جسم کی طرح ہیں، اگر آنکھ کو تکلیف ہو جائے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے، اور اگر سر کو تکلیف ہو جائے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے)

لڑائی جھگڑا، اختلاف وانتشار کتوں کی صفت ہے، جو آدمی لڑائی جھگڑے کو پسند کرے یقیناً وہ ایک غیر انسانی صفت کو پسند کر رہا ہے، اسے اس سے بچنا چاہیے۔

مولوی صاحب کے جواب میں مسلمانوں کی اس اچھی صفت کی جانب اشارہ تھا کہ جب وہ کھانا کھاتے ہیں تو مل جل کر ایک دسترخوان پر بیٹھ کر ایک ساتھ ایک پیالہ میں کھاتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہندوؤں میں دور دور بیٹھ کر کھانے کا رواج ہے، گویا کتوں کی طرح الگ الگ کھاتے ہیں۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۳۰)

﴿نفع میں دو جوتیاں بچیں﴾

یہ اس زمانے کی بات ہے، جس زمانے میں ریل گاڑیاں اور بسیں نہیں تھیں ۔ایک آدمی گھر والوں سے یہ کہہ کر چلا کہ ہم تجارت کے لئے دوسرے شہر جا رہے ہیں، آٹھ دس کلومیٹر گیا ہوگا کہ راستے میں ایک کھیت پڑا، اس میں کسی نے اپنا گھوڑا چرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا، اس نے دور دور تک چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر کوئی آدمی نظر نہیں آیا، تو اس نے گھوڑے کا مل جانا ہی غنیمت سمجھا اور اسے پکڑ کر پیٹھ پر سوار ہولیا اور سرپٹ بھگانے لگا، کوئی سات آٹھ کلومیٹر راستہ طے کیا ہوگا کہ ایک گاؤں نظر آیا، جب اس گاؤں کے قریب پہنچا تو گاؤں کے باہر ہی ایک آدمی ملا، بظاہر معلوم یہ ہو رہا تھا کہ شاید وہ اسی گاؤں کا رہنے والا ہے، جب گھوڑسوار اس کے قریب پہنچا تو اس نے ہاتھ دیکر اسے روکا اور کہا کہ بھائی گھوڑا تو ماشاءاللہ تمہارا بہت شاندار ہے کیا اسے آپ بیچیں گے، گھوڑے والے نے سوچا کہ تجارت کے لئے تو نکلے ہی ہیں غنیمت ہے کہ گھوڑے کا گاہک لگ گیا، گھوڑا بیچ دینا چاہئے اور اس سے جو رقم ملے دوسری تجارت میں لگا لوں گا، یہ سب سوچ سمجھ کر اس نے کہا کہ ہاں صاحب بیچنا تو ہے لیکن پانچ سو روپے سے کم قیمت پر نہیں بیچوں گا، خریدار نے کہا: ارے صاحب! آپ پانچ سو روپے مانگ رہے ہیں اگر گھوڑا ہمیں پسند آ گیا تو ہم آپ کو انشاءاللہ سوا پانچ سو روپے دیں گے، لیکن اس کی رفتار تو دیکھ لیں، سب باتیں طے ہونے کے بعد گھوڑے والا گھوڑے سے نیچے اترا اور خریدار کے ہاتھ میں رفتار دیکھنے کے لیے لگام دیدی۔ گھوڑا خریدنے والے نے اپنی دونوں جوتیاں اتار کر گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ لگا دی اور یہ جا وہ جا، لمحہ بھر میں اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

حقیقت میں وہ خریدار نہیں تھا، بلکہ چور کا بھائی گھنٹی چور تھا اور جوتیاں اس نے اسلئے اتار دیں تھیں کہ گھوڑے والے کو اعتماد آجائے کہ میں صرف اس کی رفتار دیکھنا چاہتا ہوں۔ بیچارہ گھوڑے والا شام تک وہیں بیٹھا اس کا راستہ تکتا رہا، بھلا وہ کب لوٹ کر آنے والا تھا۔ جب اس سے مایوس ہوگیا تو اس کی دونوں جوتیاں اپنے سامان والے تھیلی میں ڈال لیں اور اپنے گھر کی طرف چل پڑا، جب گھر پہنچا تو عزیز و اقارب پوچھنے لگے بھائی تجارت کیسی رہی، تو وہ سب کے جواب میں یہی کہتا تھا کہ جتنے میں لیا تھا اتنے میں ہی دے دیا اور ان دو جوتیوں کی طرف اشارہ کرکے کہتا "نفع میں یہ دو جوتیاں بچی ہیں"۔

فائدہ

جیسی کمائی ہوتی ہے اسی کے اعتبار سے وہ خرچ بھی ہوتی ہے۔ اس نے دوسرے کے مال کو ہڑپ کر اپنا بنا لیا تھا، دوسرے نے اس سے چھین کر لے لیا۔ دو جوتیاں مزید عنایت کیں۔ غلط کام کرنے والوں، لوگوں پر ظلم ستم کرنے والوں اور گمراہ کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں جوتیاں ہی نفع میں ملیں گی۔

☆☆☆☆

(۳۱)

﴿ہرے شیشے کا چشمہ﴾

ایک تانگے والا تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ہرے شیشے کا چشمہ پہنا رکھا تھا، عموماً

Scanned by CamScanner

تانگے والے گھوڑوں کو چمڑے کے چشمے پہناتے ہیں۔ایک دن دوسرے تانگے والے نے پوچھا کہ آپ اپنے گھوڑے کو ہرے گلاس کا چشمہ کیوں پہناتے ہو اسکی کیا وجہ ہے؟اس نے کہا میرا گھوڑا بڑا اڑیل ہے،سوکھی گھاس نہیں کھاتا اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہری گھاس ملتی نہیں اگر ملتی بھی ہے تو بہت مہنگی ملتی ہے،اس مجبوری کی بناء پر اسے ہرے گلاس کا چشمہ پہنا دیتا ہوں پھر سوکھی گھاس اسکے سامنے ڈال دیتا ہوں تو سوکھی گھاس کو ہری سمجھ کر کھالیتا ہے۔

فائدہ

جس رنگ کا چشمہ آنکھ میں لگا کر انسان دیکھے گا،ہر چیز اسے اسی رنگ کی نظر آئے گی۔اسے اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ انسان خود جیسا ہوتا ہے دوسروں کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے،نیک اور اچھی طبیعت کے لوگ سب کو نیک اور اچھا سمجھتے ہیں،بُری طبیعت و عادت کے لوگ سب کو بُرا سمجھتے ہیں۔

نیز اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ عقل مند کی نظر ہمیشہ حقیقت پر ہونی چاہیے،ظاہری چمک دمک اور ملمع سازی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے،ورنہ اس کا حال اس گھوڑے جیسا ہی رہے گا جو ہرے چشمہ کی وجہ سے سوکھی گھاس کو بھی ہری گھاس سمجھ بیٹھا۔

☆☆☆☆

(۳۲)

﴿هذا من فضل ابليس﴾

یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جس زمانے میں انگلینڈ والے ہندوستان پر حکومت کرتے تھے اور سامان بیحد سستا مل جاتا تھا،دس پیسے میں مونگ پھلی کا تیل ایک کلو ملتا تھا،تل کا تیل پچیس پیسے میں ایک کلو ملتا تھا اور ایک روپیہ میں ایک کلو دیسی گھی ملتا تھا۔حکومت کی نوکری کرنے والے اگر صحیح طریقہ سے نوکری انجام دیتے تھے تو ہر سال اس کی تنخواہ میں دو روپیہ کا اضافہ ہوتا تھا اور تنخواہ بڑھتے بڑھتے ساٹھ روپیہ تک ہو جاتی تھی،یہ سب سے زیادہ تنخواہ کہلاتی تھی۔

اسی زمانے میں ایک آدمی سات روپیہ کی تنخواہ میں نوکری کرتا تھا،اتفاق سے اس پر شیطان عاشق ہو گیا اور گہرا دوست بن گیا۔ایک دن شیطان نے اس سے کہا تو نوکری چھوڑ دے!سات روپیہ میں ترقی نہیں کر سکتا،میں تجھے پیسہ کمانے کا طریقہ بتا دوں گا۔پہلے تو اس نوکری کرنے والے کو یقین نہیں آیا اور کہنے لگا یہ سات روپیہ والی نوکری بھی جائیگی اور تو مجھے پھنسا دیگا تو پھر میرا کیا ہوگا۔اس پر شیطان نے اس کو یقین دلایا اور کہا میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں میں تجھے پھنساؤں گا نہیں،بلکہ لکھپتی اور مالدار بنا دوں گا۔لکھپتی بننے کی بات سن کر اس کے منہ میں پانی آگیا اور اپنے دوست شیطان کے کہنے پر نوکری چھوڑ دی۔شیطان نے اسے کالے بازار کا راستہ بتایا۔جب کچھ رقم جمع ہو گئی تو سود اور شراب کا کاروبار شروع کرا دیا،دو تین سنیماؤں کا مالک بنا دیا۔اس کے بعد وہ ایک بہت بڑی بلڈنگ بنوانے لگا،جب عمارت بن کر تیار ہو گئی تو اس نے اپنے چاہنے والوں کی بہت بڑے پیمانے پر دعوت کی۔مالدار ہونے کے بعد سیکڑوں نئے دوست بھی بن گئے تھے۔دعوت والے روز سب حضرات وقت پر حاضر ہو گئے،شیطان جو اس کا مخصوص

دوست تھا، پہلے ہی سے حاضر تھا۔ لوگ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو شیطان نے سب کو روک لیا اور کہنے لگا میری تھوڑی سی بات آپ صاحبان سنتے جائیں، سب رک گئے۔ شیطان نے اپنا بیان شروع کیا اور کہنے لگا یہ انسان جسکی دعوت میں آپ صاحبان آئے ہیں اس سے پوچھو کہ یہ صرف سات روپیہ تنخواہ پر نوکری کرتا تھا، اتفاق سے میرا اس کا تعلق ہو گیا، میں نے اسکی نوکری چھڑوا دی اور کالے بازار کا دھندہ بتایا، سود اور شراب کا ٹھیکہ دلایا، پھر دو تین سنیما گھر کا مالک بنایا، اس سے یہ لکھپتی ہو گیا اور اتنی بڑی بلڈنگ اس نے اسی حرام کی کمائی سے بنوائی ہے اور اس بلڈنگ کے اوپر اس بے ایمان نے کیا لکھوایا ہے اس کو آپ صاحبان پڑھ لیجئے۔ لوگوں نے جب بلڈنگ کے اوپر نظر کی تو اس پر لکھا تھا" **ھذا من فضل ربی**" (یہ میرے رب کا فضل ہے) یہ اس کی بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس بلڈنگ کے اوپر میرا نام لکھوانا چاہئے تھا یعنی" **ھذا من فضل ابلیس**" (یہ ابلیس کا فضل ہے) کیونکہ یہ سب کمائی حرام کی کمائی ہے اور میری مدد سے ملی ہے، اس نے میرا نام نکال کر اللہ کا نام کیوں لکھا، اسی سے آپ صاحبان اندازہ لگائیے یہ کتنا بڑا بے ایمان ہے۔

فائدہ

آج کل یہ مقولہ مشہور ہو گیا ہے" پیسہ ہو چاہے جیسا ہو" سود خوری، رشوت ستانی عام ہو گئی ہے، تجارتی لین دین میں دھوکہ دہی بہت تیز اور چالاک ہونے کی دلیل اور قابل تعریف چیز ہو گئی ہے۔ اور ایسے لوگوں سے اگر آپ پوچھیں کہ بھائی صاحب کیسی گزر رہی ہے، تو جواب دیں گے خدا کا شکر ہے، بہت اچھی طرح زندگی گزر رہی ہے، کاروبار بہت اچھا چل رہا ہے، بہت برکت ہو رہی ہے۔

افسوس! قطعاً اس کی فکر نہیں ہوتی کہ اگر یہ چند روزہ زندگی اس حرام مال کے ذریعہ خوش

حال گزر بھی گئی تو کیا ہوتا ہے، کہیں اس کی وجہ سے مدتوں نارِ جہنم میں نہ جلنا پڑے اور یہ مال حرام وہاں اژدھے کی شکل میں مسلط ہو۔

درحقیقت یہ سب شیطانی وسوسہ ہے کہ خوب مال ہونا چاہیے تا کہ عیش کی زندگی کٹے۔ حالاں کہ اصل زندگی دنیا کی زندگی ہے ہی نہیں، یہاں تو جس طرح بھی کٹ جائے بہر حال کٹ جائے گی، اصل تو یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے اُس زندگی کے لیے کیا جمع کیا ہے جہاں موت ہی نہیں آئے گی۔

☆☆☆☆

(۳۳)

﴿ابلیس کی توبہ﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ابلیس بہت آتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام نے ابلیس سے کہا تو بھی توبہ کر لے کاہے کو پریشان ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی پریشان کرتا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں کریگا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا دنیا میں کوئی بھی توبہ کرنا چاہے تو اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے، تیری توبہ کیوں نہیں قبول کریگا، تو میرے ساتھ کوہِ طور پر چل میں تیری سفارش کر دونگا، اللہ تبارک وتعالیٰ میرے اوپر بہت مہربان ہیں، مجھ سے باتیں کرتے ہیں، تو اپنی ضد چھوڑ دے اور میرے ساتھ چل۔

موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر ابلیس رضامند ہو گیا اور آپ کے ساتھ توبہ کرنے کی نیت سے

Scanned by CamScanner

چل دیا، جب کوہ طور پر پہنچے اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت شروع کی تو موسیٰ علیہ السلام نے ابلیس کی سفارش کردی اور کہا اے باری تعالیٰ جیسے دوسرے اور بہت سے بندے ہیں اسی طرح ابلیس بھی تیرا بندہ ہے اور میرے ساتھ توبہ کی نیت سے آیا ہے، اسکی توبہ قبول کرلے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میرے دربار میں جو بھی توبہ کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے اسکی توبہ ضرور قبول کرلیتا ہوں اگر ابلیس توبہ کرنا چاہے تو میری ایک بات مان لے اور وہ یہ ہے کہ آدم (علیہ السلام) کی قبر پر سجدہ کرلے، میں اس کی توبہ قبول کرلوں گا۔ یہ سنکر ابلیس آگ ببولا ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا دیکھا موسیٰؑ اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول کرنے کے لئے کیسی کڑی شرط لگائی، آدمؑ زندہ تھے اس وقت تو میں نے ان کو سجدہ کیا نہیں، اب بھلا میں ان کی قبر پر سجدہ کروں گا، یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جدا ہو کر چلدیا۔

فائدہ

شیطان کی دربار الٰہی سے مردودیت کا اصل سبب کبر اور ضد ہی ہے، اسی وجہ سے اس نے حکم الٰہی ماننے سے انکار کیا۔ عقیدۂ توحید اور ذات باری سے محبت کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ آدم کو سجدہ نہ کیا جائے، بلکہ حقیقی توحید یہ ہے کہ جب اللہ کو مان لیا تو اب اس کے ہر حکم پر جان قربان کر دی جائے، اپنی خواہش کو چھوڑ کر جو وہ کہے وہ کیا جائے، یہی سچی محبت اور ایمان ہے۔
ورنہ زبانی دعوی تو ہوسکتا ہے لیکن دل میں ایمان نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے کے لیے کہیں تو نماز نہ پڑھے، روزہ رکھنے کے لیے کہیں تو روزہ نہ رکھے اور دعوی کرے کہ ہمیں اللہ سے محبت ہے ،کون اس دعوے کو سچا کہہ سکتا ہے۔

☆☆☆☆

(۳۴)

جھگن مگن متّھا بنائیں، مکّھن کلیا کھائے

ایک شہر تھا۔ جس کے بیچ میں سے نیشنل ہائی وے گذرتا تھا، روڈ کے ایک طرف ایک بنئے نے دوکان لگالی، دوکان کی بکری اچھے پیمانے پر ہونے لگی۔ ایک مہینے میں دوکان کا سارا خرچ نکالنے کے بعد بنئے کو تین چار ہزار روپے بچ جاتے تھے۔ بنیا بہت خوش تھا، اسکی سمجھ کے مطابق اگر یہ دوکان اسی طرح چلتی رہی تو تین چار سال میں ہم لکھپتی ہوجائیں گے۔ اتفاق سے سڑک کے دوسری طرف ٹھیک اس کے سامنے ایک دوسرے بنئے نے دوکان کھولدی، جس قیمت پر پہلا والا بنیا مال بیچتا تھا اسی قیمت پر یہ بھی بیچنے لگا۔ اب پہلے والے بنئے کی آمدنی بہت کم ہو گئی، وجہ اس کی یہ ہوئی کہ سامنے والے فٹپاتھ کی طرف رہنے والے لوگ وہیں سے مال خرید لیتے تھے، یہ سوچ کر کہ اتنا بڑا روڈ کراس کر کے دوسری طرف مال خریدنے کون جائے، اس وجہ سے پہلے والا بنیا بعد والے بنئے سے بہت جلتا تھا۔

پہلے والے بنئے کی دوکان پر کوئی دھرم گرو، مہاراج یا مہاتما آتے تو وہ بنیا اُن سے کہتا کہ آپ صاحبان کچھ ایسا چھو چھا کردو یا کوئی منتر بتادو کہ میں اس کو جپوں، تا کہ سامنے والے بنئے کا ستیاناس ہوجائے۔ وہ لوگ جواب میں کہتے کہ ہم ایسا کام نہیں کرتے۔ ہر دھرم میں اچھے لوگ ہوتے ہیں اور برے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ پہلے والا بنیا ہر آنے والے مہاراج سے یہی کہتا، اتفاق سے ایک مہاراج مل گئے انھوں نے کہا کہ دیکھو ہم اپنی طرف سے کسی کا برا ہوجائے ایسا کام نہیں کرتے، البتہ آپکو ایک وظیفہ بتاتے ہیں، اسے چالیس دن تک لگاتار پڑھیں گے تو بھگوان آپکے پاس خود آجائیں گے، پھر آپ کو جو کہنا ہو کہنا، جو مانگنا ہو مانگنا، اس بات پر بنیا بہت

خوش ہوا اور مہاراج سے پوچھنے لگا کہ کیا میں بھگوان کو اپنی آنکھ سے دیکھ لوں گا؟ مہاراج نے کہا بالکل آپ اپنی آنکھوں سے بھگوان کو دیکھ لوگے۔

بنیا مارے خوشی کے ناچنے لگا اور کہنے لگا جب بھگوان ہی میرے سامنے آجائیں گے تو دو چار لاکھ روپیہ مانگ لوں گا اور ایک امپالہ موٹر خریدوں گا، پھر ہندوستان میں ہر جگہ تیرتھ کرتا پھروں گا، اس دوکان پہ بارہ گھنٹے کون بیٹھے گا۔ یہ سب سوچ کر بنئے نے اس مہاراج سے کہا وہ وظیفہ آپ ہم کو بتا دیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

مہاراج نے بنئے کو وظیفہ بتا دیا اور اس کے پڑھنے کی ترکیب بھی بتا دی۔ مہاراج دو ایک دن بنئے کے وہاں رہ کر چلے گئے اور بنئے نے وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا، وقت گذرتے دیر تھوڑی ہی لگتی ہے۔

وظیفہ پڑھتے پڑھتے انتالیس دن گذر گئے، آج چالیسواں دن ہے، بھگوان آج ہی آویں گے۔ بنئے نے نہا دھو کر اچھے صاف ستھرے کپڑے پہنے، عطر وغیرہ خوب لگایا، اگربتی جلائی، گھر میں چاروں طرف گلاب کا پانی چھڑکا اور وظیفہ پڑھنے بیٹھ گیا، وظیفہ پڑھ ہی رہا تھا کہ بھگوان آگئے اور بنئے کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے: مانگ کیا مانگتا ہے؟ بنئے نے کہا بھگوان آپکا وچن مانگتا ہوں، تو بھگوان کہنے لگے: اے بنئے ہم تیرے خیال کو جانتے ہیں، تو نے وظیفہ جو پڑھا ہے اس لئے پڑھا ہے کہ مجھ سے دو چار لاکھ روپیہ مانگے گا، اس کے بعد ایک موٹر خریدے گا اور پھر پورے ہندوستان کی یاترا کرے گا اور سامنے والے بنئے کو جلانے کی نیت سے یہ سب تو نے کیا ہے۔ اس پر بنیا کہنے لگا کہ بھگوان آپ کی بات بالکل صحیح ہے یہی میری نیت ہے اور اسی لئے میں نے یہ وظیفہ پڑھا ہے۔

بھگوان نے کہا اے بنئے! میں تجھے وچن تو دیتا ہوں مگر میری بھی ایک شرط ہے۔ بنئے

نے کہا بھگوان آپ کی کیا شرط ہوگی؟ بھگوان نے کہا تو جو کچھ مانگے گا اور جتنا مانگے گا اس سے ڈبل سامنے والے بنئے کو دوں گا۔ اب جو کچھ تجھے مانگنا ہو مانگ لے۔ بھگوان کی یہ بات سنکر بنیا تو حیران رہ گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا اگر میں چار لاکھ مانگتا ہو تو بھگوان اس بنئے کو آٹھ لاکھ روپیہ دیں گے، چالیس دن محنت میں نے کی اور مال سامنے والا بنیا لے جائیگا، کہاوت ہے" جھکن مگن متھا بنائے، مکھن کلیا کھائے" وہی مثال میری ہے محنت سب میری ہے اور مال مجھ سے زیادہ دشمن لے جاتا ہے، بنیا خوب سوچنے لگا اور سوچ سمجھ کر بھگوان سے پھر پوچھا بھگوان سامنے والے بنئے کو کیا آپ سچ مچ ڈبل دوگے؟ بھگوان نے کہا بالکل ڈبل دوں گا، تجھے مانگنا ہو تو جلدی سے مانگ لے ورنہ میں تو یہ چلا۔ اس پر بنئے نے کہا اچھا بھگوان ایسا کرو کہ میری ایک آنکھ پھوڑ دو اور اس سامنے والے بنئے کی دونوں آنکھیں پھوڑ دو، میری ایک آنکھ بچے گی اس سے میری دوکان کا کام چلتا رہے گا اور سامنے والے بنئے کی دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں گیں تو وہ اندھا ہو جائیگا پھر تو اس کی دوکان ہی بند ہو جائیگی۔

فائدہ

حسد کہتے ہیں دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو۔ اس تمنا کی وجہ سے نعمت زائل ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ حاسد حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے، من جانب اللہ اس پر یہ عذاب ہوتا ہے۔ اس لطیفے میں کس قدر عبرت کی بات ہے کہ حاسد اپنے پڑوسی کی خوشحالی سے اس قدر رنجیدہ ہے کہ اپنی ایک آنکھ سے محرومی برداشت کرنے کے لیے تیار ہے اس شرط پر کہ پڑوسی کی دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں۔ یہ عذاب نہیں تو اور کیا ہے۔ اللھم احفظنا منه

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۳۵)

﴿حضرت جبرئیلؑ و میکائیلؑ نے ہنٹر مار کر کھانا کھلایا﴾

تین دوست تھے، تینوں میں ایک مسلمان دوسرا عیسائی اور تیسرا یہودی تھا۔ تینوں گہرے دوست تھے اور ایک ہی کارخانے میں کام کرتے تھے، اتفاق سے کارخانے میں پندرہ دن کی چھٹی پڑگئی تو تینوں ایک ساتھ تفریح کے لئے کار میں گھومنے چلے، گھومتے گھامتے چودہ دن ہو گئے تھے، آخری ایک دن بچا تھا، شام کو ایک جگہ قیام کیا اور رات وہیں رکنے کا ارادہ کرلیا کھانے پینے کا سامان ساتھ میں تھا، تینوں دوست میں سے ایک نے کہا کھانا تو دیکھو کتنا بچا ہے؟ جب دیکھا تو ایک آدمی کھا سکے اتنا بچا تھا، مسلمان دوست نے کہا آج ایک شرط لگالو عیسائی دوست نے پوچھا: کیسی شرط؟ اس نے کہا ہم تینوں سو جائیں اور جس کو اچھا خواب آئے وہ یہ کھانا انعام کے طور پر کھا جائے۔ اس شرط پر یہودی دوست بھی ان دونوں کے ساتھ متفق ہو گیا اور کہا بالکل ٹھیک ہے، یہ اچھی شرط ہے، یہ طے کر کے تینوں دوست لیٹ گئے اور انکے ناک کے خراٹے بجنے لگے، مسلمان جگ رہا تھا، خالی پیٹ نیند کہاں آوے، بہر حال وہ اٹھا، اور اطمینان سے کھانا کھایا، کھا کر پھر سو گیا اور خراٹے لینے لگا، عیسائی اور یہودی کی جب آنکھ کھلی تو ان لوگوں نے اپنے مسلمان دوست کو جگانا شروع کیا اب وہ کاہے کو اٹھے وہ تو ڈٹ کر اکیلے ہی کھانے پر ہاتھ مار چکا تھا، بہت جگانے پر وہ اٹھا تو دونوں نے کہا اپنا اپنا خواب بیان کرو۔ پہلے یہودی نے بیان کرنا شروع کیا، اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر باتیں کر رہا ہوں۔ سب نے کہا ماشاء اللہ بہت اچھا خواب ہے۔ یہ سنکر عیسائی کہنے لگا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آسمان پر باتیں کر رہا ہوں۔ جس کو اچھا خواب

نظر آئے اس کو انعام میں کھانا ملنے والا تھا، تو گھٹیا خواب کون بیان کرے، ان دونوں کا خواب سن کر مسلمان سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگا۔ ان دونوں دوستوں نے کہا آپ اپنا خواب تو بیان کیجئے۔ وہ تو کھانا کھا کر سویا تھا اس وجہ سے سوچ میں پڑ گیا کہ میں کیا بیان کروں۔ بہر حال سوچ کر مسلمان نے اب اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا اور کہا بھائی صاحب ہم تینوں سو گئے اور جب مجھے گہری نیند آ گئی تو دو فرشتے جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام نے آکر مجھے جگایا میری آنکھ کھلی تو دیکھا دونوں کے ہاتھ میں ہنٹر ہے اور کہا یہ کھانا کھا جاؤ ورنہ ہنٹر سے ماریں گے۔ یہ سنکر میں گھبرا گیا اور ان کے کہنے پر کھانا کھا لیا، یہ سن کر عیسائی اور یہودی سمجھ گئے کہ یہ کھانا کھا کر سویا ہے اور اپنی طرف سے بات بنا کر کہہ رہا ہے۔ دونوں نے کہا ارے بھائی صاحب آپ کھانا کھا گئے تو بھلے ہی کھا گئے، اگر ہم کو بھی آواز دیتے تو ہم بھی دو چار لقمہ کھا لیتے اس پر مسلمان دوست نے کہا میں نے آپ صاحبوں کو آوازیں تو بہت دیں لیکن ایک کوہِ طور پر تھا اور دوسرا پہلے آسمان پر، اس وجہ سے میری آواز آپ صاحبوں تک پہنچی نہیں، آپ صاحبان بہت دور چلے گئے تھے۔

فائدہ

مسلمان کو اللہ تعالی نے جو سر بلندی عطا فرمائی ہے بہر حال وہ ہر جگہ نمایاں رہتی ہے، اس واقعہ میں بھی یہ چیز نمایاں ہے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۳۶)

﴿تم صبر کرو میں نہیں کروں گا﴾

ایک تاجر تھا، جو اپنے ملک سے دوسرے ملک میں تجارت کے لئے گیا تھا اور اپنا ایک منشی جس پر اس کو اعتماد تھا اپنے ساتھ لے گیا۔ تجارت کی لائن میں سیٹھ ماہر فن تھا، دو تین سال کی تجارت میں سیٹھ نے بہت کچھ کامیابی حاصل کر لی، شہر کے بیچو بیچ دوکان لی تھی وہ بہت اچھے پیمانے پر چل رہی تھی۔ سیٹھ کا منشی صبح آٹھ بجے دوکان کھول دیتا تھا اور ڈاک دس بجے آتی تھی، سیٹھ صاحب دوکان پر گیارہ بجے آتے تھے۔ ایک روز ڈاک آئی تو ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ کے لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ منشی خط پڑھ کر بہت اداس ہو گیا۔

گیارہ بجے جب سیٹھ صاحب دوکان پر آئے تو دیکھا کہ منشی بہت اداس بیٹھا ہوا ہے، سیٹھ صاحب نے منشی سے پوچھا منشی جی کیا بات ہے؟ آپ اداس کیوں بیٹھے ہیں؟ منشی جی نے کہا لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے، منشی جی کو سیٹھ صاحب سمجھانے لگے: اللہ کا مال ہے جب چاہے لے لے۔ ہم کو ہر حالت میں صبر کرنا چاہئے، آپ کے لئے وہ بچہ شفاعت کا سبب بن گیا، اس لئے کہ جو چھوٹے بچے مر جاتے ہیں اور ماں باپ صبر کرتے ہیں تو وہ بچے ماں باپ کی حشر کے میدان میں شفاعت کریں گے۔ سیٹھ صاحب ان الفاظ سے منشی جی کو تسلی دینے لگے، جب سیٹھ صاحب منشی جی کو خوب سمجھا چکے، تو منشی جی نے کہا میرا لڑکا نہیں مرا ہے آپ کا لڑکا مر گیا ہے، اب تو سیٹھ صاحب دہاڑیں مار مار کر رونے لگے اور سینہ پیٹنے لگے۔

فائدہ

اس زمانے میں عوام وخواص سب کا یہی حال ہے کہ دوسروں کو خوب وعظ ونصیحت

کرتے ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو بھاگ لیتے ہیں جو ایک طرح کا نفاق ہے، قرآن کریم میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے، ارشاد باری ہے:

اَتَامُرُونَ النَّاسَ بِالبِرِّ وَتَنسَونَ اَنفُسَکُم وَاَنتُم تَتلُونَ الکِتَابَ اَفَلَا تَعقِلُون (بقرہ:۴۴)

(کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب، پھر کیوں نہیں سوچتے ہو)

☆☆☆☆

(۳۷)

﴿گھی والی روٹی اور چوہا﴾

ایک عورت تھی۔ اس کے مکان میں ایک چوہا رہتا تھا، وہ چوہا اس عورت کو بہت پریشان کرتا تھا، اس کے کپڑے وغیرہ کاٹ ڈالتا تھا، ایک روز عورت بازار گئی اور چوہے کی پریشانی سے بچنے کے لیے چوہے دانی خرید لائی اور چوہے دانی پر گھی لگا کر رکھ دیا۔ جب رات ہو گئی اور گھر میں ہر طرف سناٹا ہو گیا تو چوہا اپنے بل سے نکل کر باہر آیا، اچانک اس کو گھی والی روٹی کی خوشبو آئی، اب چوہا گھر میں ادھر اُدھر پھر رہا ہے، گھوم رہا ہے کہ یہ گھی والی روٹی کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے گھومتے پھرتے ایک جگہ چوہے دانی نظر آئی اور اسی میں گھی والی روٹی لٹک رہی تھی، چوہا قریب گیا اور چاروں طرف پنجرے کے چکر لگانے لگا کہ اندر کیسے گھسیں؟ ایک طرف اسکو راستہ مل ہی گیا۔ چوہا بہت خوش ہوا کہ راستہ تو ملا گھی والی روٹی تک پہنچنے کا، اب چوہا اندر داخل ہو کر بہت خوش ہوا اور بڑے اطمینان سے خوشی خوشی روٹی کھانے لگا، جب روٹی کھا چکا تو سوچا کہ اب واپس چلیں، لیکن وہ

Scanned by CamScanner

داخل ہونے والا دروازہ تو اندر داخل ہونے کے بعد فوراً ہی بند ہو گیا تھا، ادھر اُدھر نکلنے کے لئے منہ مارنے لگا مگر نکلنے کا راستہ نہ ملا اور صبح ہو گئی، عورت سو کر اٹھی اور پنجرے کو دیکھا تو اس میں خوب موٹا چوہا پھنسا تھا، عورت نے اپنے بچے کو جگایا اس کا نام محمد حنیف تھا اور اس سے کہا دیکھ تو چوہے دان میں کتنا موٹا چوہا آ گیا ہے، وہ اٹھا اور چوہے کو دیکھ کر گھر سے باہر نکلا، اپنے دو چار دوستوں کو بلایا اس عورت کے ایک لڑکی بھی تھی اس کا نام زینب تھا اس کو بھی جگایا اور کہا دیکھ تو پنجرے میں کتنا موٹا چوہا آ گیا ہے۔ چوہے کو دیکھ کر وہ بھی گھر سے باہر نکلی اور دو چار اپنے سہیلیوں کو بلا لائی۔ یہ سب بچے اور بچیاں ہاتھ میں لوہے کا سریا یعنی تیلی لے کر اس چوہے دان کا گھراؤ کر کے بیٹھ گئے، جب لڑکے چوہے کو مارتے ہیں تو چوہا لڑکیوں کی طرف چلا جاتا ہے اور دل ہی دل میں کہتا ہے کہ گھی والی روٹی تو کھائی مگر بڑا برا پھنسا، اگر یہاں سے ایک مرتبہ نکل جاؤں تو دوبارہ اپنی ساری زندگی گھی والی روٹی نہ کھاؤں گا۔

فائدہ

آج دنیا میں جو لوگ حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر جو کچھ ملے سب ہڑپ کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، قیامت کے دن ان کا یہی حال ہوگا کہ جب اللہ کے عذابوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گیں تو کہیں گے: اے اللہ ہم کو کسی طرح ایک مرتبہ دنیا میں واپس بھیج دیجئے، ہم کسی پر قطعاً ظلم وزیادتی نہیں کریں گے، کسی کے مال کو ہڑپ نہیں کریں گے اور پکے مومن وایمان دار بن کر اب آئیں گے۔ مگر لوٹنا نصیب نہ ہوگا۔

اس لیے اس زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور آخرت کی تیاری موت سے پہلے کر لینی چاہیے، ورنہ پھر پچھتاوے کیا ہووت ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت!!

☆☆☆☆

(۳۸)

﴿میں شہد چاٹ رہا تھا اور تم گو﴾

ایک پیٹ بھرو پیر صاحب تھے وہ ہر سال ایک بار اپنے مریدوں کے پاس جاتے۔ ایک چودھری صاحب بھولے بھالے آدمی تھے وہ اس پیر کے مرید تھے، پیر صاحب ہر سال اس کے یہاں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ پیر صاحب کی موجودگی میں چودھری نے خواب دیکھا صبح میں چودھری اپنے پیر صاحب سے اپنا خواب بیان کرنے لگا اور کہنے لگا حضرت جی آج رات مجھے عجیب قسم کا خواب آیا، پیر صاحب نے کہا بیان کرو بیٹا کیا خواب تھا؟ چودھری نے اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا اور کہنے لگا۔

خواب میں میں نے دیکھا کہ آپکے ہاتھ مبارک کہنیوں تک شہد سے بھرے ہوئے ہیں اور اس میں سے شہد ٹپک رہا ہے، پیر صاحب یہ سنکر بہت زور سے ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تو آخرت کے چاہنے والے ہے، ہمارے ہاتھ سے شہد ہی ٹپکے گا۔

چودھری نے کہا حضرت جی ابھی میرا خواب پورا نہیں ہوا ہے، پیر صاحب نے کہا ہاں بیٹا پھر کیا ہوا بیان کرو، چودھری نے کہا حضرت جی میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میرے ہاتھ کہنیوں تک گو سے بھرے ہوئے ہیں اور اس میں سے گو ٹپک رہا ہے۔ پیر صاحب اپنا منہ بگاڑ کر کہنے لگے بیٹا تم لوگ دنیا کے چاہنے والے ہو اس وجہ سے تمہارے ہاتھ سے گو ہی ٹپکے گا۔

چودھری نے کہا حضرت جی ابھی میرا خواب پورا نہیں ہوا ہے، اس پر پیر صاحب نے کہا اچھا بیٹا پھر کیا ہوا چودھری نے کہا کہ آپ کے شہد والے ہاتھ میں چاٹ رہا تھا اور میرے گو والے آپ چاٹ رہے تھے۔

Scanned by CamScanner

پیر صاحب یہ سن کر بہت غصہ ہوئے اور کہنے لگے تو بڑا بے وقوف معلوم ہوتا ہے ایسا کیسا خواب تھا۔ چودھری نے کہا حضرت جی آپ میرے اوپر غصہ نہ ہوئیے خواب تو ایسا ہی تھا جیسا میں نے بیان کیا۔

فائدہ

یہ مثال ہے ان دنیادار علماء اور مشائخ کی جو دنیا کے حصول کی خاطر لوگوں کو دین کی باتیں بتاتے ہیں، جو لوگ ان کی باتیں سنتے ہیں وہ ان پر عمل کر کے اپنی آخرت سنوارتے ہیں اور جنت حاصل کرتے ہیں، جس کو تشبیہ دی گئی شہد سے۔ اس کے برخلاف دین کی بات بتانے والے عالم یا پیر کا مقصد چوں کہ دنیا اور دولت تھی، اس لیے اس کو دنیا تو دے دی جاتی ہے جس کی مثال آخرت کے مقابلے میں گو سے زیادہ کی نہیں ہے، لیکن ثواب سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

خواب کا حاصل یہ ہوا کہ مرید اس پیر سے دین حاصل کر کے اپنی آخرت سنوار رہا تھا اور پیر اس مرید سے دنیا اور دولت حاصل کر رہا تھا۔

☆☆☆☆

(۳۹)

﴿ گیدڑوں میں کمبل تقسیم کر دو ﴾

ایک بادشاہ تھا بہت ہی بھولی طبیعت کا۔ اس نے شہر سے باہر رہنے کے لئے ایک محل بنوایا، جب محل بن کر تیار ہو گیا تو بادشاہ سلامت اس میں رہنے کے لئے گیا، جب رات ہوئی تو

گیدڑوں کے چلّانے کی بہت آوازیں آنے لگیں۔ بادشاہ نے وزیر کو بلا کر پوچھا کہ یہ گیدڑ کیوں روتے ہیں، وزیر بڑا ہی چالاک آدمی تھا، اس نے کہا حضور گیدڑ غریب بیچارے سردی کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ اتفاق کی بات کہ سردی کا موسم بھی تھا کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی. بادشاہ نے کہا کہ ان سب گیدڑوں کو ایک ایک کمبل ہماری طرف سے پہنچا دو۔ وزیر نے کہا اچھا حضور کل آپ کے حکم کے مطابق سب گیدڑوں کو ایک ایک کمبل پہنچا دوں گا۔

دوسرے دن وزیر نے ایک ہزار کمبل خرید کر اپنے گھر بھیج دیئے۔ اب جب دوسری رات ہوئی تو پھر وہی گیدڑوں کی آوازیں آنے لگیں۔ بادشاہ نے وزیر کو بلا کر پوچھا کہ تم نے گیدڑوں کو کمبل نہیں پہنچایا، وزیر نے کہا حضور سب گیدڑوں کو ایک ایک کمبل پہنچا دیا، بادشاہ نے کہا پھر یہ گیدڑ کیوں روتے ہیں، وزیر نے کہا حضور اب یہ گیدڑ رو نہیں رہے ہیں بلکہ آپ کے لئے دعا کر رہے ہیں، اس پر بادشاہ نے کہا تو ٹھیک ہے دعائیں کر رہے ہیں تو کرنے دو منع مت کرو۔

فائدہ

نیک اور بھولے بھالے لوگوں کا مال عیار و مکار قسم کے لوگ اسی طرح دھوکہ دے کر کھا جاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے کس طرح بیوقوف بنا کر مال حاصل کر لیا، مگر اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ایک پائی کا حساب دینا پڑے گا۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۴۰)

﴿قدم درویش تو گھس بلا﴾

ایک نقلی پیر صاحب تھے، وہ ہر سال اپنے مریدوں کے یہاں جایا کرتے تھے، جو مرید زیادہ چاہنے والا ہوتا ہے، اس کے یہاں ایسے پیر زیادہ رکتے ہیں، کیونکہ کھانے پینے کا نظام بہ نسبت اپنے گھر سے بہت اچھا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض پیر بعض مریدوں کے یہاں ہفتوں پڑے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کے صرف دو کام ہوتے ہیں، ایک تو مریدوں سے چندہ جمع کرنا، دوسرے اچھا اچھا مال ملیدہ کھاتے رہنا۔

یہ نقلی پیر صاحب بھی اسی طرح اپنے ایک مالدار مرید کے گھر گئے اور ہفتوں وہیں جمے بیٹھے رہے، ایک دن مرید اپنے پیر صاحب کے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔ مرید کے رونے سے پیر صاحب گھبرا گئے اور پوچھنے لگے بیٹا کیا بات ہے، روتے کیوں ہو، مرید نے روتے روتے کہا حضرت جی آپ چلے جائیں گے تو دوبارہ میرے گھر نہیں آئیں گے۔ پیر صاحب نے کہا بیٹا میں ضرور آؤں گا؟ تم روتے کیوں ہو، خدا کی قسم میں یقیناً آؤں گا، آپ میری اتنی خدمت کرتے ہیں اور میں آپ کے یہاں نہ آؤں یہ ہو نہیں سکتا، میں تو ہر سال آتا ہوں اور ہر سال کے مطابق آتا رہوں گا، آپ کو رونے کی ضرورت نہیں۔ تو مرید روتے روتے کہنے لگا: حضرت جی! پہلے جاؤ بھی تو، جب جاتے نہیں تو آؤ گے کیسے۔ اللہ کے واسطے یہاں سے دوسری جگہ کہیں جائیے، ہم آپ کی خدمت کریں کہ اپنا کاروبار اور گھر کا کام۔ لہٰذا اب آپ جائیے اور ہم کو نجات دیجئے تاکہ ہم اپنے کام کاج کر سکیں۔

فائدہ

ایک زمانہ تھا کہ لوگ تمنا کرتے تھے کہ کسی نیک اللہ والے درویش کے قدم مبارک گھر میں پڑ جائیں تو برکت آجائے اور بلا دور ہو جائے، چنانچہ کہا کرتے تھے ''قدم درویش تو رد بلا''۔ اس زمانے میں دنیادار اور کھاؤ پیروں سے لوگ اس قدر عاجز آگئے کہ پناہ مانگتے ہیں کہ کہیں پیر صاحب نہ آجائیں ورنہ ہزاروں کا چونہ لگا دیں گے اور اب کہتے ہیں ''قدم درویش تو گھس بلا''۔ ناس ہو اس دنیاداری کا جو صلحاء و اولیاء کے لباس میں آکر لوگوں کو دین سے متنفر اور نیک بندوں سے بدظن کر رہی ہے۔

☆☆☆☆

(۴۱)

﴿مارے گھٹنہ پھوٹے سر﴾

ایک نواب صاحب تھے، ان کے یہاں کچھ مہمان آگئے تھے، مہمانوں کے ساتھ کھانے پر اپنے دوسرے دوستوں کو بھی نواب صاحب نے بلا لیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب کے سب ایک کمرے میں بیٹھ کر اپنی اپنی بڑائی کی باتیں کرنے لگے، باتوں باتوں میں اتفاق سے شکار کی بات چھڑ گئی تو جس کے گھر میں یہ محفل جمی تھی اس نواب نے کہا کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایک روز شکار کو گیا، میری نظر ہرن پر پڑ گئی میں نے اس کو جو گولی ماری تو وہ گولی ہرن کا سر توڑ کر اس کی کھری کو پھاڑتے ہوئے نکل گئی۔

ہرن کے پیر کے ناخن کو کھری کہتے ہیں۔اس محفل میں ایک حق پرست آدمی بیٹھا ہوا تھا۔اس نے نواب صاحب کے کہنے پر اعتراض کیا اور کہا نواب صاحب ہرن کا سر اوپر ہوتا ہے اور اس کی کھری نیچے ہوتی ہے، آپ کی گولی سر اور کھری دونوں کو کیسے زخمی کر سکتی۔اس کے سوال پر نواب صاحب سہم گئے، کوئی جواب نہیں بن پایا، نواب کا ایک دوست اس کی ہاں میں ہاں ملانے والا بیٹھا تھا۔اس نے نواب صاحب کی طرف سے جواب دینا شروع کیا اور نواب صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: حضرت جی آپ کا کہنا بالکل صحیح ہے، آپ نے جب ہرن کے گولی ماری اس وقت میری نظر ہرن پر تھی، جس وقت آپکی بندوق سے گولی چھوٹی اتفاق سے اس وقت ہرن اپنی کھری سے سر کھجلا رہا تھا، اسی وقت گولی لگی تو سر پھوڑتے ہوئے کھری توڑ کر گولی چلی گئی۔دوست کی طرف سے یہ جواب لاجواب سنکر نواب صاحب بھی حیرت میں رہ گئے کہ اس دوست نے میری بات کو صحیح کرنے کے لئے ایسا فٹ بٹھا دیا کہ میری بھی سمجھ میں نہیں آیا۔

فائدہ

خوشامد اور چاپلوس قسم کے درباریوں نے ہمیشہ نوابوں اور بادشاہوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے حق و ناحق ہر فیصلے اور سچ و جھوٹ ہر بات کو صحیح ثابت کر کے اپنی عاقبت برباد کی، یہ واقعہ بھی اسی طرح کی ایک مثال ہے، جس سے یہ مثل مشہور ہوئی ہے "مارے گھٹنہ پھوٹے سر"۔

☆☆☆☆

(۴۲)

﴿چودھری صاحب کا انشاءاللہ﴾

ایک چودھری صاحب تھے، انکو ایک بہت عمدہ بیل خریدنے کا شوق ہوا تو وہ ایک ہزار روپیہ جیب میں ڈال کر بیل منڈی کی طرف چلے، جس زمانے میں پچاس روپے میں بیل مل جاتا تھا اس زمانے کی بات ہے۔راستے میں ایک چوراہے پر مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ چودھری کی نظر مولوی صاحب کے اوپر پڑی تو بہت زوردار سلام داغا، مولوی صاحب نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: چودھری صاحب! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ چودھری خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا تھا، جواب میں کہا ایک ہزار کا بیل خریدنے جا رہے ہیں، تو مولوی صاحب نے کہا چودھری صاحب ذرا انشاءاللہ کہہ لو، یہ سنکر چودھری صاحب ناراض ہو گئے اور کہنے لگے مولوی صاحب آپ صاحبوں نے تو ہمیں مصیبت میں ڈال دیا ہے۔یوں کرو تو الحمدللہ کہو، ایسا ہو تو سبحان اللہ کہو، اس طرح ہو جائے تو استغفراللہ پڑھو، کوئی ہمدردی کرے تو جزاک اللہ کہو۔ارے بھائی! ہم دنیادار آدمی ہیں آپ صاحبوں کی بات کی پابندی ہم سے نہیں ہو سکتی، پیسے جیب میں ہیں جانور کی منڈی سامنے ہے، ابھی ہم جا کر خرید لیں گے اس میں انشاءاللہ کہنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔

چودھری کے یہ الفاظ سن کر مولوی صاحب خاموش ہو گئے کچھ بولے نہیں کیونکہ چودھری کا معاملہ تھا اگر زیادہ چودھری صاحب کو سمجھایا جائے تو ناراض ہو جائیں گے اور امامت سے ہاتھ دھونا پڑ سکتا ہے۔جانوروں کی منڈی قریب ہی تھی، چودھری نے منڈی کا دو چار چکر لگایا ایک جگہ بیل پسند آ گیا اور ایک ہزار روپئے میں معاملہ طے ہو گیا تو منشی کے پاس لکھائی کے لیے

Scanned by CamScanner

گئے، جب لکھائی ہوگئی اور آمنے سامنے دستخط ہوگئے تو منشی صاحب نے کہا چودھری صاحب روپے لائیے، ان کے کہنے پر چودھری نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو روپے ندارد، جیب کٹ چکی تھی، اب تو چودھری صاحب بہت گھبرائے اور کہنے لگے منشی صاحب انشاءاللہ میرا جیب کٹ گیا ہے میں کیا کروں، انشاءاللہ اب تو میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ انشاءاللہ کہنے کی بھرمار کردی۔ جب انشاءاللہ کہنے کا وقت تھا اس وقت نہیں کہا، اب انشاءاللہ کہنے سے کیا فائدہ جو کہنے کا وقت تھا ختم ہوگیا تھا۔

فائدہ

درحقیقت ہم سب دین پر بھی عمل دنیا کے لیے کرتے ہیں، نماز روزے اس لیے ادا کرتے ہیں کہ دنیا بنی رہے، چنانچہ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی دنیاوی مصیبت آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ بہت نماز روزہ کیا مگر کیا ہوتا ہے، دیکھو مصیبت تو آ گئی۔ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ اپنے نیک بندوں کو آلام ومصائب میں مبتلا کر کے آخرت میں اس کے درجات کو بلند فرماتا ہے۔

مومن دنیا میں اسباب اختیار کرتا ہے لیکن اس کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے کہ اللہ تعالی چاہیں گے تو کام ہوگا ورنہ نہیں۔ اس لیے ایک مومن کو چاہیے کہ جب کسی کام کا قصد کرے تو انشاءاللہ کہہ لے۔

☆☆☆☆

(۴۳)

﴿تو نے اپنے اعتبار سے مانگا میں نے اپنے اعتبار سے دیا﴾

ایک بڑھیا تھی جو اکیلی رہتی تھی، اتفاق سے ایک روز حاتم طائی کسی کام سے ادھر چلے گئے، بڑھیا کو جب پتہ چلا کہ حاتم طائی آئے ہوئے ہیں تو ان کے پاس پہنچی اور کہنے لگی بیٹا میں بڑھیا ہوں میرا کوئی کمانے والا نہیں ہے، تنہا رہتی ہوں مجھے پانچ کلو شکر آپ دے جائیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ حاتم طائی نے کہا اچھا امّی انشاءاللہ دے جاؤں گا، حاطم طائی کی سخاوت دنیا میں مشہور ہے۔ وہ اس بڑھیا کے لئے پانچ من شکر لے کر آئے اور بولے: لو امّی! یہ آپ کے لئے شکر لایا ہوں۔ بڑھیا نے پانچ من شکر دیکھ کر کہا ارے بیٹا یہ تو بہت ہے میں نے تو پانچ کلو شکر مانگی تھی، آپ پانچ من کیوں لائے، تو حاطم طائی نے جواب دیا آپ نے اپنی شان کے مطابق مانگا تھا میں اپنی شان کے مطابق لایا ہوں۔

فائدہ

یہی حال سخیوں کے سخی رب ذوالجلال کا ہے کہ وہ بھی مومنوں کو آخرت میں ثواب اپنے اعتبار سے دیں گے کہ ایک نیکی کا بدلہ سات گنا سے لیکر سات سو گنا تک دیں گے۔ **فللّٰہ الحمد والشکر لہ.**

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۴۴)

خنثیٰ مچھلی

دریا کے کنارے ایک مدرسہ تھا، عصر اور مغرب کے درمیان استاذ بچوں کو چھٹی دیا کرتے تھے، اب وہ چاہے کھیلیں یا پڑھیں یا تفریح کریں ہر طرح کی اجازت ہوتی تھی۔ ایک دن مدرسے کے دو بچے دریا کے کنارے کنارے تفریح کرتے جا رہے تھے، اتفاق سے ایک جگہ ایک مچھیرا مچھلی مار رہا تھا، دونوں بچے وہاں کھڑے ہو گئے اور دیکھنے لگے کہ مچھلی کس طرح پھنستی ہے، مچھیرے کو تین مچھلی اسی وقت ملی تو اس نے ایک ایک مچھلی دونوں بچوں کو دیدی اور ایک اپنے پاس رکھ لی، پھر کہنے لگا کہ بچو آپ کس مسئلہ پر بحث کر رہے تھے وہ مجھے سمجھا دو تو یہ تیسری مچھلی بھی آپکو دیدوں گا۔ بچوں نے کہا ہمارا سبق میراث کا چل رہا ہے اور استاذ نے ہم کو یہ سمجھایا ہے کہ کسی کے دو بچے ہوں ایک لڑکا اور ایک لڑکی تو لڑکے کو میراث میں دو حصے دیئے جائینگے اور لڑکی کو ایک حصہ دیا جائیگا۔ ہم سوچ رہے ہیں کہ کسی انسان کے تین بچے ہوں ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک خنثیٰ (یعنی ہجڑا) تو اس خنثیٰ کو کیا دیا جائے گا، لڑکے والا حصہ دیا جائیگا یا لڑکی والا؟ یہ تو استاذ نے ہم کو بتایا نہیں، اسی پر ہم دونوں بحث کر رہے ہیں۔ مچھیرے نے وہ تیسری مچھلی بھی ان بچوں کو دیدی۔

خنثیٰ ہجڑے کو کہتے ہیں جو نہ مرد ہو نہ عورت، اس مچھیرے کو اس مسئلے سے کوئی دلچسپی نہ تھی نہ اس کو اس مسئلہ کی ضرورت، پھر بھی اس نے ان طالب علموں پر رحم کھا کر تیسری مچھلی بھی دیدی، اس مچھیرے کی ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی اور چند دنوں کے بعد ایک اتنی خوبصورت مچھلی اس مچھیرے کے جال میں پھنسی کہ اس کے دیکھتے ہی مچھیرے کی زبان سے سبحان اللہ نکل

گیا، اس نے سوچا اس مچھلی کو اگر بازار میں بیچوں گا تو زیادہ سے زیادہ دس یا بیس روپیہ ملیں گے اور اگر بادشاہ کو ہدیہ میں دوں گا تو بطور انعام کے پچاس یا سو روپے مل جائیں گے۔ یہ سوچ کر ایک بہترین کپڑے میں اس مچھلی کو لپیٹ کر بادشاہ کے دربار میں گیا اور اپنا نذرانہ پیش کیا، بادشاہ نے جب مچھلی کو دیکھا تو اس کی زبان سے بھی بے ساختہ سبحان اللہ نکل گیا اور وزیر کو حکم دیا کہ اس مچھیرے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے۔ جب مچھیرے کو ایک ہزار روپیہ بطور انعام مل گیا تو مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا تھا اور سیدھے گھر کا راستہ لیا۔

بادشاہ کے حکم سے مچھیرے کو ایک ہزار روپیہ دینے کا جب حکم ہوا تھا تو بادشاہ کی بیوی بھی بادشاہ کے بغل میں بیٹھی ہوئی تھی، اس نے بادشاہ سے کہا ایک مچھلی پر ایک ہزار روپیہ بھی کہیں انعام دیا جاتا ہے؟ اسی طرح سے اگر آپ انعام دیتے رہے تو خزانہ ہی خالی ہو جائیگا۔ لہٰذا اس مچھیرے سے وہ روپیہ واپس لے لیا جائے، تو بادشاہ نے کہا کہ انعام دینے کے بعد واپس میری شان کے خلاف ہے، بیوی نے کہا آپ کی شان میں کوئی کمی بھی نہیں آئیگی اور روپیہ بھی مل جائیگا۔ بادشاہ نے کہا بتلاؤ وہ کیا ترکیب ہے؟ بیوی صاحبہ نے کہا کہ آپ اس مچھیرے کو واپس بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ یہ مچھلی ہے یا مچھلا۔ اگر مچھیرا مچھلی کہے تو آپ کہئے ہم کو مچھلے کی ضرورت ہے اور اگر مچھلا کہے تو اس سے کہئے ہم کو مچھلی کی ضرورت ہے۔ اس طرح سے وہ روپیہ واپس مل جائیگا اور آپ کی شان میں کوئی فرق بھی نہیں آئیگا۔ بیوی کی یہ بات سنکر بادشاہ حیرت میں پڑ گیا۔ بہرحال بیوی کا مشورہ بادشاہ نے مان لیا اور پھر اگر بیوی کی بات نہ مانی جائے تو گھر ہی جہنم بن جاتا ہے، اس بات کا تو سب کو تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ بہرحال بادشاہ نے مچھیرے کو بلانے کا حکم دیدیا، مچھیرے کو جب داروغہ بلانے گیا تو مارے خوف کے دربار میں آکر بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا، بادشاہ نے جلال میں آکر کہا اے مچھیرے یہ جو تم ہمارے لئے ہدیہ لائے

Scanned by CamScanner

یاد آگیا فوراً جواب میں کہا حضور یہ تو غلط ہو وہ مچھلی ہے یا مچھلا، اس مچھیرے کو وہ دریا والا مسئلہ ہے (ہجڑا)، اس کی اس حاضر جوابی پر اور ایسا انوکھا جواب سنکر بادشاہ بہت خوش ہوا حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار روپیہ اور انعام دیدو۔

فائدہ

اللہ تعالی کو کس کی کون سی ادا پسند آجائے اور اسے کس انعام کا سبب بنا دے کچھ پتا نہیں، اس لیے بندے کو چاہیے کہ خیر و بھلائی کا کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دے۔ دیکھا آپ نے کہ اس مچھیرے نے طالب علموں کے ساتھ ایک معمولی بھلائی کی اللہ تعالی نے اس کے بدلے کس قدر دولت سے نوازا، مچھیرے کو اس کا گمان بھی نہ تھا۔ افسوس ان لوگوں پر جو طالبان علوم نبوت کو ذلیل سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ بھلائی نہیں کرتے۔

نیز اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ دین کی جو بات بھی حاصل ہو سکے اسے حاصل کرنے سے چوکنا نہیں چاہیے، کبھی نہ کبھی ضرور کام آئے گی۔ طالب علموں سے اس مچھیرے نے ایک ایسا مسئلہ سنا تھا کہ بظاہر اس کی زندگی میں کبھی بھی اس کی ضرورت نہ پڑتی، لیکن یہ سنی سنائی بات آج اس کے اس قدر کام آئی کہ اسی کی وجہ سے اس کا انعام بچا، ورنہ ملی ملائی دولت ہاتھ سے جا چکی تھی۔

☆☆☆☆

(۴۵)

﴿سخاوت اسے کہتے ہیں﴾

دو بھائی تھے، دونوں کا کھیتی باڑی کا کام تھا، دونوں کا آپس میں بٹوارہ ہو چکا تھا، جب دھان کا موسم آتا تو دونوں بھائیوں کا علیحدہ علیحدہ دھان کا ڈھیر لگ جاتا، ایک دن دونوں بھائی ڈھیر کے پاس موجود تھے۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ تم گھر جا کر کھانا کھا کر آجاؤ تو میں کھانے جاؤں۔ بڑے بھائی کے کہنے سے جب چھوٹا بھائی چلا گیا تو بڑے بھائی کو احساس ہوا کہ بھائی ہم سے چھوٹا ہے، اس میں پوری سمجھ نہیں ہے، پانچ روپے خرچ کرنے کی جگہ دس روپیہ خرچ کر دیتا ہے، لہٰذا اس کی مدد کرنی چاہئے۔ یہ سوچکر اپنے دھان کے ڈھیر سے چار پانچ من دھان اٹھا کر چھوٹے بھائی کے دھان کے ڈھیر میں ڈالدیا۔

جب چھوٹا بھائی کھانا کھا کر آگیا تو بڑے بھائی سے کہا کہ بھائی صاحب اب آپ بھی گھر جا کر کھانا کھا آئیں تو بڑا بھائی بھی چلا گیا، اب چھوٹے بھائی کے دل میں احساس ہوا کہ بھائی ہم سے بڑے ہیں، مہمان اور خاندان والے سب انھیں کے گھر آتے جاتے ہیں، ان کا خرچ ہم سے زیادہ ہے ان کی کچھ مدد کرنی چاہئے یہ سوچ کر چار پانچ من دھان اپنے دھان کے ڈھیر میں سے نکال کر بڑے بھائی کے دھان کے ڈھیر میں ڈالدیا۔

فائدہ

اللہ رب العزت دل کو دیکھتے ہیں، نہ کہ مال کو، اس نے اس کے مال میں اضافہ کیا اس نے اس کے، اس طرح دونوں کا مال جوں کا توں رہا اور مفت میں ڈھیروں ثواب دونوں نے کما لیا۔ اصل سخاوت یہی ہے کہ چھپ کر کی جائے، حدیث میں آیا ہے کہ اس طرح دے کہ اگر

دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں کو پتہ نہ لگے، بائیں سے دے تو دائیں کو پتہ نہ لگے۔ کاش کہ لوگوں میں اسی طرح کا ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کا جذبہ پیدا ہو جاتا تو دنیا بھی جنت بن جاتی۔ افسوس آج لوگوں کا حال یہ ہو چکا ہے کہ اگر ایسا تنہائی کا موقعہ پا جائیں تو دوسرے کے مال کو اپنے میں شامل کرلیں، اپنے میں سے دینے کا تو تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

☆☆☆☆

(۴۶)

﴿اصلی نقلی کی پہچان کرنے والا اندھا﴾

ایک راجہ تھا، اس کے پاس ایک اندھا آدمی گیا اور کہنے لگا حضور میں تین باتیں جانتا ہوں۔ راجہ نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں جو تو جانتا ہے؟ نابینا نے کہا:

(۱) گھوڑوں کی پہچان جانتا ہوں کہ اصلی ہیں یا نقلی۔

(۲) موتیوں کی پہچان جانتا ہوں کہ سچے ہیں یا کھوٹے۔

(۳) آدمی کی پہچان جانتا ہوں کہ کس خاندان سے ہے۔

اس کی یہ باتیں سن کر راجہ نے وزیر سے کہا اس کو رکھ لو کبھی کام آجائے گا اور اس کو روزانہ پانچ سو گرام چاول اور ڈھائی سو گرام دال دیدیا کرو، کھائے گا اور پڑا رہے گا۔ راجہ کے حکم کے مطابق اس کو رکھ لیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد گھوڑوں کا ایک بہت بڑا سوداگر بہت سے گھوڑے لیکر آیا تو راجہ نے درباری نوکروں سے کہا کہ جا کر دیکھو کوئی اچھا گھوڑا ہو تو ہماری سواری کے لئے خرید لو،

درباری نوکر دیکھنے گئے۔ گھوڑے کے پورے ریوڑ میں ایک گھوڑا پسند کیا تو کسی نے کہا حضور وہ نابینا کہتا تھا کہ میں گھوڑوں کی پہچان جانتا ہوں اس کو یہ گھوڑا دکھلائیے، کئی مہینے سے مفت میں دال چاول کھا رہا ہے، راجہ نے کہا: ارے ہاں ہاں! اس اندھے کو بلا لاؤ، راجہ کے کہنے سے نابینا بلا کر لایا گیا، راجہ نے کہا: ابے اندھے! تو کہتا تھا کہ میں گھوڑے کی پہچان جانتا ہوں، ہمارے لئے ایک گھوڑا درباریوں نے پسند کیا ہے اس کو دیکھ تو وہ کیسا ہے۔ نابینا نے کہا حضور! مجھے اس گھوڑے کے پاس پہنچادیں یا پھر میرے پاس گھوڑا لایا جائے۔ راجہ نے حکم دیا کہ گھوڑا یہاں لایا جائے راجہ کا حکم ہوتے ہی گھوڑے کو لاکر نابینا کے ہاتھ میں اس کی رسی تھمادی گئی، نابینا گھوڑے کے اوپر بہت دیر تک ہاتھ پھیرتا رہا، پھر سمجھ کر کہنے لگا حضور گھوڑا تو بہت اچھا ہے، لیکن پانی میں بیٹھ جائیگا۔ راجہ نے کہا ابے اندھے گھوڑا بھی کہیں پانی میں بیٹھتا ہے کیا یہ بھینس ہے جو پانی میں بیٹھ جائے گی۔ نابینا نے کہا حضور اگر آپ ہماری بات نہیں مانتے تو اس گھوڑے کو پانی کی نہر سے گذار کر دیکھ لیجئے۔ راجہ نے نوکروں کو حکم دیا کہ گھوڑے کو فلاں نہر کے پاس لے جاؤ، نوکر جب گھوڑے کو نہر کے پاس لے گئے تو پانی دیکھتے ہی وہ نہر میں جا کر بیٹھ گیا، نوکروں نے بڑی مشکل سے مار کر پانی سے نکالا اور دربار میں لے جا کر راجہ سے سارا واقعہ بیان کیا راجہ کو بڑا تعجب ہوا کہ نابینا کی بات صحیح ہوگئی، چنانچہ اس نے نابینا سے پوچھا کہ آخر گھوڑے کے پانی میں بیٹھ جانے کا سبب کیا ہے؟ نابینا نے کہا حضور اس گھوڑے کی ماں بچپن میں مرگئی تھی تو اس کو بھینس کا دودھ پلا کر پالا گیا، سوداگر نے کہا حضور واقعی اس کی ماں بچپن میں مرگئی تھی میں اسے بھینس کا دودھ نہ پلاتا تو کیا کرتا، جب نابینا کی بات صحیح ثابت ہوگئی تو راجہ نے اندھے سے کہا ابے اندھے یہ تو بتا تجھے یہ کیسے پتہ چلا کہ اس گھوڑے کی ماں بچپن میں مرگئی تھی اور اس کو بھینس کا دودھ پلایا گیا ہے۔ نابینا نے کہا حضور گھوڑے کی پیٹھ کی جو ہڈی ہوتی ہے اس سے اس گھوڑے کی پیٹھ کی

Scanned by CamScanner

ہڈی دوانگل بڑی ہے، یہ ہڈی بھینس کا دودھ پلانے سے بڑھ جاتی ہے، راجہ نے کہا یہ اندھا تو بڑے کمال کا آدمی ہے، حکم دیا کہ اس کو آج سے ایک کلو چاول اور پانچ سو گرام دال دی جائے۔

اب کچھ نابینا کا بھاؤ بڑھا۔

ایک مرتبہ موتیوں کا سوداگر آیا تو راجہ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اگر اچھے ہوں تو لے لو۔ درباریوں نے کہا حضور وہ نابینا کہتا تھا کہ میں موتیوں کی پہچان بھی جانتا ہوں، اس کو بلا کر موتیوں کی جانچ کرالیں، راجہ نے کہا ہاں یہ اچھا تم نے یاد دلایا۔ راجہ نے حکم دیا کہ اندھے کو فوراً دربار میں حاضر کرو، جب نابینا دربار میں آیا تو راجہ نے کہا ابے اندھے تو نے کہا تھا کہ موتیوں کی پہچان جانتا ہوں، ہمارے آدمیوں نے چند موتی پسند کئے ہیں اور ہمیں بھی پسند ہیں، بتاؤ یہ سچے ہیں یا کھوٹے؟ نابینا نے کہا موتی ہمارے ہاتھ میں دیدیجئے موتی اندھے کے ہاتھ میں دیدئے گئے، نابینا نے ان موتیوں کو اپنے منہ میں ڈالکر دس منٹ کے بعد نکالا اور کہا حضور یہ موتی بالکل کھوٹے ہیں، راجہ نے موتی کے سوداگر کو بلا کر کہا یہ ہمارا نابینا آدمی بہت تجربہ کار ہے یہ کہتا ہے کہ موتی بالکل کھوٹے ہیں، تم ایسے کھوٹے موتی لے کر ہمارے دربار میں تجارت کیلئے آئے ہو، سوداگر نے کہا: حضور! سچ ہے، یہ موتی بالکل کھوٹے ہیں، مگر میں انہیں صرف اس نیت سے لیکر آیا تھا کہ اس کی پہچان کرنے والا بھی کوئی ہے کہ نہیں؟

راجہ نے نابینا سے کہا ابے تجھے نظر تو آتا نہیں پھر تو نے کیسے سمجھ لیا کہ یہ موتی کھوٹے ہیں، نابینا نے کہا حضور میں ان موتیوں کو منہ میں ڈالکر دس منٹ تک گھماتا رہا مگر کچھ پتہ نہ چلا کیونکہ جو سچے موتی ہوتے ہیں اس کو منہ میں ڈالنے سے دو چار منٹ ہی میں لعاب پیدا ہونے لگتا ہے اور اگر کھوٹے ہوتے ہیں تو منہ میں خراش پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہ موتی منہ میں خراش پیدا کر رہے تھے، اس لیے میں سمجھ گیا کہ یہ کھوٹے ہیں۔ نابینا کی یہ بات سن کر راجہ بہت خوش ہوا اور

وزیر کو حکم دیا کہ اس کو جتنا چاول، دال روزانہ ملتا ہے اس میں کچھ اضافہ کردو۔ وزیر نے ایک ایک پاؤ چاول، دال کا اضافہ کردیا۔

راجہ نے نابینا سے کہا ابے اندھے تیری دو باتیں تو بالکل صحیح ثابت ہوگئیں، تیری ایک بات باقی رہی کہ تو آدمی کی پہچان جانتا ہے کہ وہ کس خاندان کا ہے، تو ہمیں بتا کہ میں کس خاندان کا ہوں؟ نابینا نے کہا حضور آپ نہ پوچھئے کہ آپ کس خاندان کے ہیں؟ کسی دوسرے آدمی کا خاندان پوچھئے، راجہ نے کہا میں اپنا خاندان تجھ سے پوچھوں گا، دوسرے کا کیوں پوچھوں، نابینا نے کہا حضور اگر آپ اپنا خاندان پوچھنا چاہتے ہیں تو بھرے دربار میں مت پوچھئے، تنہائی میں پوچھئے راجہ نے کہا میں بھرے دربار میں سب کے سامنے پوچھوں گا، میں راجہ ہوں کسی سے ڈرتا تھوڑے ہی ہوں، نابینا نے کہا اگر آپ اپنا خاندان بھرے دربار میں سب کے سامنے پوچھنا چاہتے ہیں تو حضور آپ ہمیں معافی نامہ لکھ کر دیں کہ آپ مجھے غصہ میں آکر قتل نہیں کروائیں گے تا کہ میں بالکل بے فکر ہو کر آپ کا خاندان بتا سکوں۔ راجہ نے کہا میں اپنا خاندان تجھ سے پوچھتا ہوں، اسمیں تم کو قتل کرنے کی کیا وجہ ہے۔ نابینا نے کہا نہیں سرکار آپ مجھے پہلے معافی نامہ لکھ کر دیدیں تو میں آپ کا خاندان بتادوں گا، نابینا کے کہنے پر راجہ نے اس کو معافی نامہ لکھ کر دیدیا اور کہا ابے اندھے اب بتا میں کس عالی خاندان کا ہوں۔ اس پر نابینا نے کہا حضور معاف کیجئے گا آپ بنیے کے خاندان سے ہیں۔

یہ سن کر راجہ کو بڑا تعجب ہوا کہ میں راجہ ہوتے ہوئے بنیے کے خاندان سے کیسے ہوگیا؟ نابینا نے کہا حضور آپ کی امی صاحبہ ابھی زندہ ہیں ان سے جا کر آپ پوچھ لیجئے، راجہ اپنی امی کے پاس گیا اور کہا امی ایک اندھا آیا ہوا ہے وہ بہت تجربہ کار ہے۔ اس نے گھوڑے کی پہچان بتادی، موتیوں کو پہچان لیا کہ اصلی ہیں یا نقلی، میں نے اپنے کو پوچھا کہ میں کس خاندان کا ہوں تو کہتا

Scanned by CamScanner

ہے کہ تو بنیے کے خاندان سے ہے، کیا یہ سچ ہے؟ تو اس کی امی نے کہا بیٹا یہ بات بالکل سچ ہے تو راجہ نے کہا وہ کیسے؟ اس کی امی نے کہا کہ ہمارے کوئی اولاد نہیں تھی، راجدھانی میں دو چار مخصوص آدمیوں نے مشورہ دیا کہ کسی بچے کو گود لے لیا جائے اور خوشی میں شہنائیاں اور باجے بجائے جائیں اور اعلان کر دیا جائے کہ راجہ کے گھر لڑکا ہوا ہے، اگر ایسا نہیں کیا جائیگا تو پھر یہ راج پاٹ اور حکومت کون کریگا، لہٰذا ان لوگوں کے مشورے کو قبول کر لیا گیا اور شہر میں تلاش ہونے لگی کہ کسی کے گھر خوبصورت اور تندرست بچہ پیدا ہو تو اس کو گود لے لیا جائے۔ اتفاق سے تمہارا جنم ایک بنیے کے گھر ہوا، تم خوبصورت اور تندرست تھے، لوگوں نے تم ہی کو گود لینے کا مشورہ دیا تو تمہیں کو گود لے لیا گیا، خوب دھوم دھام ہوئی اور اعلان کر دیا گیا کہ راجہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔

اس کی امی نے پوچھا بیٹا یہ بات تو صرف دو چار آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں کہ تم نے مجھے گود لیا ہے، اس اندھے کو کیسے پتہ چلا یہ تو بہت ہی تعجب کی بات ہے۔ اس کی امی نے کہا اس اندھے سے پوچھو تو سہی کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ تو بنیے کے خاندان سے ہے۔ راجہ نے اندھے کو بلا کر کہا تیری بات تو بالکل صحیح ہے۔ لیکن میری امی کہتی ہیں کہ یہ بات تو کسی کو معلوم نہیں، اس اندھے کو کیسے معلوم ہو گیا۔ راجہ نے کہا اے اندھے تو وہاں کہاں چھپ کے کھڑا تھا یا کسی نے تجھے بتایا آخر اتنا بڑا راز تجھے کیسے معلوم ہوا؟ نابینا نے کہا حضور نہ تو میں وہاں کہیں چھپا ہوا تھا نہ مجھ سے کسی نے بتلایا اور نہ ہی میں نے کسی سے پوچھا، یہ بات بڑی آسانی سے مجھے معلوم ہوگئی۔ اس طریقہ پر کہ جب میری دو باتیں آپ کے سامنے صحیح ثابت ہو گئیں تو اگر آپ کسی اچھے خاندان سے ہوتے تو مجھے انعام میں زمین جاگیر دیتے یا مکان ہی رہنے کے لئے دیدیتے، اگر اتنا نہ ہوتا تو کچھ رقم تو ضرور ہی انعام میں دیتے، لیکن آپ نے جب بھی انعام دیا تو دال چاول ہی دیا، اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ آپ بنیے کے خاندان سے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ

خاموش ہو گیا۔

فائدہ

مزاج، شرافت، تہذیب، بول چال اور رہن سہن میں نسل اور خاندان کا بہت بڑا دخل ہے۔ آدمی جس خاندان کا ہوتا ہے اس خاندان کی تہذیب، عادات و اطوار اور سوچ و فکر نمایاں طور پر اس میں پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایک مردم شناش انسان پہچان لیتا ہے کہ سامنے والا آدمی کس خاندان کا ہے۔

☆☆☆☆

(۴۷)

گدھے کو بولنا سکھا دو

ایک مالدار آدمی تھا، جو بے حد بخیل تھا۔ اسے ایک مرتبہ مذاق کی سوجھی، تو شہر میں یہ اعلان کرا دیا کہ جو کوئی گدھے کو بولنا سکھا دے اس کو بیس ہزار روپیہ انعام دیں گے، اس اعلان کو سن کر لوگوں میں چرچا ہونے لگا کہ گدھا کیسے بولے گا اسکو بولنا کون سکھا سکتا ہے؟

یہ اعلان دور دور تک پہنچ گیا کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس اعلان کو قبول کرے۔

اتفاق سے ایک آدمی تیار ہوا، اس کے دماغ میں ایک بات آ گئی اور سیٹھ سے جا کر کہا آپ کے اعلان کو سن کر میں آیا ہوں اور چند شرطوں کے ساتھ گدھے کو بولنا سکھا دوں گا۔ سیٹھ نے کہا وہ شرطیں کیا ہیں؟ آدمی نے کہا:

Scanned by CamScanner

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ آدھی رقم یعنی دس ہزار روپیہ آپ ہم کو پہلے دیں۔

۲- دوسری شرط یہ کہ دس سال کی مہلت دیں کیونکہ گدھا دو چار سال میں بولنا نہیں سیکھ سکتا۔

۳- اور تیسری شرط یہ ہے کہ آپ اپنی پسند کا گدھا خرید کر ہم کو دیں۔

تینوں شرطیں سیٹھ نے منظور کرلیں اور اس آدمی کو دس ہزار روپیہ نقد اور ایک گدھا خرید کر دیدیا، ساتھ ہی دس سال کی مہلت بھی دیدی۔ یہ آدمی جب گدھا لیکر چلا تو لوگوں کو تعجب ہونے لگا اور اس سے پوچھنے لگے کہ آپ اسے بولنا کیسے سکھائیں گے، اس نے جواب دیا کہ آپ صاحبان سمجھتے نہیں یہ سیٹھ بڑا بخیل ہے کسی کو ایک ڈھیلا بھی اللہ کے راستہ میں کبھی نہیں دیتا، تو اللہ تعالیٰ ایسے الٹے راستے سے اس کا پیسہ نکلواتا ہے۔ میں اس دس ہزار روپے میں سے آدھی رقم اللہ تعالیٰ کے نام پر غریبوں کو تقسیم کردوں گا اور آدھی رقم کا سامان خرید کر گدھے کے اوپر لاد کر تجارت کرتا رہوں گا، اب رہی بات گدھے کے بولنے کی تو میں نے دس سال کی مہلت سیٹھ سے مانگی ہے، اس عرصے میں سیٹھ مر جائے گا یا پھر میں مر جاؤں گا، نہیں تو گدھا ضرور مر جائیگا، اتفاق سے ہم تینوں میں سے اگر کوئی نہیں مرا تو دس سال کی مدت پوری ہونے پر میں گدھے کو خود ہی مار ڈالوں گا اور سیٹھ سے جا کر کہہ دوں گا حضور گدھا بالکل بولنے والا تھا، مگر اتفاق سے اس کی موت آگئی وہ مر گیا یہ بہانہ بناؤں گا۔ کہیں گدھا بولتا ہے البتہ بخیل کی جیب سے پیسہ نکالنے کی یہ ترکیب اللہ تعالیٰ نے میرے دماغ میں ڈالی ہے۔

فائدہ

جولوگ اپنے مالوں کو اللہ تعالی کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، غرباء ومساکین کو نہیں دیتے، اللہ تعالی ان کے دماغوں میں ایسی ہی الٹی سیدھی باتیں ڈال کر ان کے مالوں کو نکلواتا ہے۔

☆☆☆☆

(۴۸)

میں فقیر نہیں تو تو سخی بھی نہیں

ایک بادشاہ تھے بہت ہی نیک اور سخی، اس کے ایک لڑکا تھا وہ بھی ماشاء اللہ بہت ہی نیک اور سخی تھا، ایک روز اپنے والد صاحب سے کہنے لگا ابا جان اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ایک آفس شہر کے بیچ میں بناؤں اور ہر راستے کے لئے ایک کھڑکی بنواؤں پھر پورے شہر میں منادی کردی جائے کہ آج سے کوئی فقیر شہر میں بھیک نہیں مانگے گا، شہر کے بیچ ہمارے آفس پر سے سب کو روزانہ کھانے کا خرچ مل جائے گا، جو فقیر جس راستے سے آئے اسی راستے کی کھڑکی پر کھڑا ہو، وہیں سے اسکو مل جائے گا۔ بادشاہ نے کہا بیٹا یہ تو بہت اچھی بات ہے، چنانچہ باپ نے صاحبزادے کو اجازت دیدی۔ اجازت ملنے کے بعد لڑکے نے شہر کے بیچوں بیچ ایک آفس بنوایا اور جتنے راستے وہاں پر تھے اتنی ہی کھڑکیاں بنوالیں۔ جب آفس بنکر تیار ہوگیا تو اعلان کرادیا کہ فلاں تاریخ سے شہر میں کوئی بھیک نہیں مانگے گا، بلکہ شہر کے بیچ میں بنے ہوئے آفس پر آجائیں اور جس راستے سے آئیں اسی راستے کی کھڑکی پر لائن میں کھڑے ہوجائیں، روز کھانے کا خرچ انشاء اللہ تعالیٰ مل جائیگا۔ یہ اعلان پورے شہر میں ہوگیا، اب شہر میں جتنے بھیک مانگنے والے تھے سب اس دن کا انتظار کرنے لگے جب وہ دن آگیا تو اعلان کے مطابق شہزادہ وقت پر آفس پر پہنچ گیا، لوگ پہلے ہی سے لائن لگا کر کھڑے ہوئے تھے، اس نے ایک کھڑکی کھولی وہاں جتنے لوگ کھڑے تھے سب کو دے کر دوسری کھڑکی کھولی وہاں پر جو کھڑے تھے ان سب کو دیدیا۔ ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ پہلی کھڑکی پر لے چکا ہے پھر دوسری کھڑکی کے پاس بھی کھڑا ہے، لیکن شہزادے نے کچھ نہیں کہا اور دوبارہ بھی دیدیا۔ پھر تیسری کھڑکی کھولی وہاں جتنے سوالی کھڑے تھے ان سب

کو دینے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ دونوں کھڑکیوں سے لینے والا آدمی تیسری کھڑکی پر بھی کھڑا ہے، اس نے اس کو پھر بھی دیدیا۔ جب چوتھی کھڑکی کھولی تو وہ آدمی چوتھی کھڑکی پر بھی کھڑا ملا، اب شہزادے سے صبر نہیں ہوا اور کہا بابا آپ فقیر نہیں ہیں پہلی کھڑکی پر آپ لے چکے تھے، پھر دوسری اور تیسری کھڑکی پر بھی آپ نے لیا، لگتا ہے آپ فقیر نہیں ہیں، تو اس فقیر نے کہا اگر میں فقیر نہیں تو تو سخی بھی نہیں ہے، یہ لے اپنا پیسہ میں تو چلا۔ یہ کہہ کر جو پیسہ اس کو تینوں کھڑکیوں سے ملا تھا سب اس کے سامنے پھینک دیا اور چلا گیا۔

شہزادے نے بادشاہ سے اس فقیر کا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا ابا جان پہلے ہی دن یہ منظر پیش آیا۔ بادشاہ نے کہا بیٹا کسی کا دل نہ دکھاؤ تھوڑا بہت کچھ نہ کچھ دیدیا کرو۔ معلوم نہیں کس بھیس میں کون آیا ہے۔

فائدہ

باپ نے بالکل سچ بات کہی کہ جس نے بھی ہاتھ پھیلا دیا اس کے ہاتھ پر کچھ نہ کچھ ضرور رکھ دو نہ جانے کس کو کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سائل گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تب بھی اس کو کچھ نہ کچھ دے دو۔

وجہ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی مجبوری تو ضرور ہی ہوگی اسی وجہ سے تو اس نے ہاتھ پھیلایا ہے، ورنہ اپنے آپ کو ہاتھ پھیلا کر کیوں ذلیل کرتا اور بظاہر اس کے پاس جو کچھ دیکھائی دے رہا ہے اولاً کیا ضروری ہے کہ اسی کا ہو اور اگر اسی کا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی ضرورت کے بقدر نہ ہو اس لیے جھڑکنے کے بجائے جو کچھ ہو سکے دیدے ورنہ خوش اسلوبی کے ساتھ منع کردے۔

☆☆☆☆

(۴۹)

بچھو کاٹیں گے تب بھی کچھ نہیں دوں گا

دو بھائی تھے۔ بڑا بھائی بہت مالدار تھا اور چھوٹا بھائی بے حد غریب۔ چھوٹے بھائی کو ایک روز احساس ہوا کہ بڑے بھائی کے پاس جاؤں شاید اس کو میری غریبی پر رحم آجائے اور کچھ مدد کردے، یہ سوچکر بڑے بھائی کے پاس دن میں تقریباً دو بجے گیا اور گھر کے آنگن میں بیٹھ گیا، بڑا بھائی گھر کے اندر بیٹھا ہوا تھا، چھوٹے بھائی کے آنے سے سمجھ گیا کہ یہ کچھ مدد کے لئے آیا ہے، اس لیے اس نے اس سے بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور گھر ہی میں بیٹھا رہا، آنگن میں نکلا ہی نہیں، چھوٹا بھائی بیٹھا رہا یہاں تک کی رات ہوگئی لیکن بڑے نے پوچھا تک نہیں کہ کیسے آئے ہو۔ جب رات ہوگئی تو چھوٹے بھائی نے کہا اب تو مچھر کاٹ رہے ہیں یہ الفاظ سنکر بڑا بھائی گھر کے اندر بیٹھے بیٹھے کہنے لگا اگر بچھو بھی کاٹیں گے تب بھی کچھ نہیں دوں گا، یہ الفاظ جب چھوٹے بھائی نے سنا تو مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔

فائدہ

بخل بھی من جانب اللہ ایک لعنت ہے، جس کی وجہ سے انسان کے دل سے شفقت، مہربانی اور رحم دلی نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ شقاوت، سختی اور بے دردی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اس کے بعد انسان بظاہر انسان تو رہتا ہے مگر اس کے اندر انسانیت یا آدمیت نام کی کوئی چیز نہیں رہتی۔ اسی کی ایک مثال مذکورہ واقعہ بھی ہے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۵۰)

بس الٰہی

ایک مولوی صاحب بڑے چلبلے اور مذاقیہ آدمی تھے، اتفاق سے شاعر بھی تھے، ان کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو گھر والوں نے پوچھا کہ لڑکے کا نام کیا رکھا جائے، مولوی صاحب نے کہا ''نعمت الٰہی'' رکھو۔ پھر دوسرا لڑکا پیدا ہوا تو گھر والوں نے پوچھا کہ اس کا نام کیا رکھیں کہا ''برکت الٰہی''۔ تیسرا لڑکا پیدا ہوا تو گھر والوں نے پھر پوچھا کہ اس کا نام کیا رکھا جائے تو مولوی صاحب نے کہا کہ ''فضل الٰہی'' رکھو۔ چوتھا لڑکا پیدا ہوا تو پوچھا گیا کہ اس کا نام کیا رکھیں، مولوی صاحب نے کہا کہ ''کرم الٰہی''۔ پھر پانچواں لڑکا پیدا ہوا تو مولوی صاحب نے اس کا نام ''رحمت الٰہی'' رکھا۔ چھٹا پیدا ہوا تو ''انعام الٰہی'' رکھا۔ جب ساتواں لڑکا پیدا ہوا تو گھر والے پھر پوچھنے لگے کہ مولوی صاحب آپ کے گھر میں ساتواں لڑکا پیدا ہوا ہے، اس کا کیا نام رکھیں تو مولوی صاحب نے کہا اس بچے کا نام ''بس الٰہی'' رکھو۔

فائدہ

کسی بھی چیز کی جب کثرت ہو جاتی ہے تو اس کی حیثیت کم ہو جاتی ہے، یہی حال اولاد کا بھی ہے، اس نعمت کی قدر کا حال ان لوگوں سے پوچھیے جن کے اولاد نہیں ہے۔

☆☆☆☆

(۵۱)

نقطہ لگا کے دو

ایک خاں صاحب تھے۔ انکا لین دین ایک بنئے سے تھا، ایک مرتبہ خان صاحب ایک سو روپیہ کہیں سے کما کر لائے اور کہا لو بابا یہ ہمارا پیسہ رکھو، بنئے نے کہا خاں صاحب آپ کا روپیہ کتنا ہے، خان صاحب نے کہا او بابا ہم نہیں سمجھتا، بنئے نے کہا آپ کا روپیہ ایک سو ہے، خان صاحب نے کہا ہم سو میں نہیں سمجھتا، بنئے نے کہا ایک اور دو نقطے اتنا آپ کا روپیہ ہے، اس پر خان صاحب نے کہا اچھا بابا ٹھیک ہے تم اس کو رکھو۔ بنئے نے سو روپیہ خاں صاحب کا رکھ لیا، گھوم گھام کے چھ مہینہ بعد خاں صاحب آئے اور بنئے سے کہا او بابا ہم کو ایک اور ایک نقطہ دیدو بنئے نے دس روپیہ دیدیا۔ خاں صاحب دس روپیہ لے کر چلے گئے، پھر گھوم گھام کر چھ مہینہ کے بعد آئے اور ایک سو روپیہ بنئے کو دیئے اور کہا بابا ہمارے اس پیسے کو بھی رکھ لو۔ بنئے نے کہا خان صاحب آپ کا یہ روپیہ کتنا ہے۔ خان صاحب نے کہا بابا ہم نہیں جانتا، بنئے نے کہا ایک سو روپیہ ہے، خاں صاحب نے کہا ہم سو میں نہیں سمجھتا، تو بنئے نے کہا ایک اور دو نقطے اتنا پیسہ ہے آپ کا۔ خان صاحب نے کہا ہاں بابا ٹھیک ہے ایک اور دو نقطے ہمارا ہے اس کو بھی رکھ لو۔ یہ کہہ کر خاں صاحب چلے گئے۔

پھر ایک سال بعد آئے اور بنئے سے کہا بابا ہمارا سب پیسہ دیدو، بنئے نے دیانتداری سے ایک سو نوے روپیہ جو خاں صاحب کے تھے دینے لگا تو خاں صاحب روپیہ دیکھتے ہی غصہ میں آگئے اور کہا بنئے ہمارا ایک نقطہ تمہارے پاس تھا اور دوبارہ ایک اور دو نقطہ ہم نے تم کو بعد میں دیا، تو ہمارا ایک اور تین نقطے پیسہ ہوا۔ ہم کو کم پیسہ دیتا ہے سوّر کا بچہ ہم تم کو جان سے مار کر خلاص کر

دیگا، یا پھر دو نقطے پر ایک نقطہ اور اس میں لگا کر ہمارا پیسہ دے، یعنی خاں صاحب اپنا حساب لگا کر بنئے سے ایک ہزار کا مطالبہ کر رہا تھا۔ بنیا بے چارہ ڈر کے مارے ایک ہزار روپیہ خاں صاحب کو دیا اور اپنا کان پکڑ کر توبہ کی کہ آئندہ اب کسی خاں صاحب کا پیسہ نہیں رکھوں گا۔

فائدہ

کسی کے مال کو زبردستی ہڑپ کرنا یا دھوکہ دے کر لے لینا شریعت کے نزدیک حرام ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، خصوصا جب کوئی مسلمان یہ سب کرتا ہے تو اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ غیر مسلمین اسلام اور مسلمانوں سے دور اور بدظن ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ متاثر ہوتی ہے، اس لیے مسلمانوں کو کلی طور پر ایسی حرکتوں سے بچنا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۵۲)

﴿بگلا بھگت﴾

بگلا ایک پرندہ ہوتا ہے تالاب کے کنارے پھرتا رہتا ہے، مچھلیوں کے علاوہ کچھ نہیں کھاتا۔ ہندو دھرم میں جو بھگت ہوتے ہیں وہ گوشت اور مچھلی بالکل نہیں کھاتے، حتیٰ کہ سچے اور پکے بھگت تو ہوٹل کا پانی تک نہیں پیتے اور حقیقتاً یہی سچے بھگت ہوتے ہیں۔ بگلا مچھلی کے علاوہ کچھ نہیں کھاتا، سوال ہوتا ہے کہ پھر یہ بھگت کیسے ہوگیا، اس کی ایک کہاوت ہے اس کو سنئے:

ایک بگلا تھا وہ تالاب میں دن بھر رہتا تھا، لیکن اس تالاب کی ایک مچھلی بھی نہیں کھاتا تھا جبکہ اس کے پیروں سے ٹکراتی تھیں لیکن یہ ان کی طرف نگاہ بھی اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا، مچھلیوں نے ایک روز اس بگلے سے پوچھا آپ ہم کو کھاتے کیوں نہیں، بگلے نے جواب دیا کہ اب میں بھگت ہوگیا ہوں اس لئے مچھلیوں کو کھانا بند کر دیا ہوں جب کہ کچھ دور پر ایک دوسرا تالاب تھا، بعض اوقات یہی بگلا وہاں جا کر اس میں سے مچھلیاں کھا کر واپس آ جاتا پھر دن بھر اس تالاب کے کنارے بیٹھا رہتا اور اس تالاب کی ایک مچھلی بھی نہ چھوتا۔ اپنی ہوا جمانے کے لئے اس طرح کی چال چل رہا تھا۔

اتفاق سے گرمی کا موسم آ گیا اور تالاب کا پانی سوکھ کر کم ہونے لگا، تو بعض مچھلیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ تالاب چھوٹا ہے ہم کسی بڑے تالاب میں چلے جائیں تو بہت اچھا ہو جائے، یہاں پر لوگ ہم کو ستاتے ہیں اور پرندے بھی آ کر کھا جاتے ہیں۔ دوسری مچھلیوں نے کہا ہم کو دوسر بڑے تالاب میں لے کر کون جائے گا۔ پہلی مچھلیوں نے کہا یہ بگلا جو روزانہ آ کر تالاب کے کنارے بیٹھا رہتا ہے وہ بھگت ہوگیا ہے ہمیں کہاں کھاتا ہے، اس لئے ہم کو اس پر اعتماد ہے اور وہ ضرور ہماری مدد کرے گا. اور بھگتوں کا یہی کام ہوتا ہے دوسروں کی سیوا کرنا۔ یہ مشورہ کر کے سب مچھلیاں مل کر بگلا بھگت کے پاس گئیں اور اپنی مجبوری بیان کرنے لگیں کہ یہاں پر لوگ ہم کو ستاتے ہیں اور دوسرے پرندے بھی آ کر ہم کو کھا جاتے ہیں، لہٰذا آپ ہم لوگوں کو کسی دوسرے بڑے تالاب میں پہنچا دیں تو بڑی مہربانی ہوگی اور ہماری یہ مصیبت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ اس پر بگلے بھگت نے جواب دیا کہ میں تو آپ لوگوں کو چھونا بھی پاپ (گناہ) سمجھتا ہوں میں کیسے آپ لوگوں کو پہنچاؤں، یہ سنکر مچھلیاں گڑگڑانے لگیں اور بگلے سے عاجزانہ طور پر عرض کرنے لگیں کہ آپ تو صرف منہ میں ہم کو دبا کر کسی بڑے تالاب میں لے جا کر چھوڑ

Scanned by CamScanner

دیں۔انکے گڑگڑانے پر بگلے نے کہا اگر سب کہتی ہیں تو میں آپ سب کی باتوں کو قبول کرلیتا ہوں اور آپ کی سیوا کیلئے تیار ہوں۔لیکن سب کو ایک ساتھ نہیں پہنچا سکتا اور پھر ایک دن میں بھی یہ کام مجھ اکیلے سے نہیں ہو پائے گا، ہاں تھوڑی تھوڑی چار چار، چھ چھ مچھلیوں کو روزانہ پہنچا سکتا ہوں، اس کے کہنے پر سب مچھلیاں رضا مند ہوگئیں۔بگلا بھگت نے کہا کہ یہ کام میں کل سے شروع کروں گا۔کیوں کی آج تو اس کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔مچھلیوں نے کہا ٹھیک ہے، دوسرے دن جب بگلا صبح صبح تالاب پر آیا تو سب مچھلیاں اس کے پاس جمع ہوگئیں کہ جلد سے جلد دوسرے تالاب میں پہنچ جائیں ہر مچھلی کو جلد دوسرے تالاب میں پہنچنے کی تمنا تھی، بگلے نے کہا ایک ساتھ تو میں تم سب کو نہیں اٹھا پاؤں گا، ایک ایک کر کے لے جاؤں گا اس پر سب خاموش ہوگئیں۔

اب یہ بگلا ایک ایک مچھلی کو اٹھاتا اور کچھ دور جا کر ایک درخت پر بیٹھ کر کھا جاتا پھر واپس آتا، ادھر ہر مچھلی کو بڑے تالاب میں جانے کی جلدی تھی اس کے آتے ہی اس کے پیروں میں آکر چمٹ جاتیں، اب اس بگلے کو مچھلیاں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔پھر اس میں سے کسی ایک کو اٹھا کر لے جاتا اور درخت پر جا کر کھا جاتا اور واپس آجاتا۔ان تالاب والی مچھلیوں سے کون کہے کہ یہ بگلا، بھگت نہیں بلکہ قصائی سے بھی بدتر ہے۔بہر حال اس بگلے نے چھ چار مہینہ تک آرام سے پورے تالاب کی مچھلیاں کھائیں اور پھر بھگت کا بھگت بھی بنا رہا اس کی بھگتی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

فائدہ

یہی حال اس زمانے کے مسلمانوں کا ہو گیا ہے کہ ظلم زیادتی، لوٹ گھسوٹ، چوری ڈکیتی، جھوٹ افتراء پردازی، سود خوری، حرام کاری اور حرام خوری کون سا ایسا برا کام ہے جس میں مبتلا نہیں ہیں۔اور ادھر سچے پکے مسلمان ہونے کا دعوی بھی۔سوال یہ ہے کہ کیا ایک مسلمان

کے لیے اسلام پر ہوتے ہوئے یہ سب کرنا جائز ہے، کیا اسلام کا تقاضہ فقط اسلامی نام رکھ لینے، شادی بیاہ اور موت و پیدائش کے موقعوں پر چند مخصوص رسموں کے ادا کر لینے سے پورا ہو جاتا ہے۔یا اسلام نام ہے برائیوں، بے حیائیوں، ظلم زیادتیوں اور فواحشات ومنکرات سے بچنے اور اچھائیوں کے کرنے کا۔افسوس کہ مسلمان آج تمام برائیوں میں مبتلا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان بھی ظاہر کرتا ہے۔کاش مسلمان اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے نام کا مسلمان نہیں، بلکہ حقیقی مسلمان ہو جاتا۔

☆☆☆☆

(۵۳)

زندہ بھائی کی بیوی بیوہ ہوگئی

دو بھائی تھے انکے ماں باپ کا انتقال ہو چکا تھا، بڑا بھائی کارخانے میں کام کرتا تھا اور چھوٹا بھائی کھانا پکا کر اس کو پہنچانے جاتا۔ایک دن چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا بھائی صاحب اگر آپ شادی کرلیں تو مجھے چولہے سے نجات مل جائے گی۔بڑے بھائی کو یہ مشورہ پسند آگیا اور کچھ دنوں کے بعد اس نے شادی کر لی۔اب چھوٹے بھائی کو چولہے سے نجات مل گئی۔صرف بڑے بھائی کے لئے کارخانے میں کھانا پہنچانے کی ڈیوٹی رہ گئی، تین چار مہینے بھاوج رہی پھر میکے چلی گئی تو چھوٹے بھائی کے اوپر وہی ذمہ داری آگئی۔دو چار مہینے کے بعد چھوٹے بھائی نے کہا بھائی جان آپ بھاوج کو بلا لائیں تو مجھے اس چولہے سے نجات مل جائے گی، بڑے بھائی

Scanned by CamScanner

نے کہا تیرا کہنا تو ٹھیک ہے مگر ایک بات یہ ہے اگر میں بلانے جاؤں گا تو کارخانے سے چھٹی لینی پڑے گی اور پھر میری تنخواہ بھی کٹے گی، اگر تم بلانے چلے جاؤ تو زیادہ اچھا ہوگا، جب چھوٹا بھائی جانے کے لئے تیار ہوگیا، تو بڑا بھائی اس کو سمجھانے لگا، کہ تم وہاں جا کر کیا کہو گے؟

چھوٹے بھائی نے کہا میں تو وہی کہوگا جو آپ مجھ سے کہیں گے، بڑے بھائی نے اس کو نصیحت کرنا شروع کیا اور کہا کہ سنو جب تم وہاں محلے میں پہنچنا تو سب سے پہلے سلام کرنا، وہاں پر آپ کے ہم عمر لڑکے ملیں گے جو تمہاری بھاوج کے گھر تک لے جائیں گے، وہاں جا کر بھی سلام کرنا اور جب بھاوج کے گھر پہنچو گے تو پاس پڑوس کی عورتیں بھی آ کر جمع ہو جائیں گی اور تم سے پوچھیں گی کہ کیوں آئے ہو، تو جواب دینا کہ بھاوج کو بلانے آیا ہوں، چھوٹے بھائی نے کہا کہ پھر کیا کہوں گا، بڑے نے کہا کہ اس کے بعد کچھ نہ کہنا، تجھ میں عقل ہے نہیں، زیادہ بولو گے تو تمہاری اور ہماری بے عزتی ہوگی۔

چھوٹا بھائی سلام کر کے چل دیا جب اس قصبے میں پہنچا جہاں اسے جانا تھا تو محلے میں جا کر زور سے سلام کیا، ہم عمر لڑکے تو ہر جگہ ہوتے ہی ہیں ان بچوں نے سلام کا جواب دیا اور اس کو اس کی بھاوج کے گھر پہنچا دیا، گھر پہ جا کر بھی سب کو سلام کیا اور پاس پڑوس کی بہت سی عورتیں جمع ہوگئی، عورتوں کی یہ عجیب خصوصیت ہے کہ پاس پڑوس میں کوئی نیا آدمی آئے تو محلے کی سب عورتیں جمع ہو جائیں گی کہ دیکھیں کون آیا ہے۔ بہر حال جب عورتیں جمع ہوگئیں تو اس سے پوچھنے لگیں کہ کیسے آنا ہوا، لڑکے نے جواب دیا کہ بھاوج کو بلانے کے لئے آیا ہوں ایک عورت نے پوچھا آپ کے بھائی، تو اچھے ہیں ان کے پوچھنے پر یہ خاموش رہا کیوں کہ زیادہ بولنے کے لئے بڑے بھائی نے منع کیا تھا، اسکے خاموش رہنے پر عورتوں کو شبہ ہوا، دوسری عورت نے پوچھا آپ کے بھائی کی طبیعت کیسی ہے جب بھی وہ خاموش رہا، اس میں سے کسی عورت نے کہا کیا

بیمار ہیں؟ کسی عورت نے کہا کیا ایکسیڈینٹ ہوگیا ہے؟ اس کے جواب میں بھی وہ خاموش چپ چاپ بیٹھا رہا۔ اتفاق سے ایک عورت کو غصہ آگیا اسنے کہا تمہارے بھائی مر گئے ہیں اس پر بھی وہ خاموش رہا، اب تو عورتوں میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ اس کا بڑا بھائی مر گیا ہے اس وجہ سے اس کی زبان بند ہوگئی ہے۔ اب پاس پڑوس میں ایک شور ہوگیا کہ لڑکی رانڈ ہوگئی یعنی بیوہ ہوگئی اور رونا دھونا شروع ہوگیا۔ مگر یہ بے وقوف کچھ نہیں بولتا اس لئے کہ بڑے بھائی نے منع کیا تھا وہ اس کی پوری پابندی کر رہا تھا۔ یہ بھاوج کے یہاں ٹھہر رہا، دو تین دن کے بعد تیجا ہوا، پھر دسواں بھی ہوا، اس نے تیجا بھی کھایا اور دسواں بھی مگر کچھ بول کر نہیں دیا۔ دسواں کھانے کے بعد جو بولے تو کہا کہ بھاوج کو ہمارے ساتھ بھیج دو، گھر والوں نے کہا اب تو رانڈ ہوگئی ہے اب کیا کر نے بھیجیں، چنانچہ وہ اکیلا واپس چلا آیا۔ دور کا معاملہ تھا جب گھر پہنچا تو بڑے بھائی نے پوچھا تیری بھاوج کہاں ہے اس کو ساتھ میں نہیں لایا۔ چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ وہ تو رانڈ ہوگئی اس لئے انہوں نے میرے ساتھ رخصت نہیں کیا۔ بڑے بھائی نے کہا کہ میں تو زندہ ہوں پھر وہ بیوہ کیسے ہوگئی؟ چھوٹے بھائی نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں وہاں کے سب لوگ کہہ رہے تھے کہ لڑکی رانڈ ہوگئی۔ بڑے بھائی کو بہت غصہ آیا اور چھوٹے کو سختی کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کر کہا تو بہت ہی بڑا بے وقوف ہے میرے ہوتے ہوئے وہ ہرگز رانڈ نہیں ہوسکتی تو کیسی پاگلوں کی باتیں کرتا ہے۔

بڑے بھائی کے دھمکانے سے چھوٹے بھائی کو بھی غصہ آگیا اور کہنے لگا تیرے زندہ رہنے سے وہ کیوں بیوہ نہیں ہوسکتی، بڑے بھائی نے کہا ہرگز نہیں ہوسکتی، تو چھوٹے بھائی نے کہا تو زندہ تھا تو نُی کیوں رانڈ ہوگئی؟ تو زندہ تھا تو پھوپھی کیوں بیوہ ہوگئی؟ تو زندہ تھا تو چچی کیوں بیوہ ہوگئی؟ تو زندہ تھا تو خالہ کیوں رانڈ ہوگئی؟ اب تیرے زندہ رہنے پر اگر بھاوج رانڈ ہو جائے تو پھر میں کیا کروں۔ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو سمجھانے کے لئے ممی کی، پھوپھی کی، اور خالہ کی دلیلیں دے رہا ہے کہ وہ

Scanned by CamScanner

تیرے زندہ رہنے کے باوجود بیوہ ہوگئیں اسی طرح تیرے زندہ رہنے ہوتے بھاوج بھی بیوہ ہوگئی تو میں کیا کرسکتا ہوں۔

فائدہ

یہی حال ہندوستان میں موجود بریلوی فرقہ کا ہے کہ خلاف دین وشریعت امور مثلا دسواں چالیسواں، قبروں پر سجدہ وغیرہ خود کرتے ہیں اور جولوگ ان سب امور کو خلاف شریعت کہتے ہوئے ان سے خود بھی بچتے ہیں اور لوگوں کو منع بھی کرتے ہیں انھیں کافر کہتے ہی اور جب یہ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی ہم کافر نہیں ہیں، ہم کلمہ پڑھتے ہیں، رسول کو مانتے ہیں، نماز روزہ کرتے ہیں، کافر کیسے ہوسکتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے تم لوگ کافر ہی ہو۔ اللہ بچائے اس حماقت اور جہالت سے۔

☆☆☆☆

(۵۴)

﴿کام کاج﴾

اکبر بادشاہ کا ایک سالا بہت ہی بے وقوف تھا، جس کی وجہ سے دربار میں اس کو کوئی وقعت حاصل نہیں تھی۔ ایک روز بادشاہ کی بیگم نے اپنے بھائی کے لئے بادشاہ سلامت سے سفارش کی کہ آپ بیربل کو ہر کام کے لئے بھیجتے رہتے ہیں، کبھی میرے بھائی کو بھی کوئی کام بتا دیا کریں۔ بادشاہ نے کہا بیربل عقلمند ہے ہر بات کو سمجھتا ہے، ہر کام کو اچھی طرح انجام دیتا ہے،

آپ کے بھائی میں عقل ہی نہیں ہے۔ بیگم صاحبہ نے کہا کوئی کام بتا کر تو دیکھیں، آپ تو بلا وجہ میرے بھائی کو حقیر سمجھتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا تم کہتی ہو تو ان کو بھی کوئی کام بتا دیں گے۔

ایک مرتبہ بادشاہ کہیں سے آرہا تھا، راستے میں کتیا نے بچے دے رکھے تھے، بادشاہ کی نظر کتیا پر پڑ گئی، بادشاہ نے اپنی بیگم سے کہا ذرا اپنے بھائی کو بلائیے اس کو ایک کام بتائیں گے۔ بیگم صاحبہ بہت خوش ہوئیں اور بھائی کو بلوا لیا اور یہ بھی کہلا دیا کہ بادشاہ سلامت آپ کو کچھ کام بتائیں گے، اس لئے جلدی سے آجاؤ۔ خبر ملتے ہی بھائی دربار میں فوراً حاضر ہوگیا۔ بادشاہ نے اپنے سالے سے کہا فلاں جگہ پر کتیا نے بچہ دیئے ہیں ذرا دیکھ آؤ، یہ سنکر وہ فوراً بھاگا ہوا گیا اور کہا حضور کتیا نے بچے دیئے ہیں بادشاہ نے پوچھا کس دن دیئے ہیں؟ سالے صاحب نے کہا یہ تو نہیں پوچھا ابھی پوچھ کر آتا ہوں۔ پھر گیا اور پوچھ کر آیا کہ فلاں دن دیئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کل کتنے بچے ہیں؟ سالے نے کہا یہ تو میں نے نہیں گنے تھے، ابھی گن کر آتا ہوں پھر گیا گن کر آیا اور کہا حضور کل سات بچے ہیں، بادشاہ نے پوچھا کون کون سے رنگ کے ہیں؟ سالے نے کہا یہ تو میں نے غور نہیں کیا ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔ پھر گیا دیکھ کر آیا اور کہا فلاں فلاں رنگ کے ہیں۔ پھر بادشاہ نے پوچھا اس میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں؟ سالے نے کہا حضور یہ تو میں نے نہیں دیکھا ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔ پھر گیا دیکھ کر آیا اور کہا چار نر ہیں اور تین مادے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اچھا جاؤ وہ چلا گیا۔ بادشاہ نے اپنی بیگم سے کہا آپ نے اپنے بھائی کی عقل اور سمجھ کو دیکھ لیا؟

اب بادشاہ نے بیربل کو بلایا اور کہا فلاں جگہ پر کتیا نے بچہ دیئے ہیں اس کو ذرا دیکھ کر آؤ۔ بیربل گیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آیا۔ بادشاہ سے کہنے لگا حضور فلاں جگہ پر کتیا نے بچہ دیئے ہیں اور اس اس رنگ کے ہیں، چار اس میں نر ہیں اور تین مادہ، پوری رپورٹ دیکر بیربل

Scanned by CamScanner

چلا گیا۔ بادشاہ نے اپنی بیگم سے کہا آپ کے بھائی کو ایک کام کے لئے کتنے چکر کاٹنے پڑے اور بیربل نے ایک ہی چکر میں ساری باتیں بتادیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیربل کی دربار میں عظمت ہے اور آپ کے بھائی کی نہیں، اسلئے کہ وہ بے عقل ہے۔ اس کو جو کام بتلائیں وہی کر کے آتا ہے اپنی سمجھ سے کوئی کام نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر جب بادشاہ چلا گیا تو بیگم نے اپنے بھائی کو بلا کر خوب سمجھایا کہ اپنی عقل سے کچھ کام نہیں لیتے ہو، کتیا کے بچے کے چکر میں تم نے آخر کتنے چکر کاٹے اور بیربل نے ایک چکر میں ساری باتیں بتادیں، اس لئے تم ذرا سوچ سمجھ کر کام کیا کرو، ایک کام ہوتا ہے دوسرا کاج ہوتا ہے، لہٰذا جس کام کے لئے انسان کو بھیجا جائے تو اس کام کے ساتھ دوسرا اور کونسا کام اس سے ملتا جلتا ہے اس کو بھی ساتھ میں کر لینا چاہئے، لہٰذا اب اگر کوئی کام بادشاہ سلامت تم سے کہیں تو ان سب باتوں کا خیال رکھ کر کرنا۔

اتفاق سے بادشاہ بیمار ہوگیا، بیگم صاحبہ نے اپنے بھائی کو بلا کر کہا جاؤ جلد سے جلد حکیم صاحب کو بلا کر لے آؤ، اب حکیم صاحب کو بلانے کیلئے گیا اور راستے بھر سوچتا جارہا تھا کہ اس کے ساتھ کونسا کام فٹ آتا ہے۔ حکیم صاحب کو بلانا ہے یہ تو ہوگیا کام، اب اسکے ساتھ کاج کیا ہے، لہٰذا اس کو بھی ساتھ میں کرلوں، ورنہ کتیا کی تحقیق میں جس طرح چکر کاٹنے پڑے تھے اسی طرح اس میں چکر کاٹنے پڑیں۔

اسی غور وفکر میں اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ ساتھ میں کفن بھی لیتا چلوں، اگر بادشاہ مرگیا تو بلا وجہ دوبارہ آنا پڑے گا۔ یہ سوچ کر وہ حکیم صاحب سے ملا اور کہا کہ آپ جلدی چلیں بادشاہ بیمار ہوگئے ہیں، یہ کہہ کر خود کفن لینے چلا گیا اور کفن لے کر حکیم صاحب سے پہلے پہنچا تو اس کی بہن نے پوچھا یہ کیا لائے ہو؟ اس نے جواب دیا کفن، تاکہ دوبارہ نہ جانا پڑے۔ حکیم صاحب کو بلانا یہ تو کام تھا اور اس کے ساتھ دوسرا کاج۔ آپ کے حکم پر عمل کیا اور بطور کاج کفن لیتے آیا ہوں

۔ یہ سن کر اس کی بہن حیرت میں پڑ گئی اور اس کی حماقت کا یقین کرلیا۔

فائدہ

عقل اللہ رب العزت کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہے، اچھے برے کا فرق، اپنوں اور غیروں کی پہچان، صحیح اور غلط کی شناخت، سوجھ بوجھ اور فہم وبصیرت اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ جن کی عقلوں میں فتور ہے وہ کوئی غلط فیصلہ کریں ان پر تو کوئی افسوس نہیں افسوس تو ان لوگوں پر ہے جنھیں اللہ تعالی نے عقل سلیم عطاء فرمائی وہ کائنات میں غور وفکر کر کے خدا کی خدائی کے قائل نہیں ہوتے، اس کی قدرت کو تسلیم نہیں کرتے اور اپنے ہاتھوں کے تراشیدہ بتوں کو خدا مانتے ہیں۔

☆☆☆☆

(۵۵)

پتھر کے برابر روپیہ

اکبر بادشاہ کی بیگم نے ایک مرتبہ بادشاہ سے کہا آپ تو ہر وقت بیربل کا ہی دم بھرتے رہتے ہیں جو بھی کام ہو بیربل کو بلالاؤ۔ ارے میرے بھائی کو بھی کوئی کام بتادیا کرو، وہ ایسے ہی فالتو فنڈ میں گھومتا رہتا ہے کچھ کام کرتا نہیں اگر آپ کوئی کام بتادیں تو وہ اس میں لگا رہے اور اس کا ذہن بھی کھلے۔ بادشاہ نے کہا اچھا بتائیں گے۔ ایک روز بادشاہ نے اپنی بیگم سے کہا اپنے بھائی کو بلاؤ اس کو ایک کام بتائیں گے۔ بیگم صاحبہ نے فورا اپنے بھائی کو بلوایا اور کہلا بھیجا کہ

بادشاہ سلامت تم کو کام سے بھیجنے والے ہیں لہٰذا جلد سے جلد آجاؤ۔ خبر ملتے ہی وہ فوراً دربار میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ سلامت نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کو بیچ آؤ، وہ پتھر تقریباً دس من وزن کا تھا، اور یہ بھی کہا کہ پتھر میں جتنا وزن ہے اتنا ہی روپیہ وزن میں لے کر آؤ، وہ اس پتھر کو بیل گاڑی میں لاد کر چلا اور دن بھر شہر کی گلی میں گھوم گھوم کر صدا لگاتا رہا پتھر لو پتھر لو، اب پتھر کون لے اگر اتفاق سے کوئی پوچھتا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ تو کہتا کہ جتنا اس پتھر میں وزن ہے اتنا ہی روپیہ دینا ہوگا، یہ سن کر لوگ تعجب میں پڑ جاتے اور ہنستے، اس کا مذاق اڑاتے، دن بھر شہر میں گھومتا رہا کسی نے پتھر نہیں خریدا۔ شام کو اپنی بہن کے گھر جا کر پتھر واپس کر دیا اور کہا اتنی قیمت میں پتھر کون خریدے گا، بادشاہ سلامت نے شام کو اپنی صاحبہ سے پوچھا آپ کے بھائی پتھر بیچنے کو گئے تھے کیا ہوا؟

بیگم صاحبہ نے کہا آپ نے کام بتایا تو ایسا بتایا کہ جو عقل کے بھی خلاف ہو۔ اس پتھر کا وزن تقریباً دس من ہے اور آپ نے اتنے ہی وزن میں روپیہ لانے کو کہا اس پتھر کے وزن کے برابر کون روپیہ دے گا؟ آپ خواہ مخواہ میرے بھائی کا مذاق اڑاتے ہیں وہ بے چارہ صبح سے شام تک شہر کی گلیوں میں چکر کاٹتا رہا، آواز لگاتا رہا، آواز لگاتے لگاتے اس کا گلا بھی بیٹھ گیا، لیکن پتھر کے برابر اس کی قیمت دینے کو کوئی تیار نہیں ہوا، بلکہ لوگوں نے اس کا مذاق الگ سے اڑایا، وہ اس پتھر کو ہمیں واپس دے کر چلا گیا۔ آپ بیربل کے ذریعہ اس کو بکوائیں اور اس کے وزن کے برابر روپیہ اس سے لیں تو ہم بھی دیکھیں کہ آپ کا بیربل کتنا عقل مند ہے آج اس کا بھی امتحان ہو جائے گا۔ بادشاہ نے کہا اچھا ابھی ہم اس کو بلا کر بھیجتے ہیں، اسی وقت بیربل کو بلایا اور کہا اس پتھر کو بیچ آؤ اور یہ بھی سمجھ لو اس پتھر کے وزن کے برابر روپیہ لیکر آنا۔ بیربل نے کہا اچھا حضور ابھی جاتا ہوں۔ بیربل پتھر کو بیل گاڑی میں لاد کر چلا اور جہاں بڑے بڑے مالداروں کے مکان تھے

اس چوراہے کے بیچ میں پتھر رکھ دیا اور دوربین لگا کر دیکھنے لگا تو بہت سے لوگ پاس پڑوس کے جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے بیربل بھائی یہ کیا کر رہے ہو، بیربل جانا پہچانا آدمی تھا اور پھر دربار میں جو اس کی عزت تھی سب کو ہی معلوم تھی۔ بیربل نے کہا بادشاہ سلامت کے محل تک جانے کا راستہ یہاں سے نکالنا ہے، یہ سنکر بڑے بڑے مالدار گھبرا گئے کیوں کہ ان سب کے مکان گرانے کے بعد ہی وہ راستہ محل تک نکل سکتا تھا۔ اب یہ سب بیربل کو سمجھانے لگے کہ آپ ذرا سا پتھر کو گھما کر راستہ نکالنے کی مہربانی کریں تا کہ ہمارے مکان بچ جائیں اور اس کے لئے بیربل کو رقم دینے لگے کوئی ایک ہزار دیتا کوئی دو ہزار۔ اس چوراہے سے رقم جمع کر کے دوسرے چوراہے پر لے جا کر پتھر کو گاڑ دیا وہاں بھی یہی بات ہوئی اسی طرح دن بھر میں چار پانچ چوراہے پر پتھر کو رکھا اور اٹھایا، دن بھر میں پتھر کے وزن سے بھی زیادہ روپیہ جمع ہو گیا کیوں کہ اس زمانے میں نوٹ نہیں ہوتے تھے، چاندی اور سونے کا سکہ چلتا تھا۔ شام کو بیربل نے دربار میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور یہ آپ کا پتھر ہے اور اسکے وزن کے برابر روپیہ۔ یہ کہہ کر پتھر اور روپیہ بادشاہ کے حوالے کر کے چلا گیا۔

بادشاہ نے اپنی بیگم صاحبہ سے کہا دیکھا بیربل کا معاملہ وہ پتھر بھی واپس لے آیا اور اس کے وزن سے زیادہ روپیہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہر کام بیربل سے لیتا ہوں۔ اس کے بعد کبھی بھی بیگم صاحبہ نے اپنے بھائی کی سفارش نہیں کی۔

فائدہ

ذہین اور تیز آدمی اپنی ذہانت کے ذریعہ بہت کچھ وہ چیزیں حاصل کر لیتا ہے، جو ایک عام آدمی نہیں حاصل کر پاتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جن حضرات کو ذہانت عطا فرمائی ہے انھیں چاہیے کہ وہ اسے دین کے کاموں میں لگائیں اور اس کے ذریعہ جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کریں، جو دائمی

Scanned by CamScanner

چیز ہے۔دنیا کے حصول کے لیے اسے خرچ کرنا اور آخرت سے غفلت برتنا ایک اعلی چیز کو معمولی چیز کے لیے استعمال کرنا ہے، جسے کسی بھی صورت سے عقل مندی نہیں کہا جا سکتا۔

☆☆☆☆

(۵۶)

میں تو کہہ دوں گی

ایک راجہ تھا وہ صبح سویرے بیت الخلاء گیا۔اتفاق سے بیت الخلاء میں ایک بیر پڑا ہوا تھا بیر بہت ہی بہتر پکا ہوا تھا، کسی بچے کی جیب سے یا ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا ہوگا۔راجہ جب بیت الخلاء میں بیٹھ گئے تب انکی نظر اس بیر پر پڑی، بیر بھی ایسا بہترین پکا ہوا خوب صورت تھا کہ راجہ کی طبیعت للچا گئی، راجہ نے اسے وہاں سے اٹھالیا اور دھو کر کھا گیا۔سوچا کہ یہاں کون دیکھ رہا ہے، روح تو سب کی یکساں ہوتی ہے چاہے راجہ ہو یا فقیر۔بیر کھا لینے کے بعد راجہ بیت الخلاء سے نکلا نہایا دھویا اور شاہی لباس پہن کر دربار میں پہنچا دوسرے امیر امراء اور وزیر پہلے سے دربار میں موجود تھے۔دربار میں پہلے تو کچھ دیر گانا بجانا ہوتا ہے وہ گانے والی عورت ہو یا مرد، بہر حال گانا ہوتا ہے، گانا ہو جانے کے بعد پھر دربار میں دوسری بات چیت شروع ہوتی ہے۔

جب محفل میں سب لوگ جمع ہو گئے تو گانے والی ایک عورت آئی وہ کچھ دیر تک تو ناچتی رہی پھر اس نے گانا شروع کیا۔اتفاق سے اس گانے والی عورت نے گانے کی پہلی بحر جو اٹھائی وہ یہ تھی "راجہ جی میں تو کہہ دوں گی"۔یہ سن کر راجہ گھبرا گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اس نے مجھے کہاں دیکھ لیا کہ میں بیت الخلاء میں بیر کھا رہا تھا۔راجہ اس گانے والی کو سو سو روپیہ

دینے لگا صرف اس غرض سے کہ یہ مصرعہ نہ گاوے جب اس بحر پر گانے والی کو رقم ملنے لگی تو وہ یہ سمجھی کہ راجہ کو یہ مصرعہ پسند آ گیا ہے اسی وجہ سے مجھے انعام مل رہا ہے۔ادھر راجہ کا میٹر فاسٹ ہو رہا تھا کہ یہ کم بخت کہاں چھپ کر کھڑی تھی کہ مجھے دیکھ لیا۔بہر حال اس گانے والی نے پھر کہا "راجہ جی میں تو کہہ دوں گی"۔

راجہ بہت گھبرایا کہ اس کو کیسے خاموش کیا جائے تو پانچ پانچ سو روپیہ دینے لگا تا کہ یہ خاموش ہو جائے اور بیت الخلاء والی بات اوپن نہ ہونے پائے، جب اسے پانچ پانچ سو روپے ملنے لگے تو مارے خوشی کے پھولی نہیں سمائی اور راجہ کی طرف دیکھ دیکھ کر اور انگلی کا اشارہ کر کر کے گانے لگی "راجہ جی میں تو کہہ دوں گی"۔پانچ پانچ سو روپیہ دینے پر بھی جب وہ خاموش نہ ہوئی تو راجہ کو غصہ آ گیا اور گانیوالی سے کہا کہہ دے کہہ دے بیت الخلاء سے اٹھا کر میں نے ایک بیر کھایا ہے۔اتنا روپیہ دینے کے باوجود کہتی ہے میں کہہ دوں گی تو کہہ دے۔یعنی راجہ نے خود ہی کہہ دیا کہ میں نے بیت الخلاء سے اٹھا کر بیر کھایا تھا۔

فائدہ

مثل مشہور ہے "چور کی داڑھی میں تنکا"۔بعض مرتبہ انسان اپنی حماقتوں سے اپنے راز کو خود ہی فاش کر دیتا ہے، اسی کی ایک مثال یہ واقعہ بھی ہے۔

اس واقعہ سے یہ سبق ضرور ملتا ہے کہ انسان کو تنہائی میں بھی کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے کہ اگر اس پر دوسرا مطلع ہو جائے تو رسوائی اٹھانی پڑے۔جو لوگ معاصی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں افسوس وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ کل میدان محشر میں پوری مخلوق کے سامنے رسوائی اٹھانی پڑے گی۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۵۷)

﴿تب ہی ٹیڑھا ٹیرھا اڑ رہا تھا﴾

دو میاں بیوی تھے میاں بہت ہی سیدھے سادھے تھے، لیکن بیوی بہت ہی کڑے مزاج کی تھی اسلئے اپنے میاں سے کبھی خوش اخلاقی سے بات چیت نہیں کرتی تھی، حالانکہ میاں اس کو خوش کرنے کی بے حد کوشش کرتا تھا۔ بیوی کے لئے اچھا سے اچھا زیور بنوا کے لائے اور کہے کہ دیکھو تمہارے لئے کتنا اچھا زیور بنوا کر لایا ہوں۔ زیور کو دیکھتے ہی بیوی منہ بگاڑ کر کہتی یہ کیا زیور لائے ہو، اس کا گھاٹ تو مینڈک جیسا ہے، تمہیں زیور بنوانا ہی کہاں آتا ہے۔

بیوی کے لئے عمدہ سے عمدہ کپڑا خرید کے لائے اور کہے تمہارے لئے کتنا اچھا کپڑا لایا ہوں، بیوی کپڑے کو دیکھتے ہی منہ بگاڑ کر کہتی ہے کیا کپڑا لائے ہو نہ اس کا رنگ ٹھیک ہے نہ ہی سوت اچھا ہے، ایک مرتبہ ہی دھلنے سے بیکار ہو جائے گا، پیسہ پھینک کر چلے آئے ہو۔ کبھی اچھی سے اچھی مٹھائی لاتا اور کہتا بیوی چکھو تو، دیکھو کتنی عمدہ اور لذیذ مٹھائی ہے، تو بیوی مٹھائی کو منہ میں ڈالتے ہی منہ بگاڑ لیتی اور کہتی تم کو کچھ خریدنا بھی نہیں آتا ہے، تمہارا سب پیسہ مفت میں جاتا ہے، انتہائی ردی مٹھائی ہے۔

بہر حال میاں اپنی بیوی کو خوش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا تو اس کے دل میں آیا کہ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ خودکشی کر کے مر جاؤں، بھلے ہی جہنم میں جاؤں مگر اس سر پھری بیوی سے نجات مل جائے گی۔ یہ سوچ کر ایک بڑے پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہیں سے چھلانگ لگا کر مر جانے کا ارادہ کر لیا۔ اتفاق سے نیچے جو نگاہ پڑی تو دیکھا کہ سامنے والے پہاڑ کی کوہ میں ایک فقیر بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہیں، اس نے سوچا ایسے مردوں گا جہنم میں جاؤں گا اس سے بہتر ہے کہ اس

بابا کی خدمت کر کے اللہ تعالی کی رضامندی حاصل کر لوں، یہ سوچ کر وہ پہاڑ سے نیچے اتر آیا اور بابا کی خدمت میں لگ گیا، اب کہیں سے دودھ لے آئے، کہیں سے شکر اور کہیں سے چائے کی پتی، بابا کو چائے بنا بنا کر پلاوے، کہیں سے روٹی لائے اور بابا کو کھلائے، کپڑے دھوئے، جھاڑو لگا کر صاف ستھرا رکھے۔ غرض کہ جتنی بھی خدمت ہو سکتی تھی کرتا تھا۔ اپنی جانب سے بابا کی خدمت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا تھا۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے بابا صاحب ولایت تھے اس کی خدمت سے بہت خوش ہوئے اور اس کو ایسی دعا دی کہ ماشاءاللہ وہ بھی ولی ہو گیا اور ولایت بھی اتنے اونچے درجے کی ملی کہ وہ آسمان پر اڑنے لگا۔

ایک روز اس کے دل میں یہ احساس ہوا کہ اب تو میں اپنی بیوی کو آسمان پر اڑ کر دکھاؤں تب تو وہ میری تعریف ضرور کرے گی۔ یہ سوچکر یہ وہیں بابا کے پاس سے اڑا اور اپنے قصبہ تک آیا۔ قصبہ کے اوپر پلین کی طرح چکر کاٹنے لگا اور اتنا اونچا اڑ رہا تھا کہ پہچانا نہیں جا رہا تھا لڑکوں نے جو دیکھا تو شور کر دیا کہ آدمی آسمان پر اڑ رہا ہے یہ شور اور بچوں کا ہنگامہ سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور اس کو دیکھنے لگے۔ اس کی بیوی بھی گھر سے باہر نکل کر دیکھنے لگی تو دیکھا واقعی ایک آدمی آسمان پر اڑ رہا ہے، اب تو پڑوس میں جتنی عورتیں رہتیں تھی سب کو اس نے آواز لگانا شروع کیا اے فتو! اے حبیبن !اے سکینہ !اے حلیمہ! دیکھ تو سہی یہ آدمی آسمان پر اڑ رہا ہے، میں ایسے انسان کو ولی سمجھتی ہوں جو اللہ کی راہ میں فنا ہو جائے، ہمارے جو مرد ہیں نا وہ نفس پرست، دنیا کے غلام، دنیا کی خواہشات سے ان کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔

اس نے اڑتے اڑتے ہی نیچے دیکھا کہ نیچے ایک اچھا خاصا مجمع مردوں عورتوں اور بچوں کا جمع ہو گیا ہے اور سب مجھ کو ہی دیکھ رہے ہیں، اس نے سوچا ان دیکھنے والوں میں میری بیوی بھی ہوگی اور یقیناً مجھے دیکھ لیا ہوگا۔ بہر حال کچھ دیر تک تو وہ اڑتا رہا پھر کچھ دور جا کر زمین پر

Scanned by CamScanner

اترا اور وہیں سے پیدل چل کر اپنے گھر آیا۔ اس کو اپنے گھر سے نکلے ہوئے تقریباً دو ڈیڑھ سال ہو گئے تھے جیسے ہی اس نے اپنا قدم گھر میں رکھا بیوی اس پر برس پڑی اور اس کا ٹیپ ریکارڈ بجنا شروع ہو گیا کہ اتنے عرصے تک تو کہاں مر گیا تھا۔ میاں نے کہا میں ایک اللہ والے بابا کی خدمت کرنے کے لیے ان کے پاس رک گیا تھا۔ بیوی کی لنترانیاں اور بڑھ گئیں اور کہنے لگی تو کیا اللہ والوں کی خدمت کرے گا تو تو پکا ''وہابڑا'' (وہابی) ہے۔ اولیاؤں کا منکر، تو بھلا کیا اللہ والے بابا کی خدمت کرے گا۔ ایک اللہ والے کو تو میں نے آج اپنی آنکھوں سے یہاں گھر پر بیٹھے بیٹھے دیکھ لیا۔ میاں نے پوچھا وہ اللہ والے آپ کو یہاں گھر پر بیٹھے کہاں سے مل گئے؟ بیوی نے کہا یہاں پر آج ایک اللہ والے آسمان پر اڑ رہے تھے اور اس قصبہ کے سیکڑوں آدمیوں عورتوں اور بچوں نے دیکھا، میاں نے کہا جا رے جا جھوٹی کہیں کی، کہیں آدمی آسمان پر اڑتا ہے؟ بیوی نے کہا میں بالکل سچ کہتی ہوں اور پھر میں نے اکیلے ہی نہیں دیکھا اگر آپکو میری بات پر یقین نہیں آتا ہے تو سکینہ سے، حلیمہ سے، حسینہ سے پوچھ لو، یہ سب عورتیں اس وقت موجود تھیں بلکہ پورے قصبہ کے لوگوں نے دیکھا، تیرا تو عقیدہ خراب ہو گیا ہے تیرے پر وہابیت سوار ہو گئی ہے، اسی وجہ سے تو اولیاء اللہ کو مانتا ہی نہیں۔ میاں نے پوچھا کیا سچ مچ آسمان پر اڑ رہا تھا، بیوی نے کہا خدا کی قسم بالکل سچ بولتی ہوں میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ والے کو اڑتے ہوئے دیکھا۔ میاں نے کہا اسے پہچانا نہیں وہ میں ہی تھا جو آسمان پر اڑ رہا تھا۔ یہ سنکر بیوی کا چہرہ پھیکا پڑ گیا اور تعجب سے کہنے لگی کیا واقعی تو ہی آسمان پر اڑ رہا تھا، میاں نے کہا ہاں بیوی وہ میں ہی تھا، تو بیوی منہ بگاڑ کر کہنے لگی: تب ہی تو ٹیڑھا ٹیڑھا اڑ رہا تھا، اسی وجہ سے میں سوچ رہی تھی کہ یہ ٹیڑھا کیوں اڑ رہا ہے، اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ تو تھا۔

فائدہ

عورت کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ اس کی پیدائش بائیں پسلی سے ہوئی ہے۔ بائیں پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے اس لیے اس کے مزاج میں بھی کچھ نہ کچھ ٹیڑھا پن ضرور رہے گا، اسی وجہ سے حدیث شریف میں ان لوگوں کی فضیلت آئی ہے جو اپنی بیویوں اور بچوں کے ساتھ حسن خلق کا معاملہ کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

(۵۸)

تبرک میں داڑھی تقسیم ہو گئی

ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اس میں ایک مسجد تھی، قصبہ والوں نے ایک نقلی مولوی کو امامت کے لئے رکھ لیا تھا۔ وہ مولوی کسی دوسرے مولوی کو قصبہ میں آنے نہیں دیتا تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر کوئی دوسرا مولوی آ جائے گا تو میرا بھاؤ گر جائے گا۔ اتفاق سے ایک حق پرست عالم کہیں سے اس قصبہ میں چلے آئے اور وہیں ان کو رات ہو گئی، انھوں نے سوچا کہ رات مسجد میں گزار لوں، یہ سوچ کر مسجد میں چلے گئے، اتفاق سے عشاء کی جماعت ہو چکی تھی کچھ صاحبان ابھی بیٹھے ہوئے تھے، آنے والے مولوی صاحب نے سلام کیا مگر کسی نے سلام کا جواب نہیں دیا، اس لئے کہ ان مولوی صاحب کی ڈارھی شریعت کے مطابق لمبی تھی، جس سے بات واضح تھی کہ مولوی صاحب وہابی ہیں۔ آج ہندوستان میں اس قسم کی جہالت ہے کہ لمبی ڈارھی والوں کو وہابی کہا جاتا ہے اور

تراش خراش والی چھوٹی ڈارھی والے کوسنی۔ سنّیوں کا کہنا ہے کہ دہابی کے سلام کا جواب دینے سے سنی ایمان سے خارج ہوجائے گا اور نکاح ٹوٹ جائے گا۔

یہ نئے مولوی صاحب جب مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا میں عالم ہوں گجرات سے آیا ہوں، لوگوں نے پوچھا مسجد میں کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا ایک رات مسجد میں ٹھہروں گا، صبح کو چلا جاؤں گا۔ ان لوگوں نے کہا یہاں پر رات ٹھہرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا میں کوئی چور چکا نہیں ہوں اگر یہاں کوئی ہوٹل ہوتا تو میں اسی میں کمرہ لیکر ٹھہر جاتا۔ ان لوگوں نے کہا اگر تم کو یہاں رات رکنا ہے تو ہمارے مولوی صاحب سے مناظرہ کرنا ہوگا۔

آجکل مناظرے کا رواج ہوگیا ہے خود کو تو استنجے تک کا مسئلہ معلوم نہیں اور مناظرہ کرنے کرانے کے لئے تیار ہیں۔ بہرحال ان مولوی صاحب نے سوچا مناظرہ کرلیا جائے اور ہار مان کر ایک رات یہاں رہ لیں اس سردی میں کہاں جائیں، سردی کا زمانہ تھا۔ مولوی صاحب بھی سیاسی آدمی تھے، انھوں نے مناظرہ قبول کرلیا اور کہا بلاؤ اپنے مولوی صاحب کو، ان لوگوں نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اپنے مولوی صاحب کو بلالاؤ اور کہنا کہ ایک وہابی آیا ہے اس سے مناظرہ کرنا ہے وہ گیا اور مولوی صاحب کو بلایا۔ جب وہ آئے تو انھوں نے مولوی صاحب سے پوچھا آپ سندی عالم ہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا جی ہاں۔ پوچھا کہاں کی سند ہے؟ مولوی صاحب نے کہا دیوبند کی۔ دیوبند کا نام سنتے ہی سب چونک گئے کہ اب تو اس کے وہابی ہونے میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں۔

مقامی مولوی نے پوچھا تم سوال کرتے ہو کہ میں سوال کروں؟ مولوی صاحب کو ہار مان کر ایک رات مسجدؔ میں رکنا تھا اس لئے کہا کہ آپ ہی سوال کریں۔ مقامی مولوی نے ایک

گول دائرہ بنا کر پوچھا بتا یہ کیا ہے؟ اب گول دائرے میں بیچارہ کیا بتائے کوئی عربی عبارت یا فارسی عبارت ہوتی تو پڑھکر مطلب بتلاتے، اس گول دائرے میں کیا بتائے۔ مولوی صاحب تیز آدمی تو تھے ہی سمجھ گئے کہ یہ سب کے سب بالکل ہی گئے گذرے جاہل قسم کے لوگ ہیں اور ان کا مولوی اندھوں میں کانا راجہ بنا ہوا۔ مولوی صاحب نے مقامی مولوی کی تعریف کرنی شروع کردی کہا ماشاءاللہ آپ تو معرفت کی منزل طے کرچکے ہیں، حضرت جی میں تو وہاں تک نہیں پہنچا یہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں اگر آپ بتادیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ یہ الفاظ سنتے ہی مقتدی سب پھول گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے مولوی صاحب کے سوال کا جواب دنیا میں کسی کے پاس نہیں۔

آنے والے مولوی نے کہا حضرت جی آپ ہی بتادیں تو بڑی مہربانی ہوگی کہ یہ گول دائرہ کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آیا، تو مقامی مولوی نے اپنے معتقدین کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ یہ "وہابڑے" کیا جانیں، ارے یہ گول دائرہ باجرے کی روٹی ہے وہ گول ہی بنتی ہے اور ہم لوگ سردی کے موسم میں باجرے ہی کی روٹی کھاتے ہیں۔ یہ سن کر آنے والے مولوی صاحب نے اس مولوی کے داڑھی کا ایک بال توڑ کر اس کو چوما، آنکھوں سے لگایا، سر پے رکھا اور کہا خدا کی قسم ایسا عالم میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا، جس گھر میں آپ کے مولوی صاحب کی داڑھی کا ایک بال ہوگا اس کے گھر میں قیامت تک برکت ختم نہیں ہوگی۔ یہ اعلان سنتے ہی جتنے لوگ وہال پر موجود تھے سب کے سب اس کی داڑھی پر ٹوٹ پڑے اور کھچم کھچا کر کے ساری داڑھی اکھاڑ لے گئے۔ مولوی صاحب تو بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے لوگوں نے انکو اٹھا کر کمرے میں چارپائی پر ڈال دیا۔ اتفاق سے گاؤں کے چودھری پہلے سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے وہ دوسرے دن گھر آئے اور بیوی نے سارا واقعہ بیان کیا تو چودھری نے کہا ابھی میں بھی دو چار بال اکھاڑ کر

Scanned by CamScanner

لاتا ہوں، چودھری کی بیوی نے کہا اب تو ایک بال بھی داڑھی میں نہیں بچے جتنے بال تھے سب لوگ اکھاڑ لے گئے، چودھری نے کہا اگر بال نہیں ہیں تو کیا ہوا میں اس کی چمڑی برکت کے لئے اتار کر لاتا ہوں۔

فائدہ

یہیں سے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ ہوش میں رہنا کہیں ''تبرک میں داڑھی تقسیم نہ ہوجائے''۔ یہاں ہندوستان میں بریلوی طبقہ کے مولویوں نے آخرت سے بے پرواہ ہوکر حقیر دنیا کے حصول کے لیے جاہل عوام کو نہ جانے کس کس طرح سے بیوقوف بنا رکھا ہے، انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علمائے حق کو وہابی کہہ کر ان سے نہ ملنے دیتے ہیں اور نہ ان کی باتیں سننے دیتے ہیں تاکہ ان کے پھندے سے کبھی بھی نہ نکل سکیں اور اگر کسی نے سن لیا یا ملاقات کر لی تو اس پر کفر کا فتوی لگا کر جماعت سے بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ اس لیے بیچاروں کے کانوں میں تا حیات حق بات پہنچ نہیں پاتی اور وہ گمراہی کے دلدل میں پھنسے رہ جاتے ہیں۔ یا اسفا

☆☆☆☆

(۵۹)

﴿نفع میرا نقصان تمہارا﴾

دو بھائی تھے، بڑا بہت مالدار تھا چھوٹا غریب تھا۔ اتفاق سے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا تو اس کی بیوی رونے لگی۔ اڑوس پڑوس کے مرد وعورت سب اسے تسلی دینے کے لیے جمع ہو

گئے، ان لوگوں میں اس کا غریب دیور بھی تھا۔ عورت نے روتے روتے کہا ہزاروں روپیہ خرچ کر کے یہ بلڈنگ بنوائی ہے اب اس میں کون رہے گا، تو دیور نے کہا بھابھی آپ کیوں روتی ہیں میں تو زندہ ہوں، میں رہوں گا۔ پھر عورت نے روتے روتے کہا پچاس پچاس ہزار روپیہ کی کار خرید کر گیا ہے اس میں کون تفریح کرے گا؟ دیور پھر بول پڑا اور کہا بھابھی صاحبہ میں تفریح کروں گا، تو کاہے کو روتی ہے۔

عورت نے روتے روتے پھر کہا ہزاروں روپیہ خرچ کر کے باغ لگوایا اس میں کون ٹہلے گا؟ دیور نے کہا بھابھی رومت میں ٹہلوں گا۔ ہر بات کا جواب دیور دے رہا تھا دوسرے لوگ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ عورت نے پھر روتے ہوئے کہا پچاس ہزار کا قرض چھوڑ کر گیا ہے اس کو کون ادا کرے گا۔ تو دیور نے دوسرے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: ارے بھائی تم لوگ بھی تو کچھ بولو گے، میں اکیلا ہی ہر بار بول رہا ہوں اور آپ سب صاحبان خاموش بیٹھے ہوئے ہیں یہ کون سی شرافت ہے ہماری بھابھی صاحبہ کا یہ آخری سوال ہے، کم سے کم اس کا تو جواب دے دیں، بڑی مہربانی ہوگی۔

فائدہ

یہی حال اس زمانے کے اکثر لوگوں کا ہے کہ نفع میں ہر ایک شامل ہونا چاہتا ہے، لیکن گھاٹے یا مصیبت کے وقت دامن جھاڑ لیتا ہے۔ فقط معمولی دنیا کے حصول کے لیے تعلقات رکھے جاتے ہیں اور جب معمولی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے تو انسانیت وشرافت کو پس پشت ڈالتے ہوئے تعلقات ختم کر لیے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۶۰)

جوتو میرا تو سب میرا

ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے بادشاہ تھے اور بہت ہی نیک ولی صفت تھے، ان کے پاس ایک حبشی لونڈی تھی، کالی اس قدر کہ آنکھیں صرف اس کی نظر آتی تھیں، لیکن بادشاہ سلامت اس کو بہت چاہتا تھا اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ کبھی کبھی درباری لوگ بادشاہ سے کہتے تھے کہ آپ کی حکومت میں لونڈیوں کی کیا کمی ہے، آپ کسی اچھی خوبصورت لونڈی کو ساتھ میں رکھا کریں یہ کالی بطاخ لونڈی آپ کے ساتھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ بادشاہ سلامت ہنس کر بات ٹال دیتے تھے۔ ایک روز بادشاہ کے دل میں آیا کہ ان درباریوں کے سوال کا جواب ہو جانا چاہئے چنانچہ ایک دن بھرے دربار میں بادشاہ نے کہا آج ہم ایک اعلان کرتے ہیں آپ صاحبان کان لگا کر سن لیں، سب درباری چونک گئے کہ نا معلوم کیا اعلان ہوگا جب سب کی نگاہیں اور کان اعلان سننے کے لئے چوکنا ہو گئے تو بادشاہ سلامت نے کہا: میری حکومت میں جو کچھ ہے اور جتنا ہے اس میں سے جس انسان کو جو چیز پسند ہو اس پر اپنا ہاتھ رکھ دے وہ چیز اس کی ہو جائے گی۔ یہ اعلان سنتے ہی لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی کہ پہلے ہاتھ رکھ دیں ورنہ کوئی دوسرا رکھ دے گا۔ الحاصل جس کو جو چیز پسند آئی سب لوگوں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ بادشاہ کے پاس کوئی آدمی نہیں بچا جس نے کسی نہ کسی چیز پہ ہاتھ نہ رکھا ہو سوائے اس کالی بطاخ لونڈی کے با دشاہ جسے بہت چاہتا تھا وہ بادشاہ کے پاس کھڑی مسکراتی رہی اور کسی چیز کے اوپر ہاتھ نہیں رکھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا تجھے کوئی چیز پسند نہیں ہے کیا؟ لونڈی نے کہا پسند تو ہے بادشاہ نے کہا جب پسند ہے تو تو بھی اپنا ہاتھ اس کے اوپر رکھ دے۔ لونڈی نے کہا میں جس پہ ہاتھ رکھوں گی کیا وہ

میرا ہو جائے گا بادشاہ نے کہا ہاں جس پہ تو ہاتھ رکھے گی وہ تیرا ہو جائے گا۔

یہ سن کر لونڈی نے اپنا ہاتھ ہارون الرشید بادشاہ کے اوپر رکھ دیا اور کہا مجھے آپ پسند ہیں۔ یہ نظارہ دیکھ کر سب کے سب درباری شرمندہ ہو گئے کہ ہماری عقل کہاں ماری گئی تھی اگر ہم بھی بادشاہ کے اوپر ہاتھ رکھ دیتے تو بادشاہ ہمارا ہو جاتا، جب بادشاہ ہمارا ہو جاتا تو ساری حکومت ہماری ہو جاتی۔

سب کے سب درباریوں کے سوال کا جواب ہو گیا کہ تم لوگ مال و دولت سے محبت رکھتے ہو اور یہ لونڈی مجھ سے، اس لئے اس کو سب سے زیادہ چاہتا ہوں اور اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔

فائدہ

اصل یہی ہے کہ آدمی جس سے اظہار تعلق کرے تو پھر یکسو ہو کر اس کے ہر حکم پر جان قربان کر دے، اس کے حکم کی اطاعت سے مانع نہ تو کوئی دولت ہو اور نہ کوئی طاقت، محبت اور تعلق درحقیقت اسی کو کہتے ہیں۔ اور اگر یہ جذبہ نہیں ہے تو صحیح بات یہ ہے اس کو محبت ہے ہی نہیں، بلکہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

جیسے ہندوستان میں بریلوی فرقہ ہے، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کا دعوی ہے، لیکن آپ ﷺ کی کسی بھی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزانہ نت نئی خرافات و بدعات ایجاد کر کے حلوے مانڈے کا انتظام کرتے رہتے ہیں، اگر نبی ﷺ سے محبت ہوتی تو خلاف شریعت و سنت کوئی عمل کرنے کی ضمیر کیسے اجازت دیتا۔

☆☆☆☆

(۶۱)

﴿تین بیسو سو﴾

ایک چھوٹا سا قصبہ تھا وہاں کا چودھری تین بیسو سو یعنی تین بیس کا سو روپیہ گنتا تھا، جب کوئی قرض لینے اس کے پاس آتا تو تین بیس کا سو گن کر دیتا تھا، ایک مرتبہ سب لوگ چوراہے پر بیٹھے بات چیت کر رہے تھے تو چودھری نے کہا تین بیسو ایک سو ہوتا ہے۔ گاؤں والے چودھری کا لحاظ کرتے تھے اس وجہ سے ان کی بات کوئی جھٹلاتا نہیں تھا، ایک نوجوان لڑکا تعلیم یافتہ اتفاق سے بیٹھا ہوا تھا اس نے چودھری صاحب سے کہا کہ تین بیسو ایک سو ہوتا ہے، یہ آپ نے کہاں سے سیکھا، چودھری نے کہا اس میں سیکھنے کی کیا ضرورت ہے ہمارے باپ دادا اسی طرح گنتے آرہے ہیں۔ لڑکے نے کہا آپ کے باپ دادا سب غلط گنتے تھے تین بیسو ایک سو نہیں ہوتا بلکہ پانچ بیسو ایک سو ہوتا ہے، اب پوری جماعت میں چودھری صاحب کی بے عزتی ہو رہی تھی یہ چودھری کو کب برداشت تھا۔ چودھری نے لڑکے سے کہا تو چھوٹا ہے چاہے اس پر شرط لگا لے، لڑکے نے قبول کر لیا اور ایک ہزار روپیہ کی شرط لگا کر فیصلے کی تاریخ طے کر لی، اور یہ بھی طے کر لیا کہ فیصلے کے لیے آس پاس کے چودھریوں کو بلایا جائے وہ جو فیصلہ دیں ہم دونوں کو منظور ہو۔

بات ختم ہونے کے بعد چودھری اپنے گھر گیا اور اس لڑکے کی شکایت اپنی بیوی سے کرنے لگا کہ وہ عجیب لڑکا ہے مجھے تو اس کا عقیدہ وہابیوں جیسا معلوم ہوتا ہے۔ بیوی نے پوچھا آخر بات کیا ہے ذرا بتاؤ تو صحیح۔ چودھری نے کہا وہ لڑکا جو پڑھ کر آیا ہے وہ پانچ بیسو کو ایک سو بتاتا ہے، جب کہ ہمارے باپ دادا سب کے سب تین بیسو کو ایک سو گنتے تھے۔ بیوی نے پوچھا پھر کیا ہوا۔ چودھری نے

کہا کہ میرے اور اس کے درمیان ایک ہزار روپیہ کی شرط لگی ہے کہ اگر پانچ بیسو کا ایک سو ہوتا ہے تو میں اس کو ایک ہزار روپیہ بطور جرمانہ دوں گا اور اگر تین بیسو کا ایک سو ہوتا ہے تو وہ مجھے ایک ہزار روپیہ دے گا۔ بیوی نے پوچھا آپ دونوں کا فیصلہ کون کریگا؟ چودھری نے کہا اطراف کے سب چودھریوں کو بلایا گیا ہے وہ فیصلہ دیں گے۔ بیوی سمجھ دار تھی اس نے کہا چودھری صاحب آپ ہار جاؤ گے۔ یہ سن کر چودھری چونکا کہا کیسے ہار جاؤں گا۔ بیوی نے کہا صحیح یہی ہے کہ پانچ بیسو کا ایک سو ہوتا ہے۔ بیوی کی یہ بات سن کر وہ سہم گیا اور کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا کہ کوئی بات نہیں ہے میں بالکل ہار نہیں سکتا۔ بیوی نے کہا جب سب چودھری پانچ بیسو کو ایک سو کہیں گے تو آپ کیسے نہیں ہاریں گے۔ چودھری نے کہا کہ جب میں قبول کروں گا تب ہاروں گا اور میں جب مانوں گا ہی نہیں اور اپنی ہی بات ٹھوک کر کہتا رہوں گا تین بیسو سو، تین بیسو سو تو پھر کیسے ہاروں گا؟

فائدہ

اصل بگاڑ یہی ہے کہ جب انسان یہ فیصلہ کر لے کہ ہمیں کوئی بات ماننی ہی نہیں ہے، خواہ حق ہی ہو، ہمیں تو اپنی بات اونچی رکھنی ہے۔ تو اب اس کے اصلاح کی کوئی امید نہیں رہ جاتی۔ اس وقت امت میں جس قدر بگاڑ ہے اس میں اس سوچ کا بہت بڑا دخل ہے۔ اسی نے اصلاح کے تمام دروازوں کو بند کر کے رکھ دیا ہے، اس لیے کہ کوئی بھی اپنی ضد کے سامنے حق بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

(۶۲)

﴿پانچ سو روپئے والا طوطا﴾

ایک آدمی نے ایک طوطا پالا اور اس کو سکھلایا ''پانچ سو روپئے''۔ جب وہ بولنے میں

Scanned by CamScanner

خوب اچھی طرح ماہر ہوگیا تو مالک بہت ہی خوبصورت پنجرہ لے آیا اور اس میں طوطے کو ڈال کر منڈی بیچنے لے گیا۔ایک مالدار آدمی منڈی میں ٹہل رہا تھا اس کو طوطا پسند آ گیا۔اس نے اس کے مالک سے پوچھا طوطے کی قیمت کیا ہے؟ مالک نے کہا حضور طوطے کی قیمت اسی سے پوچھو۔خریدار نے طوطے سے پوچھا تیری قیمت کیا ہے؟ طوطے نے کہا پانچ سو روپئے۔خریدار یہ سن کر بہت خوش ہوا، فوراً جیب سے پانچ سو روپئے نکال کر دیئے اور طوطے کو لے کر چلا گیا۔جب گھر گیا تو طوطے سے کہا: طوطا کیا کھائے گا؟ طوطے نے کہا پانچ سو روپئے۔اس نے پوچھا اس کے علاوہ اور بھی کچھ بولنا جانتا ہے؟ طوطے نے کہا پانچ سو روپئے۔اب جو بات بھی طوطے سے پوچھتا طوطا اس کے جواب میں پانچ سو روپیہ کہتا۔اس کے علاوہ اس کو کچھ سکھلایا ہی نہیں گیا تھا۔

فائدہ

یہی حال اس زمانے کے بدعتی مولویوں اور ان کے پیروکاروں کا ہے۔ان مولویوں نے اپنے پیروکاروں کو بتلا دیا ہے نعرۂ رسول، یارسول اللہ۔نعرۂ حیدری، یا علی۔غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے، لگاتے رہو اور تیسواں چالیسواں ہمیں کھلاتے رہو، نجات کے لیے کافی ہے، نماز روزہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ بیچارے احمق طوطے کی طرح یہ سب کہتے رہتے ہیں۔

☆☆☆☆

(۶۳)

بیگن چور

ایک کھیت تھا جس میں سبزی وغیرہ بوئی جاتی تھی۔کھیت کو باڑی بھی کہتے ہیں۔ کھیت کے ایک طرف کنواں تھا، مالک نے اس کھیت میں جہاں ہر قسم کی سبزی بوئی تھی وہیں ایک کنارے بیگن بھی لگائے تھے۔جب بیگن پھول پھل کر بڑے ہوگئے تو ایک چور بیگن چرانے کے لئے رات کو بارہ بجے آتا، اس چور کا نام تلاتل دھاری تھا، جہاں بیگن بوئے گئے تھے اس کے کنارے کھڑے ہو کر کہتا: ”باڑی رے باڑی! تجھ سے پوچھے تلاتل دھاری! دو چار بیگن لے لوں“ اتنا کہہ کر خود بخود کہتا: ”لے لے نا دس بارہ“ یہ کہہ کر دس بارہ بیگن توڑ لے جاتا، روزانہ اس کا یہی معمول تھا۔اس کی سمجھ کے مطابق یہ تھا کہ میں تو اجازت لے کر توڑتا ہوں چوری نہیں کرتا۔

ایک دن کھیت کا مالک کھیت دیکھ رہا تھا جب بیگن کی طرف نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک طرف بالکل بیگن نہیں ہیں۔وہ سوچ میں پڑ گیا یہاں سے بیگن کیا ہوئے کون لے جاتا ہے یقیناً کوئی چور آتا ہوگا۔ایک رات کھیت کا مالک چھپ کر بیٹھ گیا اور دیکھنے لگا کہ کون بیگن لے جاتا ہے۔کھیت کے مالک کا نام تھا ”کھیما پھوا“، رات کو جب بیگن چور اپنی عادت کے مطابق آیا اور کھیت کے پاس جا کر کہنے لگا ”باڑی رے باڑی تجھ سے پوچھے تلاتل دھاری دو چار بیگن لے لوں“ اس کے بعد خود ہی کہا ”توڑ لے دس بارہ“ یہ کہہ کر دس بارہ بیگن توڑ لیا اور جھولے میں ڈال کر جب چلنے لگا تو کھیت والے نے پکڑ لیا اور ہاتھ باندھ دیئے پھر اس کی کمر میں رسی باندھ کر کنویں میں لٹکا دیا اور کنویں سے پوچھنے لگا ”کنواں رے کنواں تجھ سے پوچھے کھیما پھوا اس چور کو دو چار غوطہ دلاؤں“ پھر خود کہتا ”کھلا لے نا دس بارہ“ یہ کہہ کر اس بیگن چور کو کنویں میں خوب قاعدے سے غوطہ کھلاتا۔

Scanned by CamScanner

فائدہ

اہل بدعت کا یہی حال ہے کہ وہ بدعات وخرافات کو یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ یہ سب جائز ہے۔ حالاں کہ دین میں بغیر اللہ ورسول کے حکم کے معمولی زیادتی بھی جائز نہیں ہے۔ آخرت میں ان مبتدعین پر اسی بیگن چور کی طرح جب ڈنڈے بجیں گے تو پتا چلے گا۔

☆☆☆☆

(۶۴)

﴾الٹے دماغ کی عورت﴿

ایک میاں بیوی تھے دونوں جنگل میں رہتے تھے اور وہیں کھیتی باڑی کرتے تھے، اس جنگل میں ایک بہت بڑی نہر تھی اسی کے کنارے ان لوگوں کی کھیتی تھی۔ عورت کے ماں باپ نہر کے دوسری طرف رہتے تھے، عورت دماغ کی بہت اڑیل تھی خاوند جو کچھ کہتا اس کے الٹا کرنے میں اپنی کامیابی سمجھتی تھی اگر وہ کہتا چاول پکانا ہے تو وہ روٹی پکاتی، وہ کہتا روٹی پکانا ہے تو چاول پکاتی تھی۔ اسی طرح وہ ہر کام الٹا ہی کرتی تھی اور روزانہ نہر پار کر کے اپنے ماں باپ سے ملنے جانا فرض عین سمجھتی تھی۔

ایک مرتبہ بارش بہت ہو رہی تھی جس کی وجہ سے نہر لبالب بھری تھی، اس کے خاوند نے سوچا کہ اگر آج میری بیوی اپنے ماں باپ کے پاس گئی تو یقیناً بہہ جائے گی۔ میاں بہت ہی نرم دل اور سیدھا تھا وہ اسے نرمی سے سمجھانے لگا کہ بیوی اللہ کے واسطے آج اپنے ماں باپ کے یہاں نہ جا کیوں کہ نہر سیلاب کی وجہ بالکل بھری ہوئی ہے تو ڈوب جاؤ گی۔ عورت تو الٹی کھوپڑی کی تھی وہ خاوند

کے کہنے کو بھلا کہاں ماننے والی تھی اس نے خاوند کے الفاظ جب سنے تو فوراً کہا کہ میں ضرور جاؤں گی چاہے کچھ بھی ہو۔ خاوند سوچ میں پڑ گیا کہ اس سے اچھا میں نے منع ہی نہ کیا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ نہ جاتی میں نے ناحق منع کیا ہے اب کیا کروں۔ اسی سوچ میں تھا کہ اس کے دماغ میں ایک بات آئی اور اس نے بیوی سے کہا اچھا جانا ہے تو جا مگر بھینس لے کر مت جانا اور بھینس کی دم پکڑ کر نہ جانا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ الٹا ہی کرتی ہے جس سے میں منع کروں گا اسے ضرور کرے گی۔ تو وہ کہنے لگی میں جاؤں گی، بھینس لے کر جاؤں گی اور اس کی دم پکڑ کر جاؤں گی۔

خاوند نے یہ سوچ کر کہا تھا کہ جب بھینس لے جانے سے منع کروں گا تو ضرور لے جائے گی۔ خاوند نے جب اس کے یہ الفاظ سنے کہ بھینس لے کر جاؤں گی تو اس کو تسکین ہوئی کہ بھینس ڈوبے گی نہیں اور یہ اس کی دم پکڑ کر جائے گی تو یہ بھی نہیں ڈوبے گی۔ بہر حال بیوی نے بھینس کو کھونٹے سے کھولا اور لے کر چلی، خاوند یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوا لیکن کرے بھی تو کیا، جتنا اس کو سمجھائے وہ اس کا الٹا ہی کرتی تھی۔ خاوند بھی بیچارہ بیوی کے پیچھے پیچھے چلا کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ بیوی نے بھینس کو پانی میں ڈال دیا اور خود بھی پانی میں اتر کر اس کی دم پکڑ لیا اور تیرتے ہوئے جا رہی تھی۔ یہ منظر خاوند نہر کے کنارے کھڑے ہو کر دیکھ رہا تھا، جب نہر کے بیچو بیچ پہنچی تو رحم دلی اور بھولے پن کی وجہ سے خاوند سے رہا نہ گیا اور اس نے زور سے آواز دے کر کہا ارے بیوی بھینس کی دم مت چھوڑنا ورنہ ڈوب جائے گی۔ جب بیوی نے خاوند کی بات سنی تو فوراً بھینس کی دم چھوڑ دی اور کہا یہ چھوڑا لے۔

القصہ اس نے بھینس کی دم چھوڑ دی اور چھوڑتے ہی پانی میں بہہ گئی۔ پانی مشرق سے بہتا ہوا آ رہا تھا اور مغرب کی جانب بہتا جا رہا تھا یہ غریب روتا روتا بیوی کی لاش ڈھونڈنے کے لیے مشرق کی جانب جا رہا تھا جدھر سے پانی بہتا ہوا آ رہا تھا۔ راستے میں چار آدمی سنجیدہ قسم کے ملے اور

Scanned by CamScanner

اس سے پوچھنے لگے کیوں بھائی روتے کیوں ہو، غریب کہنے لگا میرت عورت پانی میں بہہ گئی ہے، کنارے کنارے تلاش کرتا جارہا ہوں کہ شاید اس کی لاش کہیں کنارے لگی ہو۔ان لوگوں نے کہا بھائی پانی تو ادھر ہی سے بہتا ہوا آرہا ہے تم ادھر کیوں جا رہے ہو تمہیں تو مغرب کی جانب جانا چاہیے جدھر پانی بہتا ہوا جارہا ہے۔تو اس نے کہا بھائی میرے میری عورت الٹی کھوپڑی کی تھی ہر کام الٹا ہی کرتی تھی اس وجہ سے مرنے کے بعد بھی وہ مشرق کی طرف الٹی ہی بہتی جارہی ہوگی۔

فائدہ

یہی حال آج اکثر لوگوں کا ہے کہ دین کی جو بھی بات بتلاؤ، کرینگے اس کے الٹا ہی۔اگر آپ کہیں کہ بھائی برائی چھوڑ دو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، جہنم میں جلنا پڑے گا۔تو سیدھا جواب دیں گے ہمیں جلنا پڑے گا تمہیں تو نہیں، ہم جل لیں گے، تمہارے پیٹ میں کیوں درد ہے۔اس الٹی کھوپڑی کا کوئی علاج نہیں ہے۔

☆☆☆☆

(۶۵)

﴿پائجامہ کی مصیبت﴾

ایک بادشاہ تھا اس کا ایک چھوٹا بھائی ولی صفت انسان تھا، اسے حکومت وسلطنت سے کوئی سروکار نہیں رہتا تھا، ایک تہبند پہن کر شہر میں گھومتا پھرتا رہتا تھا۔ایک روز بادشاہ سے کسی نے کہا حضور آپ کے بھائی صرف تہبند پہن کر شہر میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں اچھا معلوم

نہیں ہوتا۔کم سے کم آپ انکو اچھے کپڑے پہنا کر اپنے پاس رکھیں تا کہ حضور کی بدنامی نہ ہو۔بادشاہ نے کہا اچھا اس کو ڈھونڈ کر میرے پاس لاؤ لوگ تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ وہ ایک جگہ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں لوگ سمجھا کر بادشاہ کے پاس لائے۔

بادشاہ نے ادب واحترام سے بٹھایا اور بڑی محبت سے سمجھانے لگا کہ بھائی میرے تہبند اتار کر پاجامہ کرتا پہن لو، تو چھوٹے بھائی نے کہا پھر تو مجھے پگڑی بھی باندھنی پڑے گی اور شیروانی بھی پہننی پڑے گی۔بادشاہ نے کہا وہ بھی مل جائے گی۔چھوٹے بھائی نے کہا پھر تو مجھے گھومنے اور تفریح کرنے کے لئے گھوڑا بھی چاہیئے۔بادشاہ نے کہا گھوڑوں کی کیا کمی ہے جیسا گھوڑا آپ پسند کریں گے ویسا ملے گا۔اس نے کہا پھر تو مجھے بیوی اور مکان بھی چاہئے۔بادشاہ نے کہا بھائی میرے آپ جس بادشاہ کی لڑکی کو پسند کریں گے انشاء اللہ ہم اسی بادشاہ کی لڑکی سے شادی کرادیں گے اور مکان کیا پورا محل آپ کے رہنے کے لئے پڑا ہوا ہے۔

اس نے کہا پھر تو مجھے نوکر بھی چاہئے بادشاہ نے کہا نوکروں کی حکومت میں کیا کمی ہے یہ راجدھانی میں جتنے نوکر ہیں یہ سب آپ ہی کے تو ہیں۔اس نے کہا پھر میرے اولاد بھی ہوگی تو بادشاہ نے کہا انشاء اللہ یقیناً ہوگی۔اس نے کہا پھر ان کا بھی اتنا ہی انتظام کرنا ہوگا جتنا میرے لئے آپ کررہے ہیں۔بادشاہ نے کہا یہ تو دنیا کا دستور ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گا۔

اس پر اس نے کہا یہ تہبند اتار کر پائجامہ پہننے میں اتنی لمبی چوڑی مصیبت ہے تو ہم اس کو نہیں پہنیں گے، یہ تہبند ہمارے لئے ٹھیک ہے یہ کہہ کر اٹھا اور محل سے باہر چلا گیا۔

فائدہ

مجذوبوں کی ایک جماعت ہے جو دنیا ومافیہا سے لاتعلق رہتی ہے۔لوگ انھیں پاگل سمجھتے ہیں، لیکن اللہ کے یہاں ان کا مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالی

Scanned by CamScanner

اسے ضرور پورا کردیتے ہیں۔

اگر کبھی ان سے ملاقات ہو تو دعا کی درخواست کردے، ہو سکے تو ان کی مدد کردے، چھیڑ چھاڑ بالکل نہ کرے۔

☆☆☆☆

(۲۶)

﴿ہر بلا کی دوا جلاب کی گولی﴾

ایک فقیر تھے جو صاحب حکمت اور کشف و کرامات تھے، ان کے پاس دس بارہ لڑکے حکمت سیکھنے کے لئے رہتے تھے۔ ایک بچے پر ان فقیر کو قدرتی پیار آ گیا تو اس کو اپنے پاس بٹھا کر پوچھنے لگے کہ بیٹا تم ہمارے یہاں کتنے عرصے سے کام سیکھ رہے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا آٹھ دس سال سے آپ کے پاس ہوں اور حکمت کا کام سیکھ رہا ہوں۔ فقیر نے پوچھا اس آٹھ دس سال کے عرصے میں تم نے کیا کیا سیکھا۔ لڑکے نے کہا بابا میں نے ابھی تک فقط جلاب کی گولی بنانا سیکھا ہے۔

فقیر نے سوچا کہ جب آٹھ دس سال میں اس نے صرف جلاب کی گولی بنانی سیکھی ہے تو اب بھلا یہ کیا سیکھے گا۔ یہ سوچ کر بابا نے اس لڑکے سے کہا جاؤ بیٹا وضو کر کے آؤ، وہ جا کر وضو کر کے آیا فقیر نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا کی کہ اے باری تعالیٰ اگر آپ ہم جیسے فقیروں کی دعا قبول کریں تو اس بچے کو آپ صرف اسی ایک جلاب کی گولی میں کامیاب کر سکتے ہیں، میری آپ کے دربار میں دعا ہے کہ اس بچے کو آپ اپنے رحم و کرم سے اسی ایک گولی سے کامیاب کر دیجئے۔ یہ دعا کر کے بچے سے کہا بیٹا جاؤ اب اس سے زیادہ تم کو سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ

تعالیٰ تم کو اسی ایک گولی میں کامیاب کردے گا۔

لڑکا بھی بہت سیدھا اور نیک تھا، بابا کی دعا پر یقین آ گیا اور وہ چلا گیا، کچھ عرصے بعد اس نے ایک قصبہ میں حکیم کا بورڈ لگا کر دوا خانہ کھول دیا۔ اب جو کوئی بیمار آتا اس کو جلاب کی گولی دے دیتا، بقیہ کچھ جانتا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مریض کو آرام ہو جاتا۔ چاہے جو بھی بیماری ہو، سب کو بس وہی ایک جلاب کی گولی دیتا اور الحمد للہ شفا بھی ہو جاتی۔ پورے قصبے میں شہرت ہوگئی کہ عجیب قسم کا حکیم ہے کہ سب کو ایک ہی گولی دیتا ہے اور اس کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ حکیم صاحب کی شہرت دور دور تک پہونچ گئی اور تمام لوگ معتقد ہو گئے۔

اتفاق سے ایک آدمی کی بھینس غائب ہوگئی، وہ تھانے میں رپورٹ لکھانے کے بجائے حکیم جی کے پاس چلا گیا اور کہا حضرت جی میں بال بچوں والا غریب آدمی ہوں، ایک بھینس تھی، اسی کے دودھ سے گذارہ تھا، اسے کوئی چرا لے گیا، آپ اللہ والے نیک آدمی ہیں کوئی تعویذ وغیرہ دے دیجئے کہ میری بھینس مل جائے۔ حکیم صاحب نے کہا تعویذ کیا کرو گے میری جلاب کی ایک گولی کھا لو انشاء اللہ بھینس مل جائے گی یہ کہہ کر حکیم صاحب نے جلاب کی ایک گولی دیدی، اس نے اسے کھا لیا، گولی کھانے کے بعد اسے دست آنے لگے، اس زمانے میں بیت الخلاء گھر میں نہیں بنتے تھے جنگل میں لوگ حاجت کے لئے جاتے تھے، یہ بھی بار بار حاجت کے لئے جنگل میں جانے لگا، ایک مرتبہ جا رہا تھا تو دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اس کی بھینس لے کر جا رہا ہے، یہ دیکھ کر اس نے چور چور چلانا شروع کیا تو وہ چور بھنس چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس کی بھینس اس کو مل گئی۔ اس واقعہ سے حکیم صاحب کی شہرت میں اور چار چاند لگ گئے۔

اسی قصبے میں ایک راجہ رہتا تھا اسکی کئی بیویاں تھیں، ایک بیوی کے پاس وہ نہیں جاتا تھا اس بیوی نے جب حکیم صاحب کی شہرت سنی تو ایک عورت کی معرفت حکیم صاحب کو چپکے سے

Scanned by CamScanner

بلایا اور کہا کہ آپ کے راجہ میرے پاس نہیں آتے ہیں، لہٰذا اس کے لئے کوئی تعویذ وغیرہ دے دیں بڑی مہربانی ہوگی۔ حکیم صاحب نے کہا آپ تعویذ لے کر کیا کروگی ہماری ایک جلاب کی گولی کھالو، تمہارا کام انشاء اللہ ہو جائے گا، یہ کہہ کر جلاب کی ایک گولی مہارانی کو دیدی بھلا جلاب کی گولی کب برداشت ہوسکتی تھی اس کو تو دست کے علاوہ قے بھی آنا شروع ہوگئی، پورے محلے میں شہرت ہوگئی کہ رانی بیمار ہوگئی ہیں، یہ خبر جب راجہ کو ملی تو راجہ کو احساس ہوا کہ اگر میں اس کی خبر گیری کے لئے نہیں جاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ راجہ کتنا بے رحم تھا کہ رانی کی خبر مرتے دم تک نہیں لی، یہ سوچ کر راجہ صاحب بار بار رانی کی خبر گیری کے لئے آنے لگے۔ راجہ کا بار بار آنا دیکھ کر رانی بہت خوش ہوئی دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ پہلے تو مجھے جھانک کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور گولی کھانے کے بعد بار بار میرے پاس آتا ہے واہ جلاب کی گولی واہ اور دل ہی دل میں حکیم صاحب کی جلاب کی گولی کی تعریف کرنے لگی۔ اب حکیم صاحب کی شہرت راجوں اور رجواڑوں میں بھی ہوگئی۔

ایک مرتبہ ایک دوسرے راجہ نے اس راجہ پر جنگ کے لئے چڑھائی کی، چڑھائی کرنے والا راجہ بڑا تھا اور یہ راجہ چھوٹا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ حملہ کرنے کیلئے لشکر آرہا ہے تو اس نے قلعہ کے دروازے بند کروادیئے اور اپنے وزیروزراء کو جمع کر کے ان سے رائے مشورہ کرنے لگا کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ سب نے کہا حضور ہمارے قصبہ میں ایک حکیم ہے اور وہ بہت پاور فل ہے، جو کہتا ہے وہ ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کا مشورہ لیا جائے۔ راجہ نے کہا حکیم صاحب کو بلا لاؤ۔ حکیم صاحب کے آنے پر لوگوں نے ان کی بہت تعظیم کی اور اس معاملہ میں رائے ومشورہ دینے کو کہا۔ حکیم صاحب نے کہا اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، انشاء اللہ کامیاب ہم ہی ہوں گے۔ اس پر راجہ نے کہا ہمارے پاس اتنا لشکر کہاں ہے جو اس کے لشکر کا مقابلہ کر سکے، حکیم صاحب نے

پوچھا آپ کے پاس کتنے آدمی لڑنے والے ہیں، راجہ نے کہا کل ڈھائی سو آدمی ہیں، یہ سن کر حکیم صاحب نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا کہ اتنی فوج تو بہت ہے۔ راجہ نے کہا حکیم صاحب دشمن کا لشکر جو ڈھائی تین ہزار ہے ہمارے قلعہ کا گھراؤ کر کے کھڑا ہے اسکے مقابلہ میں ہماری ڈھائی سو فوج بھلا کس کام کی۔ حکیم صاحب نے کہا آپ بالکل نہ گھبرائیں ہم جس طرح سے کہیں اسی طرح آپ صاحبان کریں، انشاء اللہ آپ کی یقیناً فتح ہوگی۔ وزیروزراء اور درباریوں نے کہا حضور حکیم صاحب جو کہتے ہیں اس کو مان لیا جائے۔ راجہ نے حکیم صاحب سے کہا آپ کی کیا رائے ہے؟ حکیم صاحب نے کہا آپ اپنے فوجیوں کو لباس پہنا دیں اس کے بعد سب فوجیوں کو ہماری ایک ایک جلاب کی گولی کھلا دیں، بس انشاء اللہ آپ کی فتح ہو جائے گی۔

بظاہر یہ بات بالکل الٹی معلوم ہوتی ہے کہ جلاب کی گولی کھانے کے بعد فوجی لڑیں گے یا بیت الخلاء جائیں گے، حکیم صاحب کی یہ بات عقل کے بالکل خلاف تھی پھر بھی راجہ نے حکیم صاحب کی بات مان لی اور سب لشکر والوں کو فوجی وردی پہنا کر جلاب کی ایک ایک گولی کھلا دی۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے راجہ کو مشورہ دیا کہ ان فوجیوں کو حکم دیں کہ پچاس آدمیوں کا دستہ ایک ساتھ بیت الخلاء جائے، جب وہ فارغ ہو جائے تو دوسرا دستہ فراغت کے لئے جائے۔ حکیم صاحب کے مشورہ کے مطابق راجہ نے لشکر والوں کو حکم دیا کہ پچاس آدمیوں سے زائد فراغت کے لئے کوئی نہ جائے۔ شام کو گولی کھلا دی گئی اور رات بھر لشکر والے پچاس پچاس جاتے اور فراغت حاصل کر کے آتے۔ کل ڈھائی سو فوجی تھے پچاس پچاس کی پانچ جماعت ہوگئی۔ اسی طرح رات بھر ہوتا رہا کہ پچاس آتے ہیں اور پچاس جاتے ہیں، ایک ایک دستے کو رات میں دس دس مرتبہ جانا پڑا۔ رات بھر فوج والوں کے بیت الخلاء کے چکر کاٹنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اسے دیکھئے۔

سامنے والی فوج کا ایک تجربہ کار سی آئی ڈی کہیں سے بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ یہ لوگ رات

میں کیا تیاری کر رہے ہیں، اس کی رپورٹ اپنی فوج کے بڑے آفیسر کو دینا تھا۔ اس سی آئی ڈی نے رات بھر کا جو نظارہ دیکھا تو اس کی عقل حیران ہوگئی کہ پچاس آتے ہیں پچاس جاتے ہیں اس سے اس نے جو فوج کی تعداد کا اندازہ لگایا تو تقریباً بارہ تیرہ ہزار ہوتی ہے۔ وہ بھاگا ہوا اپنے سپہ سالار کے پاس گیا اور کہا حضور صلح نامہ بھیج دیجئے اور جنگ بند کر دینے کا اعلان کر دیجئے۔ سپہ سالار نے پوچھا آخر کیا بات ہے؟ بتاؤ تو صحیح۔ اس نے کہا حضور میں رات بھر جاگتا رہا اور سامنے والے لشکر کا جائزہ لیتا رہا۔ سپہ سالار نے پوچھا پھر کیا دیکھا۔ اس نے کہا حضور کیا بتاؤں رات بھر پچاس آتے رہے پچاس جاتے رہے، اسی طرح رات بھر تیاری کرتے رہے، میری گنتی کے مطابق کم سے کم بارہ تیرہ ہزار آدمیوں کا لشکر ہے، ہم کو جو لشکر کی خبر ملی تھی کہ دو ڈھائی سو ہیں وہ غلط ہے، اگر قلعہ کا دروازہ کھل گیا تو ہماری خیر نہیں اور ہماری یہ ڈھائی تین ہزار کی فوج ہلاک ہو جائیگی بدنامی الگ سے ہوگی، لہٰذا آپ صلح نامہ بھیج کر صلح کر لیں تا کہ ہمارا لشکر بھی بچ جائے اور بدنامی بھی نہ ہو۔ سی آئی ڈی بہت تجربہ کار تھا اس لئے سپہ سالار نے اس کی بات مان لی اور صلح نامہ بھیج کر صلح کر لی۔ حکیم صاحب کی بنی بنائی رہ گئی اسی کو کہتے ہیں کرامت۔

فائدہ

والدین، اساتذہ اور مشائخ کی خدمت جہاں باعث ثواب اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے وہیں دنیا کی فلاح و کامیابی کا بھی زینہ ہے۔ اس واقعے میں غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس بیچارے حکیم کی پوری ترقی کا مدار فقط استاذ کی دعاء ہے، ورنہ کہاں جلاب کی گولی اور کہاں محاذ جنگ پر کھڑا لشکر۔

معلوم ہوا کہ ان حضرات کی دعاؤں سے وہ چیزیں حاصل کی جاسکتی ہیں جو کتابوں یا

کسی اور ذریعہ سے نہیں حاصل ہو سکتیں اور دعا حاصل کرنے کا ذریعہ سوائے سعادت سمجھ کے خدمت کرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ کاش کہ طلبہ اس راز کو سمجھ لیتے، تو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کر لیتے۔

☆☆☆☆

(۶۷)

﴿تیری مرضی پہ جینا تیری مرضی پہ مرنا﴾

ایک بادشاہ تھا، اس نے ایک دن اپنے وزیر سے کہا. بیگن تو بہت اچھی چیز ہے؟ وزیر نے جواب دیا بہت ہی اچھی چیز ہے دو روپیہ کلو ملتا ہے، امیر غریب سب ہی سالن بنا کر کھاتے ہیں یہی تو بات ہے کہ اللہ تعالی نے بیگن کے سر پر تاج رکھ دیا ہے۔ جہاں سے بیگن توڑا جاتا ہے اس کے اوپر چار پانچ پتی مثل تاج کے ہوتی ہیں۔ اس بات کے چار چھ مہینے گزرنے کے بعد ایک دن بادشاہ نے وزیر سے کہا: وزیر بیگن تو بہت بری چیز ہے؟ اس نے جواب میں کہا حضور بہت ہی بری چیز ہے، اس میں وٹامن تو بالکل ہوتا ہی نہیں، گدھوں کے کھانے کی چیز ہے انسان کے کھانے کی نہیں، یہی تو بات ہے کہ بیگن کے سر پر اللہ تعالی نے میخ مار دی ہے۔ جہاں سے بیگن توڑا جاتا ہے اب اس ڈالی کو میخ کہہ رہا ہے پہلے تاج کہا تھا۔ یہ سن کر بادشاہ نے وزیر سے کہا تو تو عجیب قسم کا آدمی ہے چار چھ مہینہ پہلے جب میں نے بیگن کی تعریف کی تو تو نے بھی بیگن کی تعریف کے پل باندھ دیئے اور آج جب میں بیگن کو برا کہہ رہا ہوں تو تو بھی اس کو برا کہہ رہا ہے، یہ کون سی تیری شرافت ہے۔ وزیر نے کتنا اچھا جواب دیا، اس نے کہا ہم بیگن کے تابع نہیں ہیں

Scanned by CamScanner

ہم تو آپ کے تابع ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک بیگن اچھا ہے تو ہمارے نزدیک بھی اچھا ہے اور اگر آپ کے نزدیک برا ہے تو ہمارے نزدیک بھی برا ہے۔

فائدہ

یہی حال ہم مسلمانوں کا ہونا چاہیے کہ ہماری اپنی کوئی خواہش اور رائے نہیں ہونی چاہیے، اللہ اور نبی کے فرمان اور ان کے حکم پر ہماری ہر خواہش قربان ہو جانی چاہیے۔ وہ کسی چیز کو اچھی کہتے ہیں تو ہمارے نزدیک بھی وہ اچھی ہے اور بری کہتے ہیں تو بری ہے، جب ہم نے مسلمان ہونے کا اقرار کرلیا ہے تو اب ہماری کوئی خواہش نہیں ہے بلکہ اسلام کے معمولی حکم پر ہماری ہزاروں خواہشیں قربان۔ یہی سچی مسلمانی ہے۔

☆☆☆☆

(۶۸)

﴿بھینس تو ملنے دیں﴾

ایک آدمی کی بھینس گم ہوگئی اس نے منتیں ماننا شروع کردیں۔ اے جلال شاہ بابا میری بھینس مجھ کو مل جائے گی تو میں تیرے نام کی ایک ہزار روپیہ کی نیاز کروں گا۔ اے کمال شاہ بابا میری بھینس مجھ کو مل جائے گی تو میں تیرے نام کی دو ہزار روپیہ کی نیاز کروں گا۔ اے ظاہر شاہ بابا میری بھینس مل جائے گی تو میں تیرے نام کی تین ہزار روپیہ کی نیاز کروں گا۔ اس کی بیوی یہ سب کچھ سن رہی تھی اس نے کہا میاں بس بھی کرو کتنی منتیں مانو گے، بھینس کی قیمت سے زیادہ تو

منتوں کی رقم ہوگئی میاں نے بیوی سے کہا تو چپ چاپ خاموشی کے ساتھ سنتی رہ بھینس ملنے کے بعد میں کسی کو کچھ بھی نہیں دوں گا۔

فائدہ

واضح رہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کی منت ماننا یا قسم کھانا جائز نہیں ہے، یہ سب کفریہ وشرکیہ افعال ہیں، ان سے بچنا ضروری ہے۔ ناس ہو بریلوی طبقہ کے لوگوں کا جب سے ان لوگوں نے مزاروں پر میلا وعرس لگانا شروع کیا اس وقت سے جاہل عوام صاحب مزار سے مرادیں مانگنے لگی اور ان کے نام کی منت بھی مانگنے لگی۔ اللہ تعالی بچائے اس گمراہی سے۔ (آمین)

☆☆☆☆

(۶۹)

﴿آسمان جتنی بڑی روٹی﴾

ایک بڑھیا تھی، اس کے ایک ہی لڑکا تھا، وہ بیمار پڑ گیا، علاج لا علاج ہوگیا۔ ایک روز بڑھیا بیمار لڑکے کے پاس بیٹھی تھی اور یہ منت مان رہی تھی: ارے اللہ میرے بیٹے کو آرام ہو جائے تو میں تیرے نام پر آسمان جتنی بڑی روٹی بنا کر خیرات کروں گی۔ لڑکا ذرا سمجھدار تھا وہ چارپائی پر پڑا پڑا امی کے الفاظ سن رہا تھا وہ کہنے لگا: امی اتنی بڑی روٹی کا ہے پہ پکائے گی۔ امی نے کہا بیٹا تجھے آرام تو ہو جائے پھر تو میں انگوٹھا دوں گی۔

فائدہ

آج زاہدانہ لباس میں کتنے ہی دنیا دار ہیں، جو بظاہر ریاضت اور عبادت میں مشغول ہیں مگر مقصد حصول دنیا ہے، اور جب دنیا حاصل ہو جاتی ہے تو تمام ریاضت وعبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ گویا اللہ تعالی کے ساتھ دھوکہ بازی کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

(۷۰)

﴿نیاز کا پیسہ﴾

ایک غریب آدمی تھا، وہ بہت پریشان تھا، اس نے منت مانی اے جلال شاہ بابا مجھے ایک سو روپیہ کی نوٹ مل جائے تو میں دس روپیہ کی نیاز آپ کے نام کروں گا، اتفاق سے ایک سو روپیہ کی نوٹ راستے میں مل گئی، مگر وہ نوٹ بہت ہی پرانی پھٹی ہوئی تھی کوئی دوکان دار لیتا ہی نہیں تھا، بعض جگہ پھٹا پرانا نوٹ دوکان دار لے لیتے ہیں اور اس میں کچھ رقم کاٹ کر پیسہ دے دیتے ہیں۔ یہ آدمی اس دوکان والے کے پاس گیا دوکان دار نے نوٹ دیکھ کر کہا اس کے نوے روپے آپ کو ملیں گے، اس نے کہا اچھا نوے روپے دیدو۔ اس نے نوے روپے اسے دے دیئے۔ اس نے نوے روپیہ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا واہ واہ جلال شاہ بابا آپ نے تو اپنی نیاز کا دس روپیہ پہلے ہی کاٹ لیا۔

فائدہ

منت میں بھی رشوت شروع ہوگئی کہ اتنا ملیں گے تو اتنا بابا آپ کو دوں گا۔ اور جب مل گئے تو اسے بھی نہ دیا۔ کہاں جائز ہے اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام کی منت ماننا اور پھر منت پوری کرنا بھی ضروری ہے۔ مگر کیا علاج ہے اس جہالت وگمراہی کا۔

☆☆☆☆

(۷۱)

﴿مسجد کے منبر پر ڈھول بجا دیا﴾

ایک مولوی صاحب تھے، ان کے ایک عورت تھی اور ایک لڑکا تھا، لڑکا دس بارہ سال کا ہو گیا تھا، اتفاق سے وہ بیمار ہو گیا اور علاج لا علاج ہو گیا، کوئی دوا کارگر نہیں ہو رہی تھی، ایک روز دس بجے رات کو مولوی صاحب اور ان کی بیوی بچے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، بچہ چارپائی کے اوپر لیٹا ہوا تھا، اس وقت عورت نے منت مانی اے اللہ میرے بچہ کو آرام ہو جائے گا تو مولوی صاحب کے ہاتھوں سے مسجد کے اندر منبر پر ڈھول بجوادوں گی۔ مولوی صاحب یہ الفاظ سن کر آگ بگولہ ہو گئے اور اپنی بیوی کو ڈانٹ کر کہنے لگے شیطان کہیں کی میرے ہاتھ سے مسجد میں منبر پر ڈھول بجوانا چاہتی ہے کیا مجھے مروائے گی یا مجھے اس مسجد کی امامت سے خارج کروائے گی کہیں ایسی منتیں مانی جاتی ہیں، اگر تجھے منت ماننا ہے تو روزہ رکھنے کی منت مان، اللہ کے ذکر کی منت مان، درود شریف کے پڑھنے کی منت مان، اللہ کے نام پہ خیرات کرنے کی منت مان، تو

Scanned by CamScanner

نے جومنت مانی ہے اس کو تو میں ہرگز نہیں کر سکتا، یہ کہہ کر اپنے بستر پہ جا کر سو گئے، صبح کو ناشتہ بھی نہیں کیا دن بھر مارے غصہ کے گھر پر بھی نہیں آئے۔

کچھ دن کے بعد بچے کو آرام ہو گیا، مولوی صاحب جب بھی کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے تو عورت ان کے سامنے بیٹھ کر عاجزی کے ساتھ کہنے لگتی مولوی صاحب! غلطی تو ہو ہی گئی۔ بابا آدم علیہ السلام اور ماں حوا رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی غلطی ہوئی تب ہی تو ہم دنیا میں آئے ورنہ جنت میں ہی ہوتے، اب میں بھی توبہ کرتی ہوں، آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گی۔ آپ اگر چاہیں تو کسی طرح سے بھی حیلہ کر کے میری منت کو پورا کر سکتے ہیں، دیکھو بچے کو بھی الحمدللہ آرام ہو گیا۔ اس طرح عورت کے روز گڑگڑانے سے مولوی صاحب مسجد میں ڈھول بجانے کے لئے تیار ہو گئے اور سوچنے لگے کہ کیا ترکیب نکالی جائے، سوچتے سوچتے ایک ترکیب سمجھ میں آئی۔

شب جمعہ میں کہیں سے ڈھول مانگ کر لے آئے، جہاں امامت کرتے تھے وہ شاہی مسجد تھی اور بہت بڑی تھی، اس کے منبر کے نیچے ڈھول رکھ دیا، صبح میں جمعہ تھا خطبہ سے کچھ دیر پہلے مولوی صاحب تقریر کرتے تھے، اس تقریر کے دوران کہا: مسلمانو! آپ صاحبوں نے گھر پر ٹیلی ویژن رکھا ہے، گویا کہ آپ لوگوں نے شیطان کو ہی خرید کر گھر میں لاکر اپنے ہاتھ سے بٹھایا ہے۔ یہ ریڈیو جو آپ صاحبان بجاتے ہیں یہ شیطان کا بچہ ہے، جس کو اپنی گود میں لئے پھرتے ہیں اور شادیوں میں جو بینڈ باجے بجواتے ہیں وہ بالکل جائز نہیں ہیں، اس میں فضول پیسہ خرچ ہوتا ہے اور فضول پیسہ خرچ کرنے والا شیطان کا بھائی ہے، شادیوں میں ڈھول بجانا تو بالکل حرام ہے تمہیں معلوم ہے کہ نہیں کہ کس طرح بجانا حرام ہے؟ یہ کہہ کر منبر کے نیچے سے ڈھول اٹھا کر لوگوں کو دکھایا دیکھو یہ ڈھول ہے، یہ کہہ کر ڈھول کی ایک طرف دو تین ہاتھ مارے اور دوسری

طرف بھی دو تین ہاتھ مار کر بیان کیا کہ اس کو دونوں جانب سے بجانا حرام ہے۔ مسئلہ کا مسئلہ ہو گیا اور عورت کی منت بھی ادا ہو گئی۔

فائدہ

عورتوں کی اگر باتیں مانی جاتی رہیں تو وہ نہ جانے کیا سے کیا کرادیں، چنانچہ جو لوگ ان کے سامنے سر تسلیم خم کیے رہتے ہیں اور ان کی ہر بات مانتے رہتے ہیں، انھیں بارہا ذلیل ورسوا ہونا پڑتا ہے اور آخر کار ان مولوی صاحب کی طرح مسجد کے منبر پر ڈھول بجانا پڑتا ہے۔ اللہ تعالی نے مرد کو حاکم بنایا ہے نہ کہ محکوم، مگر افسوس بے چارہ محکوم بننے کی خواہش میں رہتا ہے۔

☆☆☆☆

(۷۲)

بادشاہ منحوس یا بھنگی

ایک بادشاہ تھا، وہ صبح اٹھا اور اپنے محل کی کھڑکی کھول کر نیچے دیکھا تو بھنگی جھاڑو دے رہا تھا، بھنگی پر نظر پڑتے ہی بادشاہ کو خیال آیا کہ آج صبح صبح اس بھنگی کا منہ دیکھا ہے تو کچھ نہ کچھ گڑبڑ حکومت میں ضرور ہوگی۔ اتفاق سے کچھ گڑبڑی ہو گئی بادشاہ کا خیال یقین میں تبدیل ہو گیا کہ اسی بھنگی کا منہ صبح صبح دیکھنے کی وجہ سے یہ ہوا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے داروغہ سے کہا کہ فلاں بھنگی کو سولی دیدو، داروغہ بھنگی کے گھر پہنچا اور اس کو پکڑ لایا۔ سولی دینے سے پہلے پوچھتے ہیں کہ تیری آخری کوئی تمنا ہے؟ اسی طرح بھنگی سے بھی پوچھا۔ بھنگی نے کہا کہ مجھے سولی کیوں دی

Scanned by CamScanner

جارہی ہے، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ داروغہ نے کہا یہ تو ہم کو معلوم نہیں کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے ہم کو تو بادشاہ کا حکم ہے کہ تجھے سولی دیدی جائے۔ بھنگی نے کہا کہ مجھے بادشاہ تک لے چلو تا کہ میں پوچھ لوں کہ مجھے سولی کیوں دی جارہی ہے۔ داروغہ نے بادشاہ کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ بھنگی آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے اجازت دیدی، داروغہ نے اس کو شاہی دربار میں پہنچا دیا، بھنگی بادشاہ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا بادشاہ سلامت میں تو غریب آدمی ہوں بال بچے والا ہوں مجھے کس جرم میں سولی دی جارہی ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ تو منحوس آدمی ہے۔ بھنگی نے کہا حضور! میں کیسے منحوس ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ کل صبح کو میں نے تیری شکل دیکھی تھی اس دن راجدھانی میں بہت گڑ بڑ رہی۔ ہماری حکومت میں ایسے منحوس آدمی کا رہنا مناسب نہیں جو بھی تیری شکل دیکھے گا وہ پریشان ہی رہے گا۔ بھنگی نے سوچا کہ سولی پر تو جا ہی رہا ہوں اب مجھے بھی جو کچھ کہنا ہے کہہ دوں۔ بھنگی نے کہا حضور آپ نے صبح صبح میری شکل دیکھی تو حکومت میں گڑ بڑ رہی، بادشاہ نے کہا جی ہاں اسی لئے سولی دی جارہی ہے۔ بھنگی نے کہا حضور اسی صبح میں نے سب سے پہلے آپ کی شکل دیکھی ہے اور مجھے سولی دی جارہی ہے، آپ ہی بتائیں منحوس کون ہے؟ میں ہوں یا آپ؟ بادشاہ نے یہ بات سن کر داروغہ سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔

فائدہ

شریعت میں بدشگونی جائز نہیں ہے، شریعت کے نزدیک ذاتی طور پر کوئی بھی چیز منحوس نہیں ہے، بلکہ اپنے افعال واعمال کے اعتیار سے لوگ بابرکت اور بے برکت ہوتے ہیں۔ کون بابرکت ہے اور کون بے برکت اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے اس لیے کسی کو بھی منحوس نہیں سمجھنا چاہیے۔ دنیا میں جو حادثات رونما ہوتے ہیں، وہ کسی کی نحوست یا برکت کا اثر نہیں ہوتے

، بلکہ تقدیر الٰہی سے ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆

(۷۳)

پہلے مردار نکالو پھر کنواں پاک کرو

ایک قصبہ تھا اس میں ایک ہی کنواں تھا، سب قصبہ والے اسی کنویں سے پانی لے کر خود بھی استعمال کرتے تھے اور جانوروں کو بھی پلاتے تھے۔ کنویں میں اتفاق سے کتا گر گیا۔ کنواں بہت گہرا تھا اس وجہ سے کتے پر کسی کی نظر نہیں پڑی، جب کتا اسی میں مر کر سڑ گل گیا اور پانی میں بو آنے لگی تو عورتوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگی اور انھوں نے اپنے شوہروں سے کہا ذرا کنویں کو دیکھو معلوم ہوتا ہے کوئی جانور وغیرہ اس میں گر کر مر گیا ہے جس کی وجہ سے پانی میں بو آرہی ہے۔

دو چار آدمی چودھری قسم کے جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے میری عورت اس طرح سے کہہ رہی ہے کہ کنویں کے پانی میں بو آرہی ہے، دوسرے نے کہا میری عورت بھی یہی کہہ رہی ہے، اسی طرح بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور سب کے سب یہی کہنے لگے، بہر حال یہ لوگ ایک لڑکے کو جو آٹھ دس سال کا تھا لے کر کنویں پر گئے اور اس کی کمر میں رسّی باندھی، ایک لالٹین یعنی فانوس جلا کر اس کے ہاتھ میں دیدیا اور ایک چھوٹی سی لکڑی ہاتھ میں دے کر کہا ہم تجھکو کنویں میں اتارتے ہیں تجھے اچھی طرح سے دیکھنا ہے کہ کون سا جانور مرا ہے۔ چنانچہ لڑکا کنویں میں اتار دیا گیا جب پانی تک پہنچا تو بڑے لوگوں نے پھر بچے سے کہا خوب اچھی طرح سے دیکھنا۔ بچے نے کتے کو لکڑی سے اچھی طرح الٹ پلٹ کر لالٹین کی روشنی میں دیکھ بھال کر باہر والوں کو آواز دی: یہ

Scanned by CamScanner

کتا ہے کتا۔ یہ سنکر بڑے لوگوں نے بچے کو باہر نکال لیا اور سب مل کر مولوی صاحب کے پاس گئے۔ مولوی صاحب نے پوچھا کیا بات ہے؟ سب جماعت والے ملکر آئے ہو خیریت تو ہے۔

لوگوں نے کہا مولوی صاحب کیا بتائیں اپنے قصبے کے کنویں میں کتا گر گیا اور وہ اسی میں مر کر گل سڑ گیا ہے، اب کیا کریں؟ مولوی صاحب نے کہا اس کنویں کو پاک کرلو۔ لوگوں نے کہا کنویں کو کیسے پاک کریں؟ مولوی صاحب نے کہا اس کنویں کا سب پانی نکال دو تو وہ پاک ہوجائیگا۔ لوگوں نے کہا یہ تو بہت ہی مشکل ہے کیونکہ کنویں میں پانی کا بہاؤ اس قدر ہے کہ جتنا پانی نکالو اتنا ہی اس میں پھر آجاتا ہے۔ لہٰذا کوئی دوسری ترکیب بتائیے؟ مولوی صاحب نے کہا ایک سو بالٹی پانی نکال دیئے جائیں تو کنواں پاک ہوجائیگا۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جس زمانے میں پانی نکالنے کی مشین ایجاد نہیں ہوئی تھی۔

مولوی صاحب کے کہنے سے سب جماعت والے کنویں پر گئے اور ایک سو بالٹی کے بدلے میں دو سو بالٹی پانی نکال دیا۔ پانی نکالنے کے بعد سب کے سب پھر مولوی صاحب کے پاس گئے اور کہا مولوی صاحب آپنے ایک سو بالٹی پانی نکالنے کے لئے کہا تھا ہم نے دو سو بالٹی نکال دیا۔ مولوی صاحب نے کہا الحمدللہ یہ آپ لوگوں نے بہت اچھا کیا، جماعت والوں میں سے ایک آدمی بولا کہ مولوی صاحب اس کتے کو کیا کریں، اسکو ابھی کنویں سے نہیں نکالا، یہ سن کر مولوی صاحب مارے غصہ کے لال پیلے ہونے لگے اور ڈانٹ کر کہنے لگے تم بالکل جاہل ہو کتے کو پہلے نکالنا چاہئے اور پانی کو بعد میں نکالنا چاہئے کتا تو کنویں میں پڑا ہے اور پانی نکال دیا اس سے کنواں ہر گز پاک نہیں ہوگا، چاہے تم ایک ہزار بالٹی پانی نکالو پھر بھی کنواں پاک نہیں ہوگا۔ جب تک کتے کو نہیں نکالو گے۔

یہ سنکر جماعت میں سے ایک آدمی کہنے لگا مولوی صاحب یہ تو آپ کی غلطی ہے آپ نے

ہم کو پانی نکالنے کیلئے کہا تھا کتا نکالنے کیلئے نہیں کہا تھا ہم نے جب پانی نکال ڈالا تو اب آپ کہتے ہیں کہ پہلے کتے کو نکالو۔ یہ بات آپ پہلے کہتے تو ہم پہلے کتے کو نکالتے بعد میں پانی نکالتے۔ یہ سن کر مولوی صاحب کا غصہ اور بڑھ گیا اور کہنے لگے تم لوگوں میں اتنی بھی عقل نہیں کہ جس چیز سے کنویں کا پانی ناپاک ہوگیا ہے اس کو تو پہلے نکالا جائے۔ جاؤ پہلے کتے کو نکالو اس کے بعد پانی نکالو۔ مولوی صاحب کے کہنے سے سب جماعت والے پھر کنویں پر گئے پہلے کتا نکالا، اس کے بعد دو سو بالٹی پانی نکالا، پھر مولوی صاحب کے پاس آکر کہا دو سو بالٹی پانی پھر نکال دیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا ارے کتے کا کیا ہوا اس کو نکالا کہ نہیں نکالا؟ لوگوں نے کہا حضرت جی کتے کو پہلے نکالا بعد میں پانی نکالا۔ مولوی صاحب نے کہا اب ٹھیک ہے کنواں بالکل پاک ہوگیا۔

فائدہ

جن لوگوں کے دلوں میں ہوسِ دنیا، کبر اور خواہشِ عزوجاہ ہے اور پھر اللہ رب العزت سے تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں، وہ یاد رکھیں کہ اللہ سے تعلق اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ دل کو ان گندگیوں سے پاک نہ کرلیں۔ یہ باطنی گندگیاں ہیں جو اللہ سے تعلق قائم ہونے میں اسی طرح مانع ہیں جس طرح یہ کتا کنویں کے پاک ہونے سے مانع تھا۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۷۴)

﴿جو آتی ہے اسے آنے دو﴾

ایک مولوی صاحب تھے وہ اپنے وعظ میں حرام اور حلال دو باتوں کا بیان بہت زیادہ کرتے تھے۔ایک روز دن کے دو بجے گھر پر کھانا کھانے کے لئے آئے تو بیوی سے پوچھا بھلی بیوی آج ہمارے لئے کیا پکایا ہے؟ بیوی صاحبہ نے جواب دیا: اپنے لئے مرغی پکائی ہے اور آپ کے لئے دال۔ یہ الفاظ سنکر مولوی صاحب چونک گئے اور پوچھنے لگے بیوی ایسا الٹا معاملہ کیسے ہوگیا میرے لئے مرغی ہونی چاہئے اور آپ کے لئے دال۔ بیوی صاحبہ نے جواب دیا مولوی صاحب بات اصل میں یہ ہے کہ پڑوسی کی مرغی آپ کے آنگن میں آگئی اور آپکے منّے نے اسے پتھر مارا اتفاق سے وہ مرغی کے سر میں لگ گیا، مرغی مرنے لگی تو ہم نے اسے ذبح کر کے سالن بنا ڈالا۔اگر پڑوسی کو پتھر مارنے سے مرغی کے مرجانے کا علم ہوجاتا تو جھگڑا ہوجاتا، اس جھگڑے سے بچنے کے لئے ہم نے ایسا کیا ہے۔یہ مرغی حقیقت میں حلال نہیں اور آپ جیسے پرہیزگار اور متقی عالم کو ایسی مرغی کھلانا مناسب بھی نہیں اسلئے آپ کے لئے دال پکائی ہے اور مرغی ہم لوگ کھا جائیں گے۔

مولوی صاحب نے سوچا کہ کوئی مسئلہ تلاش کیا جائے ورنہ مرغی ہاتھ سے جائیگی اور دال کھانی پڑیگی مولوی صاحب سوچ کر بولے بیوی یہ تو بتاؤ جو مرغی کا سالن آپ نے بنایا ہے اس میں تیل مرچ مسالہ کس کا تھا؟ بیوی نے کہا وہ تو اپنے گھر کا تھا۔مولوی صاحب بولے جب تیل مرچ مسالہ ہمارے گھر کا تھا تب تو ہمارا بھی حصہ ہے، اس لیے ایسا کرو شوربا شوربا مجھے دیدو اور گوشت وغیرہ تم کھا جاؤ، مولوی صاحب کے الفاظ سن کر بیوی صاحبہ نے ایک برتن لیا اور پتیلے کو اٹھا کر اس میں شوربا ڈالنے لگی، اتفاق سے اس میں چار پانچ گوشت کے ٹکڑے بھی گر گئے تو بیوی پتیلے کو نیچے رکھ کر

اس برتن سے جس میں شوربا ڈالا تھا بوٹی کے ٹکڑوں کو ہاتھ سے نکال کر پتیلے میں ڈالنے لگی، کیونکہ مولوی صاحب نے صرف شوربا مانگا تھا، یہ دیکھ کر مولوی صاحب کہنے لگے یہ کیا ادھر کا اُدھر اُدھر کا اِدھر کرتی ہے؟ بیوی نے کہا مولوی صاحب آپنے صرف شوربا مانگا تھا، اس میں اتفاق سے بوٹی کے ٹکڑے گر گئے انکو نکالتی ہوں، تو مولوی صاحب نے کہا: ارے بھلی بیوی "اگر آپ سے آتی ہے تو آنے دے اس کو منع کاہے کو کرتی ہے"۔ بیوی نے کہا مرغی بھی اپنے آپ آئی تھی میں اس کو بلانے نہیں گئی تھی آپ کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر خوب مزے سے کھایئے ہم کو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا لا لا پتیلا ادھر لا، اللہ بڑا ہی غفور الرّحیم ہے وہ ضرور معاف کردیگا۔

فائدہ

اللہ تعالی یقیناً غفور ورحیم ہے، بغیر اس کی رحمت کے کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کچھ طبیعت میں آئے کرتا رہے حلال حرام کھاتا رہے اور پھر کہتا رہے کہ اللہ غفور ہے ضرور معاف کردے گا۔ یہ تو ڈھٹائی اور بہت جرأت کی بات ہے۔

یاد رہے جہاں اللہ تعالی کی صفت غفار، ستار اور رحمان ہے وہیں جبّار، قہّار بھی ہے۔اس کی صفت رحمت انھیں لوگوں پر متوجہ ہوگی جو اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں۔جب کہ نافرمانوں کو صفت قہاریت کا سامنا ہوسکتا ہے۔اس لیے ہمیشہ اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۷۵)

﴿بسم اللہ تو وہی ہے﴾

ایک بڑھیا تھی اس کے دولڑکیاں تھیں وہ جوان ہوگئیں تو بڑھیا کو ان کی شادی کی فکر ہونے لگی۔ پڑوس میں ایک بزرگ رہتے تھے ان کے پاس گئی اور کہنے لگی حضرت جی میری دو لڑکیاں ہیں جو جوان ہوچکی ہیں میں بیوہ ہوں کچھ پیسہ وغیرہ بھی نہیں ہے، بہت پریشان ہوں آپ اللہ والے ہیں کچھ دیجئے یا کسی سے دلایئے، اللہ کے واسطے میری کچھ مدد کرو۔ یہ کہہ کر بڑھیا رونے لگی۔ بزرگ صاحب کرامات تھے بڑھیا کے گڑگڑانے پر انکو رحم آگیا ایک مٹی کا ڈھیلہ پاؤ بھر وزن کا سامنے پڑا ہوا تھا اس پر بزرگ نے بسم اللہ کہہ کر تھوک دیا، وہ مٹی کا ڈھیلا سونا بن گیا۔ بزرگ نے بڑھیا سے کہا امّی اس کو لے جاؤ اور بیچ کر بچیوں کی شادی کردو۔ یہ سب کچھ بڑھیا دیکھ رہی تھی اس کے دل میں خیال آیا کہ بسم اللہ تو میں بھی جانتی ہوں بلا وجہ یہاں آئی سونے کا وہ ٹکڑا تو بڑھیا نے اٹھالیا اور اس کو بیچ کر خوب دھوم دھام سے بچیوں کی شادی کردی، جب پیسہ ختم ہوگیا تو بڑھیا جنگل گئی اور وہاں سے دس کلو کا مٹی کا ڈھیلا اٹھا کر لے آئی، بسم اللہ تو اس کو یاد ہی تھی، نہا دھو کر مٹی کے ڈھیلے پر بسم اللہ کہہ کر تھوکا، ایک مرتبہ نہیں سیکڑوں مرتبہ بسم اللہ کہہ کر تھوکا لیکن وہ سونا نہیں بنا، تنگ آکر بزرگ کے پاس پھر گئی اور کہنے لگی بابا آپ نے تو ایک ہی مرتبہ بسم اللہ کہہ کر تھوکا تو مٹی کا ڈھیلا سونا ہوگیا۔ میں تو صبح سے بسم اللہ کہہ کر تھوک رہی ہوں، یہ شام ہونے کو آئی، لیکن ابھی تک مٹی کا ڈلا سونا نہیں ہوا۔ بزرگ نے جواب دیا امّی بسم اللہ تو وہی ہے لیکن زبان دوسری ہے۔

فائدہ

یہ اللہ والے کی زبان تھی، جو اللہ کے ذکر سے ہر وقت تر رہتی تھی، اس کا مقصد سونے کے ڈلے کا حصول نہیں، بلکہ یاد الٰہی اور رضائے الٰہی تھا۔ اپنی مرضیات کو اس نے اللہ کی مرضیات پر قربان کر دیا تھا، جس کے بدلے اسے یہ مژدہ سنایا گیا "جو تو میرا تو سب تیرا"۔ چنانچہ اب حال یہ ہوگیا کہ جو چاہتا وہ ہوتا مٹی کے ڈلے پر پھونک مار دیتا تو وہ سونا بن جاتا۔ دوسرے لوگ بغیر دل روشن کیے اس کی حرص کریں تو پاگل پن ہے۔

☆☆☆☆

(۷۶)

﴿شیطان سے کشتی کرنے والا مولوی﴾

ایک مولوی صاحب تھے وہ کہیں جا رہے تھے، راستے میں کچھ لوگ ایک درخت کی پوجا کر رہے تھے، یہ دیکھ کر مولوی صاحب کو بہت غصہ آیا لوٹ کر گھر سے کلہاڑی لی، اور اس درخت کو کاٹ ڈالنے کی نیت سے چلے، راستے میں آدمی کی شکل میں ابلیس ملا اور کہنے لگا مولوی صاحب کہاں جا رہے ہو؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ خدا کو چھوڑ کر لوگ ایک درخت کی پوجا پاٹ کر رہے ہیں اس کو کاٹ کر پھینک دینے کی نیت سے جا رہا ہوں۔

شیطان نے کہا ہم اس کو ہرگز کاٹنے نہیں دیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا ہم ضرور اس کو کاٹیں گے، دونوں میں تو تو، میں میں ہوگئی اور مقابلہ ہوگیا۔ مولوی صاحب نے

Scanned by CamScanner

شیطان کو نیچے پٹک دیا تو شیطان نے کہا مولوی صاحب میری بات تو ذرا سنو، اگر آپ اس درخت کو نہ کاٹیں بلکہ رہنے دیں تو ہم آپکو روزانہ صبح ایک سونے کی اشرفی دیں گے۔ یہ بات سن کر مولوی صاحب کے منہ میں پانی آ گیا اور کہنے لگے اگر تو نے نہیں دی تو؟ شیطان نے کہا آپ کو وعدے کے مطابق سونے کی اشرفی نہ ملے تو آپ کاٹ ڈالنا، مولوی صاحب اس بات پر رضامند ہو گئے اور درخت کو کاٹے بغیر گھر واپس لوٹ گئے۔

جب صبح ہوئی تو مولوی صاحب اپنے حجرے میں بچھونے کے پاس ایک سونے کی اشرفی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے اس نے تو وعدہ سچا کر دکھایا، کچھ روز سونے کی اشرفیاں ملتی رہیں۔ مولوی صاحب سمجھے اب تو یہ زندگی بھر ملتی رہیں گی، یہ سمجھ کر مدرسے میں بچوں کو پڑھانے کی نوکری چھوڑ دی اور مسجد کی امامت بھی چھوڑ دی۔ کچھ دن تک تو سونے کی اشرفی ملتی رہی بعد میں بند ہو گئیں۔ مولوی صاحب سوچنے لگے شاید وہ بھول گیا ہوگا ۔لیکن جب بہت دنوں تک نہیں ملی تو پھر دوبارہ کلہاڑی لیکر اس درخت کو کاٹنے کے لئے مولوی صاحب چلے۔ شیطان اسی آدمی کی شکل میں راستے میں پھر ملا اور مولوی صاحب سے بولا حضرت جی کہاں جا رہے ہو؟ مولوی صاحب نے جواب دیا: خدا کو چھوڑ کر ایک درخت کی پوجا پاٹ ہو رہی ہے اس کو کاٹ ڈالنے کی نیت سے جا رہا ہوں۔ شیطان بولا اب آپ بالکل نہیں کاٹ سکو گے واپس لوٹ جاؤ اسی میں خیریت ہے۔

مولوی صاحب نے کہا تو جھوٹا ہے کچھ دنوں تک تو تو نے سونے کی اشرفیاں مجھے دیں اور اب بند کر دیا لہٰذا وعدہ کے مطابق اب میں اس درخت کو ضرور کاٹ ڈالوں گا۔ دونوں میں خوب تو تو، میں میں ہوئی اور پھر مقابلہ ہوا، تو شیطان نے مولوی صاحب کو نیچے پٹک دیا، مولوی صاحب نے کہا: اے ذرا ٹھہر یہ بتا کہ پہلے میں نے تجھے پٹک دیا تھا آج تو نے مجھے کیسے پٹک

دیا۔ شیطان نے کہا پہلے آپ اللہ کے لئے جا رہے تھے تو اللہ کی رحمت آپ کے ساتھ تھی اب آپ نے حرام کا مال کھا لیا ہے اور سونے کی اشرفیوں کی نیت سے جا رہے ہو، اس وجہ سے اللہ کی رحمت آپکے ساتھ نہیں ہے۔ اب آپ واپس لوٹ جائیں اسی میں خیریت ہے مولوی صاحب مایوس ہو کر گھر واپس لوٹ آئے۔

فائدہ

یقیناً جب انسان اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ کی مدد اس کے شامل حال رہتی ہے پھر اس وقت شیطان کی کیا مجال کہ غالب آ جائے اور جب اپنی خواہش اور دنیا کے حصول کے لیے کرتا ہے تو مدد روک لی جاتی ہے۔

☆☆☆☆

(۷۷)

﴿آدھی تنخواہ کا سوال ہے بابا﴾

ایک سیٹھ کو ایک نوکر کی ضرورت تھی، ایک آدمی ملا اس نے کہا ہمیں نوکری کرنا ہے۔ سیٹھ نے کہا: کیا تنخواہ لو گے، اس آدمی نے کہا میں غریب آدمی ہوں اور بال بچوں والا ہوں، کم سے کم آپ چار سو روپیہ دیں تو میرا گذارہ ہو جائے گا۔ سیٹھ نے کہا پہلے مہینے کی تنخواہ دو سو روپیہ دیں گے اور پورا مہینہ آپ کے کام کو دیکھیں گے، اگر ہماری مرضی کے مطابق آپنے کام کیا تو دوسرے مہینے سے ہم آپ کو پانچ سو روپیہ تنخواہ دیں گے۔ وہ آدمی سیٹھ کے یہ الفاظ سن کر بہت

Scanned by CamScanner

خوش ہوا کہ میں تو چار سو روپیہ مانگ رہا ہوں اور سیٹھ پانچ سو روپیہ کہہ رہے ہیں۔اس نے کہا کہ ہمیں منظور ہے۔سیٹھ نے پوچھا کب سے نوکری پر آؤ گے؟ اس نے کہا میں تو کل ہی سے کام پر لگ جاؤں گا۔سیٹھ نے کہا بہت اچھی بات ہے کل سے آپ کام پر آجائیں۔

وہ آدمی اقرار کر کے چلا گیا، اسے گئے ایک ہفتہ ہوا، دو ہفتے ہوئے یہاں تک کہ پورا مہینہ گذر گیا، لیکن وہ کام پر نہ آیا۔ جب مہینہ پورا ہو گیا تو تنخواہ لینے کے لئے آیا۔سیٹھ نے پوچھا کیوں بھائی آپ تو کام پر آنے کا وعدہ کر گئے تھے پھر کیوں نہیں آئے اور ایک مہینے کے بعد آج کیسے آنا ہوا، اس نے کہا حضور میں تو اپنی تنخواہ لینے کے لئے آیا ہوں، سیٹھ نے کہا بڑا بیوقوف معلوم ہوتا ہے۔ ڈیوٹی پر ایک دن بھی نہیں آیا اوپر سے تنخواہ مانگ رہا ہے، بڑا ہی بے شرم آدمی ہے۔ تجھے راستے میں کہیں پانی بھی نہیں ملا کہ اس میں ڈوب مرتا۔اس آدمی نے کہا حضور آپ کی بات بالکل صحیح ہے میں نے ایک دن بھی کام نہیں کیا لیکن میں نے اقرار تو کیا تھا، کم سے کم آدھی رقم یعنی سو روپیہ ہی اقرار کے دے دیجئے تاکہ میرا خرچ تو چل جائے۔

فائدہ

معلوم ہوا کہ بغیر عمل کیے فقط کسی بات کے اقرار کر لینے پر اجرت کا طالب ہونا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔آج کے مسلمان ایسے ہی ہیں جو خدا کا اقرار تو کرتے ہیں لیکن اس کے احکامات پر عمل بالکل نہیں کرتے اور ثواب واجر کی امید کیے بیٹھے ہیں۔ جو حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔اللہ رب العزت بغیر کچھ کیے جنت دیدے، بلاشبہ وہ دے سکتا ہے، اور جو لوگ اس کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اللہ کی مغفرت ضرور کرے گا۔لیکن اس کے احکامات پر عمل نہ کرنا پھر ثواب کا طالب ہونا یہ حماقت محض ہے۔چنانچہ اگر پکڑ ہو گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔

☆☆☆☆

(۷۸)

زکوٰۃ کا مٹکا

ایک سیٹھ بہت بڑا مالدار تھا ہر سال دس ہزار روپیہ کی زکوٰۃ دیتا تھا، یہ اسے بہت ہی گراں گذرتا تھا۔ایک روز اپنے لڑکے سے کہنے لگا: بیٹا سوچ سمجھ کر کوئی ترکیب ایسی نکالو کہ زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے اور پیسہ گھر ہی گھر میں رہے۔دونوں نے سوچ کر یہ ترکیب نکالی کہ پانی پینے کا ایک نیا مٹکا لے آئے اور اس میں پانچ پانچ سو کی بیس نوٹیں ڈالدیں اس کے اوپر بیس کلو گیہوں ڈالدیئے، اور مٹکا تیار کر کے رکھدیا۔اس کے بعد لڑکا باہر روڈ پر کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگا کہ کوئی فقیر آنکلے تو اس سے بات کریں۔

اتفاق سے ایک ساٹھ سال کی عمر کا فقیر دکھائی دیا تو لڑکے نے بلا کر کہا اس مکان میں ایک سیٹھ صاحب رہتے ہیں وہ سب کو زکوٰۃ دیتے ہیں تشریف لے جائیے ہوسکتا ہے آپ کو بھی کچھ مل جائیگا۔اس کے کہنے پر فقیر جا کر کھڑا ہو گیا اور سوال کیا۔سیٹھ صاحب گھر سے نکلے اور کہا زکوٰۃ ہے لوگے؟ فقیر نے کہا ہاں بابا لیں گے۔سیٹھ وہ مٹکا جس میں دس ہزار روپیہ کی نوٹیں تھیں اور اس کے اوپر گیہوں ڈالدیئے تھے اٹھا کر لے آیا اور کہا یہ سب زکوٰۃ کا مال ہے، یہ کہہ کر وہ مٹکہ اسے دیدیا، فقیر نے لے لیا۔

جب مکان سے نکل کر روڈ پر آیا تو سیٹھ کا لڑکا وہیں کھڑا تھا اس نے پوچھا؟ سیٹھ نے کیا دیا؟ فقیر نے کہا گیہوں۔ کتنی قیمت کے ہونگے؟ فقیر نے کہا چالیس پچاس روپیہ کے ہوں گے۔لڑکے نے کہا کہ تو مجھ سے ایک سو روپیہ لے لے اور گیہوں کا مٹکہ مجھے دیدے تو اس مٹکے کو کہاں لئے پھرے گا۔فقیر نے سوچا چالیس پچاس روپئے کے گیہوں ہونگے یہ آدمی سو روپے نقد

دے رہا ہے تو بہتر ہے کہ اسی کو دیدیا جائے۔فقیر نے کہا اچھا بابا ہم کو سو روپے دیدو اور یہ مٹکا آپ لے جاؤ، یہ کہہ کر فقیر نے مٹکا دیدیا اور سو روپے لیکر چلتا ہو گیا۔لڑکا مٹکہ لے کر گھر پر آیا اور والد صاحب سے کہا ابا جان آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہو گئی اور آپکا مٹکہ بھی واپس آ گیا۔

فائدہ

زکوۃ یا دیگر عبادات اللہ کی رضا جوئی کے لیے ادا کی جاتی ہیں نہ کہ کسی انسان کو دکھانے کے لیے۔اللہ علیم وخبیر ہے، دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔اس کے کسی حکم میں حیلہ بہانہ کرنا گویا اس کو دھوکہ دینے کی کوشش کرنا ہے اور اس کے حکم کو باطل کرنا۔اس طریقے سے زکوۃ تو ادا ہونے سے رہی بلکہ خطرہ ہے کہ کہیں آخرت میں اس پر سخت باز پرس نہ ہو۔اللہ رب العزت حفاظت فرمائے۔

☆☆☆☆

(۸۰)

﴿بہرے کی عیادت﴾

ایک آدمی تھا جو کان سے بالکل بہرہ تھا، بوڑھا بھی ہو چکا تھا، اس کے پڑوس میں ایک مالدار آدمی رہتا تھا وہ بیمار ہو گیا،لوگ اس کی عیادت کے لئے آنے جانے لگے،لوگوں کی آمد ورفت سے اس بہرے نے اندازہ لگالیا کہ شاید پڑوسی مالدار بیمار ہو گیا ہے، چلو میں بھی عیادت کر آؤں، پڑوسی کا معاملہ ہے اور ہمارا پرانا دوست بھی ہے، یہ سوچ کر جانے کا ارادہ کر لیا مگر دل

میں سوچنے لگا کہ میں جا کر اس کو کیا کہوں گا، وہ مجھے کیا جواب دے گا اسے میں سنوں گا نہیں۔بہر حال کچھ ایسی باتیں سوچ کر جانا چاہئے کہ اس کا جواب بھی وہی ہو جو میں چاہوں۔یہ سوچ کر اپنے دل میں باتیں بنانے لگا کہ سب سے پہلے تو میں سلام کروں گا، اس کا جواب وہ یقیناً سلام سے دیں گے۔پھر میں کہوں گا حضرت جی طبیعت کیسی ہے اس کے جواب میں وہ کہیں گے الحمدللہ اچھی ہے، تو میں کہوں گا الحمدللہ۔اس کے بعد پوچھوں گا کہ حضرت جی کھانے میں کیا کھاتے ہیں؟اس کے جواب میں وہ کسی ہلکی پھلکی غذا کا نام لیں گے، جسے بیماری کی وجہ سے کھاتے ہوں گے،تو میں کہوں گا بہت ہی اچھی غذا ہے۔اس کے بعد پوچھوں گا کہ حضرت کس حکیم کا علاج کرا رہے ہیں؟ جواب میں وہ کسی اچھے حکیم کا نام لیں گے، کیونکہ مالدار آدمی ہیں کسی اچھے سے اچھے حکیم کا علاج کراتے ہوں گے۔اس حکیم کا جب نام لیں گے تو جواب میں کہوں گا کہ سبحان اللہ، اس سے بڑھ کر حکیم دنیا میں کوئی نہیں۔

یہ باتیں اپنے دل میں طے کر کے چلا اور بیمار کے مکان کے دروازے پر پہنچ کر زور سے کہا: السلام علیکم۔بہرا آدمی عموماً زور سے بولتا ہے کہ میں نہیں سنتا تو دوسرے لوگ بھی نہ سنتے ہوں گے۔اس کے سلام کا جواب مالدار آدمی نے دیدیا۔اب دوسری بات پوچھنے لگا کہ حضرت جی آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ بیمار نے کہا میں تو مر رہا ہوں۔بہرے آدمی نے جواب میں کہا الحمدللہ۔اس کے بعد تیسری بات پوچھنے لگا کہ حضرت جی کھانے میں کیا کھاتے ہیں، بیمار کو اس بہرے پر غصہ آ گیا کہ میں تو مر رہا ہوں اور یہ الحمدللہ کہہ رہا ہے، پھر پوچھتا ہے کہ آپ کیا کھاتے ہیں۔بیمار نے غصہ میں کہہ دیا زہر کھاتا ہوں،تو بہرے نے کہا بہت ہی اچھا ہے، یہی کھاتے رہنا بہت اچھی غذا ہے۔اب چوتھی بات پوچھنے لگا حضرت جی آپ علاج کس حکیم کا کراتے ہیں؟ بہرا پوچھا پوچھ لگائے ہے اور بیمار کو غصہ آ رہا ہے۔اس بہرے کے پوچھنے پر کہ آپ علاج کس کا

Scanned by CamScanner

کراتے ہیں۔ بیمار نے کہا میرا علاج تو ملک الموت ہی کریں گے۔ اس پر بہرے نے کہا سبحان اللہ ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوسرا حکیم ہے ہی نہیں، یہ کہہ کر چلا گیا۔ بہرے کے دل میں یہ تھا کہ میں اس بیمار آدمی کو خوش کر آیا لیکن معاملہ بالکل الٹا تھا۔

فائدہ

یہی حالت بعض نماز پڑھنے والوں کی ہوتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھ کر اللہ کو خوش کر دیا، مگر خشوع وخضوع اور دیگر شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے وہ ان کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

☆☆☆☆

(۸۱)

﴿بابا یہ نماز مجھ سے نہ پڑھی جائے گی﴾

ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اس میں ایک مسجد تھی جو ویران پڑی تھی، اتفاق سے تبلیغی جماعت وہاں چلی گئی، یہ جماعت والے جس گاؤں یا قصبہ میں جاتے ہیں جانے سے پہلے وہاں معزز لوگ کون ہیں انکے نام یاد کر لیتے ہیں۔ اس جماعت والوں نے وہاں کے چودھری صاحب کا نام یاد کر لیا تھا۔ تبلیغ جماعت والے زیادہ تر بڑوں کو سمجھانے کی محنت کرتے ہیں، اس نیت سے کہ بڑے اگر صحیح راستے پر آجائیں تو بہت کچھ مخلوق خدا کی اصلاح ہو سکتی ہے، ہر ایک بڑے اور مالدار آدمی کے پیچھے کچھ نہ کچھ آدمیوں کی جماعت رہتی ہے۔ لیکن بعض بڑے اور

مالدار آدمی فرعون جیسے سخت ہوتے ہیں۔ اگر فرعون ایمان لے آتا تو سارا ملک مسلمان ہو جاتا۔ لیکن ان میں کے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔

جماعت والوں نے اپنا سامان مسجد میں رکھا مسجد میں جھاڑو وغیرہ دی اور صاف صوف کر کے پھر گشت میں نکلے۔ چودھری صاحب کا نام پہلے ہی یاد کر لیا تھا، پوچھتا چھ کر کے اس کے گھر پہنچے۔ چودھری صاحب چارپائی کے اوپر بیٹھے بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ جماعت والوں نے سلام کیا۔ چودھری نے سلام کا جواب دیا اور اپنی چارپائی کے اوپر تعظیم کے ساتھ جماعت والوں کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ جماعت والے چودھری صاحب کی تعریف کرنے لگے کہ ہم نے فلانے گاؤں میں آپ کی تعریف سنی، فلاں قصبے میں آپ کی تعریف سنی، تو دل میں خیال آیا کہ کم سے کم آپ سے ملاقات کر لیں، اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ چودھری صاحب اپنی تعریف سن کر پھول گئے اور بڑی محبت سے باتیں کرنے لگے، کچھ دیر بعد جماعت والوں نے اپنی بات رکھی، چودھری صاحب سے کہا حضرت ہم جماعت لے کر آئے ہیں اور مسجد میں ٹھہرے ہیں وہاں اللہ ورسول کی باتیں ہوں گی شام کے وقت آپ تھوڑی دیر کے لئے آجائیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ چودھری صاحب نے اقرار کر لیا اور رات کو عشاء کے وقت مسجد میں چلے آئے۔

عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا تھا جماعت والے وضو کر رہے تھے چودھری صاحب بھی ان کی دیکھا دیکھی ہاتھ منہ دھونے لگے، وضو کرنا تو آتا ہی نہیں تھا۔ جب نماز کی جماعت کھڑی ہوگئی تو یہ چودھری بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا، اتفاق سے رمضان کا مہینہ تھا اور جماعت والوں میں ایک حافظ صاحب بھی تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی جماعت کھڑی ہوگئی چودھری صاحب بھی ان لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے، آدھا پونا گھنٹہ تو چودھری صاحب کھڑے رہے اس کے بعد دل میں سوچا کہ یہ لوگ نہ جانے کب تک اٹھک بیٹھک کرتے رہیں گے، کیونکہ وہ

نماز سے بالکل ہی غافل تھا، سب جماعت والے جب سجدے میں گئے تو چودھری اپنی جوتیاں اٹھا کر چلا آیا اور گھر جا کر سو گیا۔ کھیتی باڑی کا کام تھا صبح میں جلدی اٹھ کر ہل بیل لے کر کھیت جانے لگا، مسجد کے پاس سے ہی راستہ تھا اس کو یاد آ گیا کہ جماعت والے ہیں کہ چلے گئے اس نے جھک کر مسجد میں دیکھا تو اللہ کی شان تھی کہ صبح کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی، ان کو کھڑے ہوئے دیکھ کر چودھری حیران رہ گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا: باپ رے باپ رات بھر کھڑے ہیں، ان لوگوں کے پیروں میں درد بھی نہیں ہوتا ہوگا، یہ سوچتا ہوا اپنے کھیت میں چلا گیا اور کام کاج میں لگ گیا۔

دوپہر کو جب کھیت سے واپس ہوا اور مسجد کے پاس آیا تو اس کو یاد آ گیا کہ وہ لوگ ہیں یا چلے گئے، جھک کر مسجد میں جو دیکھا تو اللہ کی شان دیکھئے کہ ظہر کی جماعت کھڑی تھی چودھری صاحب تو وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا یہ لوگ فرشتے ہیں یا جن۔ جب دیکھو تب کھڑے ہیں یہ کہتا ہوا گھر چلا گیا۔ عصر کی نماز کے بعد جماعت والوں نے پھر گشت لگایا اور چودھری صاحب کے پاس خصوصی ملاقات کیلئے گئے اور سوچا کہ آج بھی مسجد میں آنے کی دعوت دے دی جائے۔ جب وہ چودھری کے قریب پہنچے تو اس نے کہا کہ تم لوگ وہیں کھڑے رہو ہمارے پاس مت آؤ، ہم لوگ اتنی دیر کھڑے نہیں رہ سکتے، میں صبح آیا تب بھی تم لوگ کھڑے تھے دوپہر کو آیا تب بھی کھڑے تھے۔ یہی وجہ ہے تم لوگوں کو ہر جگہ سے بھگایا جاتا ہے۔

فائدہ

جن کی قسمت میں اصلاح نہیں لکھی ہوتی ان کے ساتھ ایسا کچھ معاملہ ہو ہی جاتا ہے جس کی وجہ سے اگر دین کے کچھ قریب ہوئے بھی رہتے ہیں تو پھر بدک جاتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہمیشہ اللہ تعالی سے توفیق وہدایت کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۸۲)

﴿شیطان کے بھائی﴾

ایک بزرگ تھے، جنگل میں جا رہے تھے، رات کا وقت تھا۔ راستے میں ایک لمبا چوڑا آدمی سویا ہوا تھا۔ بزرگ نے سوچا کہ اتنا لمبا چوڑا آدمی تو ہو نہیں سکتا، لہٰذا اس سے پوچھا جائے کہ کون ہے؟ بزرگ نے اس کو پیر کی ٹھوکر مار کر جگایا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ وہ اٹھا اور کہنے لگا کہ میں شیطان ہوں، بزرگ نے کہا: یہاں کیا کر رہے ہو؟ شیطان نے کہا آرام کر رہا ہوں۔ بزرگ نے کہا: تو تو اللہ سے وعدہ کر کے آیا ہے کہ دنیا میں اللہ کے بندوں کو بہکاتا رہوں گا، پھر تجھے وقت کہاں سے ملا، جو سو رہا ہے؟ شیطان نے کہا کہ ہندوستان میں کچھ ایسے مولوی پیدا ہو گئے ہیں جو مخلوقِ خدا کو بدعت اور شرک کی دعوت دے رہے ہیں۔ خود تو نماز پڑھتے نہیں دوسروں کو بھی نماز کی دعوت نہیں دیتے، بلکہ نماز پڑھنے والوں کی نماز چھڑا دیتے ہیں۔ یہ لوگ مولوی کی شکل میں رہ کر تن، من، دھن سے میرا کام کر رہے ہیں، اس لیے مجھے کچھ آرام مل گیا ہے۔

فائدہ

علماء کی دو قسمیں ہیں: ایک علمائے حق اور دوسری علمائے سوء۔ علماء حق نے ہمیشہ قرآن وحدیث کی خدمت کی، لوگوں کی صحیح رہنمائی فرمائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر خود بھی عامل رہے اور دوسروں کو بھی دعوت دی۔

Scanned by CamScanner

لیکن دوسرا گروہ جو علمائے سوء کہلاتا ہے اس نے دنیوی مقاصد کے لئے قرآن وحدیث کی غلط تشریح کی، بدعات وخرافات کی تبلیغ کی اور لوگوں کی گمراہی کا ذریعہ بنے۔ یہی وہ گروہ ہے جس کے گمراہ کن کارناموں سے شیطان خوش ہوتا ہے اور یہ سوچ کر اسے سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا گروہ تیار ہوگیا ہے جو میرے کام کو بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔

ہندوستان میں بھی ایسے علماء کی کمی نہیں، جو بدعات وخرافات کو پھیلاتے ہیں، مزاروں پر جا کر افعال کفریہ وشرکیہ کرنے کو موجب نجات بتاتے ہیں، نہ خود نماز روزہ ادا کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں، ان کا مقصد فقط لوگوں کو خوش کر کے دنیا حاصل کرنا رہتا ہے۔ اللہ بچائے اس گمراہی سے (آمین)

☆☆☆☆

(۸۳)

﴿مفت کھانے کے لیے کھانسنا پڑتا ہے﴾

ایک قصبہ تھا، وہاں کے لوگوں نے ایک مولوی صاحب کو وعظ کے لئے بلایا۔ مولوی صاحب نے توکل پر تقریر کی اور کہنے لگے کہ اگر کوئی انسان اللہ کی ذات پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ جنگل میں بھی اس کی روزی پہنچادے گا، وہ تو پوری کائنات کا پالن ہار ہے، کوئی ہماری اس بات پر اعتماد کر کے آزمانا چاہے تو آزما کر دیکھ لے۔ دیہات کے لوگ عموماً ان پڑھ اور بھولے ہوتے ہیں۔ ایک چودھری صاحب جو بھولی بھالی صفت کے آدمی تھے وہ یہ بیان سن رہے تھے، ان کے دل میں خیال آیا کہ چلو ہم اس بات کو آزمالیں۔

یہ سوچ کر ایک جنگل میں چلے گئے، جہاں پر چار راستے پڑتے تھے۔ پانی کا پیاؤ بھی تھا، گھنے جنگلی درخت بھی تھے، لوگوں کی آمد ورفت وہاں کثرت سے رہتی تھی، وہاں جا کر بیٹھ گیا اور دل میں کہنے لگا جب اللہ تعالیٰ کھلائیں گے تب ہی کھاؤں گا۔ اس نیت سے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیے، ایک دن ہوگیا دوسرا دن بھی چلا گیا، لوگ آتے ہیں جاتے ہیں کھانا وغیرہ وہیں کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں کچھ دیر آرام کرتے ہیں، پھر چل دیتے ہیں، اس چودھری سے کھانے کے لیے کوئی نہیں کہتا، یہاں تک کہ تیسرا دن ہوگیا، تب چودھری کو مولوی صاحب پر غصہ آگیا کہ مولوی صاحب نے غالباً مسئلہ ادھورا بیان کیا ہے، بیان کرنے میں کچھ کمی ہوگئی ہے، ورنہ آج تیسرا دن ہے پھر بھی کھانا نہیں ملا، اس کی یہی وجہ ہوسکتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو بالکل سچے ہیں۔

اس طرح کی باتیں دل میں سوچ رہا تھا اور تیسرے دن کا عصر کا وقت ہو چلا تھا، اتفاق سے ایک راہ گیر آگیا اور اپنے سامان سے کھانا نکال کر کھانے لگا، راہ گیر چودھری کی طرف پیٹھ کر کے کھانا کھا رہا تھا۔ چودھری نے سوچا کہ یہ بھی کھانا کھا کر چلا جائے گا تو کیا ہوگا؟ لہٰذا چودھری صاحب زور زور سے کھانسنے لگے، راہ گیر کو خیال آیا کہ شاید یہ بھوکا ہے، اسی لئے کھانس رہا ہے، راہ گیر نے چودھری کی طرف مخاطب ہو کر کہا چچا آجاؤ کھانا کھالو، اتنا کہتے ہی چودھری چپ چاپ کھانا کھانے اس کے ساتھ بیٹھ گیا، کیوں کہ تیسرے دن کی شام ہو رہی تھی۔ کھانا کھاتے کھاتے چودھری صاحب کو اس مولوی صاحب کی غلطی یاد آگئی کہ مولوی نے کھانسنے کو تو کہا ہی نہیں تھا، اگر وہ کھانسنے کو کہہ دیتے تو ہم کو پہلے ہی دن کھانا مل جاتا، ایسے ادھورے مولوی پورے مسائل جانتے نہیں اور چلے وعظ کہنے، خواہ مخواہ مجھے تین دن بھوکا رہنا پڑا، چودھری صاحب کھانا کھا کر واپس گھر گئے کچھ عرصے کے بعد گاؤں والوں نے پھر اسی مولوی کو وعظ کرنے کے لئے بلایا۔ مولوی صاحب نے وعظ کے دوران پھر وہی مسئلہ چھیڑ دیا کہ کوئی آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو

Scanned by CamScanner

اللہ تعالی جنگل میں بھی اس کی روزی پہنچادیتے ہیں۔وہ چودھری صاحب جلسے میں موجود تھے،یہ الفاظ سن کر کھڑے ہو کر زور زور سے مولوی صاحب کے سامنے کہنے لگے:اے مولوی صاحب ذرا کھانسنا پڑتا ہے،کھانسنے کو کہو،بغیر کھانسے کھانا نہیں ملتا۔

فائدہ

اللہ رب العزت قادر مطلق ہے،وہ جو چاہے جیسا چاہے کرسکتا ہے،کسی ذریعہ اور سبب کا محتاج نہیں ہے اس کی صفت "فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ" [البروج:۱۶] (وہ جو چاہے سب کر گزرتا ہے) ہے۔یقیناً بلا کسی سبب اختیار کیے وہ روزی دے سکتا ہے،اس کا سچا وعدہ ہے "وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الأرضِ الا عَلَى اللهِ رِزقُها" [ہود:۶] (اور کوئی [رزق کھانے والا] جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو)

لیکن اللہ تعالی نے دنیا کو دارالاسباب بنایا ہے اور انسانوں کو اسباب اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے،یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی اسباب اختیار فرمایا، پس یہ سنت انبیاء بھی ہے۔معلوم ہوا کہ اسباب کو اختیار کرنا خلاف توکل نہیں ہے،ورنہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کون متوکل ہوسکتا ہے۔مگر اسباب ہی پر پورا اعتماد کر لینا اور مسبب الاسباب ذات باری سے صرف نظر کر لینا اللہ کے نیک بندوں کا کام نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ انبیاء کے طریقے پر چلتے ہوئے اسباب کو اختیار کرتے ہیں اور اس کے نتیجے کے سلسلے میں اللہ رب العزت پر اعتماد کرتے ہیں۔

تقدیر میں اچھا برا جو کچھ لکھا ہے وہ مل کر رہے گا،خواہ اسباب اختیار کرے یا نہ کرے، اللہ کے نیک بندوں کا یہی ایمان اور عقیدہ ہے۔اسی میں سے روزی بھی ہے کہ مقدر میں جتنی روزی لکھی ہوئی ہے وہ مل کر رہے گی،خواہ اس کے حصول کی کوشش کرے یا نہ کرے لیکن کوشش کرنا سنت انبیاء ہے اس لیے ضرور کرنا چاہئے۔

(۸۴)

﴿شیطان نے نماز کے لیے بیدار کردیا﴾

ایک نمازی نماز کا بہت پابند تھا،نماز چھوٹنا تو درکنار کبھی تکبیر اولی بھی قضا نہیں ہوتی تھی۔شیطان کو اس کے اوپر غصہ آتا تھا کہ یہ دشمن نماز کو تو چھوڑتا ہی نہیں ہے لیکن کبھی قضا بھی نہیں کرتا۔ایک روز اس کے پیچھے پڑ گیا اور ہاتھ پیروں کی ایسی چمپی کرنے لگا کہ صبح کی نماز قضا ہوگئی،جب دن نکلا دھوپ سر پر آگئی تب آنکھ کھلی۔نماز قضا ہو چکی تھی اس کا اس کو بہت صدمہ ہوا،یہ پہلی نماز تھی جو اس کی قضا ہوئی تھی، بھاگتا ہوا مسجد گیا وضو وغیرہ کیا اپنی قضا نماز پڑھی،اس کے بعد مسجد میں بیٹھ کر خوب رویا دھویا،خیر جو ہوا تھا وہ تو ہو ہی گیا تھا۔پھر ایک دن وہ بذات خود سو گیا اور نماز قضا ہونے کی نوبت آگئی تو شیطان نے آکر اس کو اٹھایا اور کہا کہ جلدی اٹھ کر نماز پڑھ لے ورنہ قضا ہوجائے گی۔

وہ آدمی جب جاگا تو دیکھتا ہے کہ لمبی داڑھی،عمامہ باندھے ہوئے،سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک آدمی سرہانے کھڑا کھڑا اس کو جگا رہا ہے،نمازی نے کہا اللہ تعالی آپ کو اجر عظیم دے آپ نے اچھا کیا مجھے اٹھا دیا،اس سے پہلے بھی میری ایک نماز قضاء ہو چکی تھی۔اس پر شیطان نے کہا میں تو شیطان ہوں مجھے جو اجر ملنا تھا وہ مل گیا آپ اپنی نماز پڑھ لیجئے،نمازی نے کہا تو شیطان ہو کر نماز کے لئے اٹھاتا ہے۔شیطان کہنے لگا پھنس جاتے ہیں تو اٹھا دیتے ہیں۔

نمازی نے کہا کیا بات ہے؟ ذرا بتاؤ تو سہی؟ شیطان نے کہا جو پہلے نماز آپ کی قضاء ہوگئی تھی،وہ میں نے ہی کرائی تھی،نمازی نے کہا پھر کیا ہوا؟ شیطان نے کہا تیری نماز تو میں نے قضاء کرادی اس کے بعد مسجد میں جا کر تو جو رویا دھویا تو اللہ تعالی کی رحمت جوش میں آئی اور آپ

Scanned by CamScanner

کے نامہ اعمال میں اللہ نے ڈبل (دو گنا) نیکیاں لکھوادیں یہ مجھ سے نہیں دیکھا گیا، اس لیے میں نے اٹھادیا تا کہ آپ اپنی نماز پڑھ کر سنگل ثواب لے لیجئے، اٹھئے اور نماز پڑھ لیجئے۔

فائدہ

شیطان اللہ کے یہاں سے یہ کہہ کر نکلا تھا کہ تیرے بندوں کو تیری راہ سے بھٹکاؤں گا"لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ"[حجر: ۳۹] (میں ضرور بالضرور انسانوں کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھلاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا)

چنانچہ بہکایا اور خوب بہکایا، لیکن جنھیں واقعی اللہ تعالی سے تعلق تھا، ان سے اگر کبھی بھول چوک ہوئی، یا شیطان چال چل گیا اور معصیت سرزد ہوگئی تو اپنے دادا حضرت آدم کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے فوراً توبہ واستغفار میں لگ گئے، حضرت آدمؑ نے اسی کے ذریعہ شیطان کو شکست دی تھی۔ چنانچہ اگر کوئی انسان توبہ کرتا ہے تو شیطان پریشان ہوجاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح انسان توبہ نہ کرے اور چاہے جو کرلے۔ اس کے لیے چاہے اسے نماز کے لیے اٹھانا ہی پڑے۔

☆☆☆☆

(۸۵)

﴿السلام علیکم زینب کے ابا﴾

ایک چھوٹا سا دیہات تھا، یہاں لوگوں نے ایک مولوی صاحب کو وعظ کے لئے بلایا۔

انھوں نے اپنے وعظ کے درمیان ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اپنے خاوندوں کا نام لے کر مت بلایا کرو، خاوند کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ سن کر سب عورتیں چونک گئیں۔ وعظ ختم ہوا سب اپنے اپنے گھر چلی گئیں۔

ایک عورت صبح نماز کے لئے اٹھی اور نماز پڑھنے لگی، جب سلام پھیرنے کا وقت آیا تو اس کے خاوند کا نام "رحمت اللہ" تھا اب سلام پھیرنے سے رک گئی، کیوں کہ رات کو ہی بیان سنا تھا کہ خاوند کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اب کیا کرے؟ سوچتے سوچتے ایک صورت ذہن میں آگئی، اس کے دو لڑکیاں تھیں، ایک کا نام سکینہ تھا اور دوسری کا زینب۔ تو اس نے سلام پھیرتے وقت کہا: "السلام علیکم زینب کے ابا"، رحمت اللہ کو نکال دیا۔ لڑکیوں کے ابا کا نام لے کر نکاح کو بچالیا۔

فائدہ

جاہل واعظین جو کچھ پڑھے لکھے نہیں رہتے ہیں نہ جانے اوٹ پٹانگ کیا کیا بیان کرتے رہتے ہیں اور ہدیہ وصول کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے دین کا صحیح علم نہ رکھنے والوں کو وعظ وغیرہ کہنے سے منع کیا جاتا ہے۔ شوہر کا نام لینے سے نہ نکاح ٹوٹتا اور نہ نام لینا ممنوع ہے۔

ہاں بہرحال عورت کے لیے اس کا شوہر محترم ہے اس لیے جس معاشرہ میں شوہر نام لینے کو خلاف تعظیم سمجھا جاتا ہے اس معاشرہ میں بلا وجہ نام لینا مناسب نہیں۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۸۶)

﴿چار رکعت نماز میں چار دو کانوں کا حساب﴾

ایک نمازی تھا جو عصر کی نماز کا بہت پابند تھا، ایک مرتبہ کسی وجہ سے دیر ہوگئی اور جب مسجد پہنچا تو امام صاحب نے سلام پھیر دیا۔ اس نمازی کو بہت صدمہ ہوا اور کھڑے کھڑے رونے لگا، دوسرے لوگ سمجھانے لگے کہ تیری نیت جماعت سے نماز پڑھنے کی تھی، اتفاق سے وہ نہیں ملی پھر بھی آپ کو آپ کی نیت کا ثواب ملے گا۔

اس پر وہ کہنے لگا میں ثواب کیلئے نہیں روتا ہوں، میں اسلئے روتا ہوں کہ امام صاحب جب تک چار رکعت نماز پڑھاتے تھے اسی دوران نماز پڑھتے پڑھتے میں اپنی چاروں دو کانوں کا حساب بھی کر لیتا تھا، اب میں حساب کروں کہ نماز پڑھوں۔

فائدہ

شیطان کسی بھی طرح نہیں چاہتا کہ بنی آدم کا تعلق اللہ تعالی سے مضبوط رہے، چنانچہ ہر وقت کچھ نہ کچھ سجھاتا رہتا ہے خصوصاً جب انسان نماز میں ہوتا ہے تو اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ دل لگنے نہ پائے اور وہ اس کے لیے طرح طرح کے خیالات دل میں لاتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو شیطانی وسوسوں سے اپنے دلوں کو پاک رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆

(۸۷)

﴿سونے کی مٹکی میں مٹھا بلونے والی بہوئیں﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جا رہے تھے، راستے مین ایک اندھا ملا اور کہا: اے موسیٰؑ آپ اللہ کے پاس جا رہے ہیں، میرے لئے بھی اللہ تعالی سے کہنا کہ وہ میری دعا قبول کر لے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا اچھا کہوں گا، آگے چلے تو ایک مرد، ایک عورت اور ایک لڑکا ملا، انہوں نے بھی موسی علیہ السلام کو پہچان لیا اور اپنی دعا قبول کرانے کو کہا، حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پر پہنچے تو راستے میں جو لوگ ملے تھے ان کی دعا قبول کرنے کے لئے اللہ تعالی سے سفارش کی۔

اللہ تعالی نے جواب دیا کہ ان سب کو کہہ دینا کہ ہم ان کی ایک ایک دعا قبول کریں گے۔

موسی علیہ السلام نے لوٹتے وقت جن لوگوں نے دعا کے لئے کہا تھا ان سب کو کہہ دیا کہ تمہاری ایک ایک دعا قبول ہوگی، جو چاہو مانگ لو۔ مرد، عورت اور لڑکا تینوں ایک ہی گھر کے تھے، تینوں نے مشورہ کیا کہ چلو پہلے نہر میں نہالیں پھر دعا مانگیں۔ تینوں نہر پہ گئے سب سے پہلے عورت نہا کر فارغ ہوئی اور دعا مانگنے لگی کہ اے اللہ مجھے ایسا حسن دے کہ فی الحال میرے مقابلے میں کوئی دوسری حسین عورت نہ ہو۔ دعا قبول ہوگئی اور وہ پری جیسی خوبصورت بن گئی۔

اس کا خاوند نہا کر آیا تو دیکھا کہ عورت پری کی طرح خوب صورت بن کے بیٹھی ہے، خاوند نے کہا تجھے کیا ہوا کہ تو نے خوب صورتی کو مانگا ہے، اب تو تجھے بادشاہ لے جائے گا۔ خاوند نے خاموشی اختیار کی اور اس وقت اس نے کچھ نہیں مانگا۔ بادشاہ کو جب اس عورت کی خوب صورتی کا پتہ چلا تو اس نے اپنی پولس بھیج کر اس عورت کو اپنے محل میں بلالیا۔

یہ عالم دیکھ کر اس کے خاوند نے اپنی دعا جو باقی تھی اس کو مانگنا شروع کیا: اے اللہ

Scanned by CamScanner

میری عورت کو ایسا بدشکل بنا دے کہ فی الحال اس جیسی کوئی بدشکل عورت نہ ہو۔اسی وقت وہ عورت چڑیل جیسی بن گئی۔بادشاہ نے جو دیکھا تو وہ بھی ڈر گیا کہ یہ عورت نہیں ہے بلکہ بلا ہے،فوراً محل سے نکال دیا۔اب اس عورت کو کوئی ٹکڑا روٹی نہ دے،جدھر جاتی لوگ مارتے اور بھگا دیتے کیوں کہ اس کی شکل دیکھ کر بچے ڈرتے تھے۔

اب لڑکے کی دعا باقی تھی اس نے دعا مانگی:اے اللہ میری ماں کو جیسی تھی ویسی ہی کر دے۔چنانچہ عورت کی شکل جو پہلے تھی وہی ہوگئی۔تینوں نے دعا مانگی اور تینوں کی قبول ہوئی لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا،جہاں تھے وہیں پھر واپس آ گئے۔

اب اندھے کی دعا باقی تھی اسکو سنئے۔وہ بھیک مانگ کر کھاتا تھا نہ عورت تھی نہ بچے تھے،نہ رہنے کے لئے مکان،اس نے اللہ سے دعا مانگی:اے باری تعالی تو نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا ہے کہ میری ایک دعا قبول کرے گا تیرے دربار میں میری دعا یہ ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے اپنے بچوں کی بہوؤں کو سونے کی مٹکی میں مٹھا بلوتے ہوئے دیکھ لوں۔اس اندھے نے ایک ہی دعا میں سب کچھ مانگ لیا۔آنکھیں مانگ لی،عورت بیوی اور بچے مانگ لیا،اللہ نے اس کی آنکھوں میں روشنی دے دی،پھر عورت دی،رہنے کو مکان دیا،دولت دی،اولاد ہوئی ان کی شادیاں ہوئیں۔ایک دن بازار گیا اور سونے کی مٹکی بنوا کے لے آیا پھر بچوں کی بہوؤں سے کہا تم اس میں مٹھا بلوؤ،تاکہ سونے کی مٹکی میں بہوؤں کو مٹھا بلوتا ہوا دیکھ لوں اور اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے۔

فائدہ

جب بھی اللہ تعالی سے دعا کرے تو اعلی اور اچھی چیز کی کرے،دنیا وآخرت کی خیر وعافیت اور بھلائی کی کرے،جنت اور اللہ کی رضا کا سوال کرے۔حقیر اور معمولی چیزوں کا سوال قادر مطلق

کے شایان شان نہیں ہے۔واضح رہے کہ امور دنیا آخرت کے مقابلے میں حقیر وادنی ہیں۔

☆☆☆☆

(۸۸)

﴿جو تجھے اندر نہیں آنے دیتا وہی مجھے باہر نہیں آنے دیتا﴾

ایک سیٹھ تھا اور ایک نوکر دونوں کسی کام سے کہیں جا رہے تھے،راستہ میں مسجد آ گئی نوکر نے کہا سیٹھ صاحب یہاں ٹھہر جائیں تو میں استنجا کر لوں،سیٹھ نے کہا کر لو،جب وہ استنجا کے لئے مسجد میں گیا تو اتفاق سے تبلیغی اجتماع چل رہا تھا یہ اپنی حاجت پوری کر رہا تھا اور اس کے کان میں دین کی باتیں بھی سنائی دے رہی تھی،باتیں بہت پسند آئیں،استنجا سے فراغت حاصل کر نے کے بعد وہ اس اجتماع میں جا کر بیٹھ گیا،جب بہت دیر ہوگئی تو سیٹھ نے باہر سے آواز دی: اے باہر نکل،باہر نکل،کب تک اندر گھسا پڑا رہے گا،یہ آواز نوکر کے کان آئی تو نوکر نے جواب میں زور سے کہا مجھے باہر نہیں آنے دیتا،سیٹھ نے کہا کون ہے جو تجھے باہر نہیں آنے دیتا؟نوکر نے جواب میں کہا جو تجھے اندر نہیں آنے دیتا وہی مجھے باہر نہیں آنے دیتا۔

فائدہ

توفیق الٰہی بہت بڑی چیز ہے اگر وہ نہ ہو تو ہدایت کوئی نہیں دے سکتا۔نوکر کے کانوں میں دین کی چند باتیں پڑیں،توفیق ہوئی مسجد میں آ گیا۔آقا باہر کھڑا تھا اسے توفیق الٰہی نہ ہوئی کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔اللہ تعالی سے ہمیشہ توفیق کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۸۹)

نماز کے بدلے بھینس دوں گا

ایک دیہات میں ایک مسجد تھی، دیہات والوں نے ایک امام صاحب کو نماز پڑھانے کے لئے رکھا تھا، امام صاحب نیک آدمی تھے، لوگوں کو سمجھا سمجھا کر نمازی بنا رہے تھے، لیکن جو گاؤں کا چودھری تھا وہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ مولوی صاحب کا سمجھانا بھی کارگر نہیں ہو رہا تھا، مولوی صاحب رات دن یہی سوچتے تھے کہ چودھری کو کیسے نمازی بنایا جائے، اگر چودھری نمازی بن جائے تو دوسرے لوگ جو نماز نہیں پڑھتے ان پہ اچھا خاصا اثر ہو جائے گا اور سب لوگ نمازی ہو جائیں گے۔

مولوی صاحب نے ایک دن سوچا کہ اس چودھری کو کچھ لالچ دے دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ نمازی بن جائے، چودھری بہت بخیل اور کنجوس تھا۔ مولوی صاحب نے کہا چودھری جی اگر آپ میرے پیچھے چالیس دن لگاتار پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھیں تو ہم آپ کو ہدیہ میں ایک بہت بڑھیا بھینس دلا دیں گے۔ مولوی صاحب کی بات سن کر اس کے منہ میں پانی آ گیا اور لگاتار چالیس دن نماز جماعت سے پڑھنے کا اقرار کر لیا۔ دوسرے دن صبح سے ہی نماز جماعت سے پڑھنا شروع کر دیا۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو چودھری نے مولوی صاحب سے بھینس کا مطالبہ کیا۔

مولوی صاحب نے چودھری سے کہا ہم تو آپ صاحبوں کی تنخواہوں پر جی رہے ہیں، آپ کے لئے بھینس کہاں سے لاؤں گا۔ میں نے بھینس کا لالچ یہ سوچ کر آپ سے کہا تھا کہ جب آپ چالیس دن نماز جماعت سے پڑھ لو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں نماز کی

محبت ڈال دے گا۔ مولوی صاحب کی بات سن کر چودھری جی نے کہا مولوی صاحب تم بھی سن لو، میں نے بھی وضو نہیں کیا تھا، سب نمازیں بغیر وضو کے ہی پڑھتا رہا۔

فائدہ

یہ بھی توفیق الٰہی سے محرومی کا ہی واقعہ ہے، کہ خواہ بھینس ہی کی لالچ میں نماز پڑھی مگر باوضو تو پڑھنا چاہیے تھا نہ نماز ہوئی اور نہ بھینس ملی۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، اسے محرومئ قسمت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆

(۹۰)

غسل میں تین فرض یا پندرہ

ایک چھوٹا سا قصبہ تھا، وہاں کا ایک لڑکا عالم کی سند حاصل کر کے آ گیا۔ بچپن میں تو شرارت ہوتی ہے، چوراہے پر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اس میں وہ سند والا لڑکا بھی بیٹھا ہوا تھا، اس کو شرارت سوجھی اس نے چودھری سے پوچھ لیا، چودھری جی آپ کو غسل کے فرض یاد ہیں؟ چودھری نے کہا ہاں یاد ہیں۔ لڑکے نے کہا بتلائے کتنے فرض ہیں؟ اس نے کہا دس۔ لڑکے نے کہا ذرا سوچ سمجھ کر بولیے۔ کہا پندرہ، پانچ اور بڑھ گئے۔ چودھری نے یہ سوچ کے کہا کہ زیادہ کہنے سے لڑکا مان جائے گا۔ چودھری کے پاس ایک آدمی پڑھا لکھا بیٹھا تھا، اس نے چودھری کے کان میں کہا: تین بولو تین، اس پر چودھری کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا یہ تیرا باپ پندرہ میں تو مانتا

Scanned by CamScanner

نہیں تین کو کیسے مان جائے گا۔

فائدہ

پاکی ناپاکی اور جائز و ناجائز کے مسائل سے واقفیت ہر مسلمان پر فرض ہے۔لیکن اسلامی تعلیمات سے عدم دلچسپی کی وجہ سے صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ آج شریعت کے موٹے موٹے مسائل سے بھی لوگ ناواقف ہوتے جارہے ہیں۔ضرورت ہے کہ نئی نسل کو اس جانب راغب کیا جائے اور مسئلے مسائل سے لوگوں کو واقف کرایا جائے۔

☆☆☆☆

(۹۱)

﴿گیدڑ کا وضو ٹوٹ گیا﴾

ایک آدمی جنگل میں رہتا تھا، اسکے بہت سے مرغے پلے ہوئے تھے۔مرغوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب شام ہوتی ہے تو خود بخود اپنے دربہ میں چلے جاتے ہیں جہاں وہ بند کئے جاتے ہیں۔ایک مرتبہ ایک مرغا باہر رہ گیا اس کو ڈر ہوا کہ نیچے رہوں گا تو گیدڑ کھا جائیں گے۔یہ سوچ کر ایک بہت بڑے درخت پر چڑھ گیا اور وہیں رات بھر بیٹھا رہا، جب صبح ہونے لگی تو زور، زور سے بولنے لگا۔اس کی آواز سن کر ایک گیدڑ آ کر درخت سے مل کر بیٹھ گیا کہ مرغا نیچے اترے گا تو کام ہو جائے گا۔جب دن کا اجالا ہونے لگا تو مرغا درخت سے اترنے لگا۔مرغا جب کسی اونچی جگہ سے نیچے آنا چاہتا ہے تو بہت تحقیق کرتا ہے، نیچے پچاسوں مرتبہ دیکھتا ہے کہ

کوئی خطرہ تو نہیں ہے، جب اطمینان ہو جاتا ہے تو اترتا ہے۔

مرغے نے نیچے دیکھا تو گیدڑ موجود تھا، سوچنے لگا کہ یہ مجھے لقمہ بنانے کے لئے ہی بیٹھا ہے۔یہ سوچ کر درخت کے اوپر ہی رک گیا۔گیدڑ بھی سمجھ گیا کہ مرغا مجھے دیکھ کر اوپر رک گیا ہے، تو اس نے مرغے سے کہا: اے مؤذن صاحب اذان تو بہت دیتے ہو اب نماز پڑھنے کے لئے نیچے نہیں آؤ گے۔مرغا دل میں سوچنے لگا اب کیا کیا جائے، نیچے جاتے ہیں تو جان جاتی ہے اوپر رہتے ہیں تو ایمان جاتا ہے۔مرغے نے دل میں قیاس کیا تو سمجھ میں بات یہ آئی کہ جان کا بچانا تو اللہ کے اختیار میں ہے، ایمان کا بچانا اپنے ہاتھ میں ہے، لہٰذا جان رہے کہ جائے نماز تو پڑھنی چاہئے، یہ سوچ کر توکلاً علی اللہ مرغا نیچے اترنے لگا۔اللہ تعالیٰ نے اس کی جان بچانے کا ایسا سبب بنایا کہ وہاں پر گھنے گھنے درخت تھے، اتفاق سے ایک شیر آ گیا، شیر کو دیکھ کر گیدڑ بھاگنے لگا کہ میں مرغے کا لقمہ بناؤں اس سے پہلے کہیں یہ شیر میرا لقمہ نہ بنالے، مرغا جب نیچے اترا تو دیکھتا ہے کہ گیدڑ بھاگا جارہا ہے۔

سوچنے لگا یہ تو مجھے لقمہ بنانے کے لئے بیٹھا ہوا تھا، پھر بھاگا کیوں جارہا ہے چاروں طرف نظر کی تو شیر پر نظر پڑ گئی، اب مرغے کی سمجھ میں بات آ گئی کہ اس چچے کو دیکھ کر گیدڑ بھاگا ہے، شیر مرغے کو نہیں کھاتا اس لئے مرغے نے بالکل بے فکر ہو کر گیدڑ کو آواز دی: اے مقتدی صاحب بھاگے کیوں جارہے ہو، اب تو امام صاحب آ گئے ہیں، واپس آ جاؤ جماعت سے نماز پڑھ لیں، تو گیدڑ نے جواب میں بھاگتے ہوئے کہا میرا تو وضو ٹوٹ گیا ہے۔

فائدہ

ہر ایک دوسرے کے چکر میں پڑا ہوا ہے کہ کس طرح ہڑپ کرلوں لیکن جب خود پر بجتی ہے تو پتا چلتا ہے۔اگر کوئی سکون و عافیت کی زندگی چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ

Scanned by CamScanner

دوسروں کوامن وعافیت دے،لوگ اسے دیں گے۔

☆☆☆☆

(۹۲)

﴿شیطان کی لکیر﴾

ایک بزرگ جنگل میں تشریف فرما تھے کہ شیطان سے ملاقات ہوگئی، بزرگ نے اس سے کہا کہ تو مخلوقِ خدا کو کیوں لڑاتا ہے، تجھے اس میں کیا مزہ ملتا ہے، اس نے کہا حضرت جی میں تو لڑاتا وڑاتا نہیں ہوں، لوگ خود ہی لڑتے ہیں اور بدنام مجھے کرتے ہیں، اگر آپ کو دیکھنا ہو تو میرے ساتھ چلئے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے کہ میں لڑاتا ہوں یا لوگ خود لڑتے ہیں، بزرگ اس کے ساتھ چل دیئے۔ ابھی صبح ہی ہوئی تھی کہ ایک قصبہ میں دونوں پہنچے، اس قصبے میں ایک بنئے کی دوکان تھی وہ گھی، گڑ، تیل، چاول وغیرہ بیچتا تھا۔

اس نے دوکان کھولی ہی تھی کہ شیطان نے اپنی انگلی میں گڑ لگا کر دیوار پر گڑ کی لکیر کر دی، اس لکیر پر مکھیاں بیٹھنے لگیں، مکھیوں کو پکڑنے والا چھ پیر کا ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جو مکھیوں کو پکڑ کر کھاتا ہے، وہ مکھیوں کی تاک میں تھا، ایک چھپکلی تھی جو اس جانور کی تاک میں تھی، بنئے کی ایک بلی پلی ہوئی تھی جو دوکان میں ہی رہتی تھی وہ چھپکلی کو پکڑنے کی تاک میں تھی۔ اتفاق سے ایک نوجوان لڑکا شکار کھیلنے جا رہا تھا، اس کے ساتھ پالتو کتا بھی تھا، وہ اس بنئے کی دوکان پر آ کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا مجھے دو پاؤ چنے، دو پاؤ مونگ پھلی اور دو پاؤ گڑ دے دو، شکار کھیلنے والے عموماً

یہ چیزیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور جنگل میں بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ بنیا ان چیزوں کو تولنے لگا، اتفاق سے مکھی کو پکڑنے والے جانور نے مکھیوں پر حملہ کر دیا تو چھپکلی نے اس پر حملہ کر دیا، بلی موجود تھی اس نے چھپکلی کے اوپر حملہ کر دیا، بلی کو دیکھتے ہی شکاری کتا بے قابو ہوگیا اور اس نے بلی پر حملہ کر دیا۔

بلی اور کتا دونوں گتھم گتھا ہوگئے تو دوکان میں تیل اور گھی کا ڈبہ الٹ گیا، بنیا غصے میں آ کر کتے کو مارنے لگا، تو جوان کو بھی غصہ آ گیا وہ بنئے پر ٹوٹ پڑا اور جھگڑا بڑھ گیا، پولس آ گئی اور دونوں کو پکڑ لے گئی۔ تو شیطان نے ان بزرگ سے کہا دیکھا حضرت جی میں نے تو کچھ نہیں کیا خود بخود یہ لوگ لڑ گئے تو میں کیا کروں۔ بزرگ نے کہا تو نے جو گڑ کی لکیر کھینچی تھی وہی کمال کی تھی وہی جھگڑے کا سبب بنی۔

فائدہ

اللہ رب العزت نے انسان کے اندر صفت خیر وشر دونوں ودیعت فرمائی ہیں۔ صلحاء واتقیاء کی صحبت اور ان کی ہم نشینی صفت خیر کو ابھارتی ہے اور عمل صالح کی جانب راغب کرتی ہے، اسی وجہ سے صالحین وصادقین کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، ارشاد باری ہے "کُونُوا مَعَ الصَّادِقِین" [توبۃ: ۱۱۹] (سچوں کے ساتھ رہو)

جبکہ شیطان اور شیطان صفت انسانوں کی صحبت صفت شر کو ابھارتی ہے، اسی وجہ سے بُرے ساتھیوں سے دور رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ شیطان خود کچھ نہیں کرتا بلکہ غلط وسوسے دل میں ڈالتا ہے اور پھر انسان اس کے مقتضیات پر عمل کرنے لگتا ہے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۹۳)

مکہ بھی صاف کرتے جاؤ

ایک بڑھیا اکیلی تھی ،دوسرا کوئی گھر میں نہیں رہتا تھا، یہ بڑھیا ہر سال فاتحہ کراتی تھی، ایک روز مولوی صاحب سے کہا بیٹا جمعرات کو ہمارے یہاں فاتحہ ہے آپ آجائیں۔ مولوی نے کہا اچھا امی ضرور آؤں گا، ایسے غلط مولوی تو ڈھونڈتے ہی پھرتے ہیں کہ کہیں فاتحہ کی دعوت ملے تو کھانے کا مزہ آجائے۔ بڑھیا اکیلی تھی اس لئے اس نے دو آدمیوں کا کھانا پکایا تھا۔ مولوی صاحب جب فاتحہ پڑھنے آئے تو بڑھیا نے دسترخوان بچھایا، اگربتی وغیرہ جلائی اور کھانا سامنے رکھ دیا۔

مولوی صاحب نے فاتحہ پڑھ کر کھانا شروع کر دیا، خوراک زیادہ تھی، تندرست اور جوان تھے ،کھانا بھی ماشاءاللہ بہت ہی اچھا بنا تھا، مولوی صاحب کھاتے گئے بڑھیا دیتی رہی، یہاں تک کہ بڑھیا کا حصہ بھی کھا گئے، بعد میں تھالی چاٹنے لگے، بڑھیا نے پوچھا بیٹا یہ کیا کر رہے ہو؟ ان کو مذاق سوجھی اور کہا امی مدینہ صاف کر رہا ہوں۔ بڑھیا کو بھی غصہ آگیا تھا کیوں کہ کھانا بالکل نہیں بچایا تھا، وہ اندر سے پتیلا لے آئی اور کہا بیٹا مکہ بھی صاف کرتے جاؤ۔ مولوی بے شرم تھا اور کھانا بہت لذیذ بنا تھا، مولوی نے پتیلا بھی چاٹ لیا اور کہا لو امی مکہ بھی صاف کر دیا ، بڑھیا نے مارے غصہ کے پتیلے کو الٹا کر دیا اور مولوی سے کہا: حجر اسود کو بھی تو بوسہ دیتے جاؤ، کہ مجھے دھونا نہ پڑے۔

فائدہ

اہل بدعت و دنیا دار مولویوں نے عوام سے کھانے پینے کے نہ جانے کیا کیا طریقے

ایجاد کر لیے ہیں ،اسی میں سے ہر ہفتے بابا کے نام کی فاتحہ اور تیسواں و چالیسواں وغیرہ بھی ہے۔اس کے ذریعہ حلوے پڑاٹھے کا انتظام ہو جاتا ہے۔اللہ بچائے اس حرام غذا سے۔

☆☆☆☆

(۹۴)

فاتحہ کی ناس

ایک مولوی صاحب تھے وہ فاتحہ پڑھنے کا پیسہ لیتے تھے۔تین قسم کا فاتحہ پڑھتے تھے سوا روپیہ والا ،سوا پانچ روپیہ والا اور سوا دس روپیہ والا۔سوا روپیہ والے فاتحہ میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتے تھے۔سوا پانچ روپیہ والے میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور الم نشرح کیف سے سورۂ ناس تک پڑھتے تھے۔سوا دس روپیہ والے فاتحہ میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسین یا سورۂ تبارک ، بڑی بڑی سورت پڑھتے تھے۔

ایک غریب آدمی تھوڑا سا کھانا لے کر مولوی صاحب کے پاس آیا اور کہا میں غریب آدمی ہوں اور مجھے چھوٹی فاتحہ پڑھانی ہے۔مولوی صاحب کے یہاں مہمان آئے ہوئے تھے کچھ پیسوں کی ضرورت تھی ، اس لیے سوا دس روپیہ والی فاتحہ پڑھ دی، جب فاتحہ پڑھ چکے تو وہ غریب آدمی سوا ایک روپیہ دینے لگا۔مولوی صاحب نے کہا ہم نے سوا دس روپیہ والی فاتحہ پڑھی ہے۔اس غریب نے کہا حضرت جی میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں غریب آدمی ہوں مجھے چھوٹی فاتحہ پڑھانی ہے، آپ نے بڑی فاتحہ کیوں پڑھ دی۔مولوی صاحب نے کہا جو کچھ پڑھ دیا وہ پڑھ دیا، سوا دس روپیہ دے دو ورنہ تمہارے فاتحہ کی ناس نکال دوں گا۔غریب کھڑے کھڑے

Scanned by CamScanner

سوچنے لگا کہ فاتحہ تو ہوگئی اب اس کی ناس کیسے ہوگی۔

مولوی نے اپنے مہمانوں سے کہا تم لوگ ذرا اپنے ہاتھ اٹھاؤ ہم اس کے فاتحہ کی ناس نکال دیں گے، لوگوں نے ہاتھ اٹھائے اور مولوی صاحب پڑھنے لگے "قل اعوذ برب الناس ناس ناسِ اله الناس ناسِ ناسِ" ۔اس جاہل نے سمجھا کہ واقعی میرے فاتحہ کی ناس نکال دی، بے چارہ بھاگا ہوا گیا کہیں سے ادھار دس روپیہ لایا اور سوا روپیہ اپنے پاس تھا وہ سب ملا کر مولوی صاحب کو سوا گیارہ روپیہ دیدیا۔ مولوی صاحب نے جزاک اللہ کہہ کر پیسے جیب میں ڈال لیے۔ جاہل کھڑا کھڑا دیکھ رہا تھا، مولوی صاحب نے کہا جاؤ، اب کیوں کھڑے ہو؟ اس غریب نے کہا میرے فاتحہ کی ناس واپس لے لو۔ مولوی نے مہمانوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا دیکھا کیسا سمجھدار آدمی ہے کہنے کو تو جاہل ہے مگر سمجھ کتنی اچھی رکھتا ہے، ٹھیک ہے ہم فاتحہ واپس لے لیتے ہیں یہ کہہ کر مہمانوں سے کہا آپ سب صاحبان پھر ہاتھ اٹھائیں اس کے فاتحہ کی ناس واپس لینا ہے، سب نے ہاتھ اٹھا لیے اور مولوی صاحب پڑھنے لگے " القارعة ااا ا مـا القارعة اااا "۔ غریب خوش ہوگیا کہ میرے فاتحہ کی ناس کو مولوی صاحب نے واپس لے لیا۔

فائدہ

یہ واقعہ بھی اہل بدعت و دنیادار مولویوں کے جاہل عوام سے دین کے نام پر مال ہڑپ کرنے کی ترکیبوں میں سے ایک ہے۔ اللہ بچائے اس حرام خوری سے۔

☆☆☆☆

(۹۵)

﴿قضاء فاتحہ﴾

ایک مولوی صاحب بڑے چالاک اور منطقی آدمی تھے، ایک مدرسہ چلا رہے تھے، جس کے چندے کے لئے ہر سال دیہات اور قصبوں میں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک دیہات میں چندے کی غرض سے گئے، ظہر کی نماز کا وقت آ گیا دیہات والوں نے مولوی صاحب سے نماز کی امامت کرنے کے لئے کہا، مولوی صاحب نے نماز پڑھا دی، فرض نماز سے فراغت کے بعد مختصر دعا پڑھ کر سنتیں پڑھنے لگ گئے، نماز کے بعد جب سب لوگ مسجد سے باہر نکلے تو مولوی صاحب سے کہا مولوی صاحب آپ نے نماز کے بعد فاتحہ کیوں نہیں پڑھی، مولوی صاحب تیز آدمی تھے جواب دیا ارے تو میں بھول گیا، چلو کوئی بات نہیں عصر کی نماز میں اس کی قضاء کر لیں گے۔

عصر کا وقت آ گیا تو دیہات والوں نے پھر مولوی صاحب کو امامت کیلئے کہا، مولوی صاحب نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے، نماز ختم ہونے کے بعد جماعت والوں سے مخاطب ہو کر کہا آپ لوگ اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاؤ اور ہاتھ لمبے کرو، دونوں ہاتھ کے بیچ جگہ رکھو، دعا مانگنے کا طریقہ یہی ہے۔ مولوی صاحب نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو دکھایا۔ ان کے کہنے کے مطابق جماعت والوں نے ہاتھ اٹھا لیے، مولوی صاحب نے دعا مانگنا شروع کر دیا، تقریباً دس پندرہ منٹ تک مانگتے رہے، اس کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر دوبارہ ہاتھ اٹھا لیے، جماعت والوں نے بھی مولوی صاحب کے ساتھ دوبارہ ہاتھ اٹھائے، دس پندرہ منٹ تک دعا مانگتے رہے، اس کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر دیا اور ظہر کی قضاء کہہ کر تیسری مرتبہ ہاتھ اٹھا لیا، تو دیہات والوں نے کہا مولوی صاحب اب قضاء فاتحہ نہیں پڑھنی ہے، اس کو جانے دو کیوں کہ ہاتھوں میں درد ہونے لگا تھا۔

Scanned by CamScanner

سوچنے لگا کہ فاتحہ تو ہوگئی اب اس کی ناس کیسے ہوگی۔

مولوی نے اپنے مہمانوں سے کہا تم لوگ ذرا اپنے ہاتھ اٹھاؤ ہم اس کے فاتحہ کی ناس نکال دیں گے، لوگوں نے ہاتھ اٹھائے اور مولوی صاحب پڑھنے لگے "**قل اعوذ برب الناس ناس ناسِ اله الناس ناسِ ناسِ**"۔ اس جاہل نے سمجھا کہ واقعی میرے فاتحہ کی ناس نکال دی، بے چارہ بھاگا ہوا گیا کہیں سے ادھار دس روپیہ لایا اور سوا روپیہ اپنے پاس تھا وہ سب ملا کر مولوی صاحب کو سوا گیارہ روپیہ دیدیا۔ مولوی صاحب نے جزاک اللہ کہہ کر پیسے جیب میں ڈال لیے۔ جاہل کھڑا کھڑا دیکھ رہا تھا، مولوی صاحب نے کہا جاؤ، اب کیوں کھڑے ہو؟ اس غریب نے کہا میرے فاتحہ کی ناس واپس لے لو۔ مولوی نے مہمانوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا دیکھا کیسا سمجھدار آدمی ہے کہنے کو تو جاہل ہے مگر سمجھ کتنی اچھی رکھتا ہے، ٹھیک ہے ہم فاتحہ واپس لے لیتے ہیں یہ کہہ کر مہمانوں سے کہا آپ سب صاحبان پھر ہاتھ اٹھائیں اس کے فاتحہ کی ناس واپس لینا ہے، سب نے ہاتھ اٹھا لیے اور مولوی صاحب پڑھنے لگے "**القارعة آآآآ ما القارعة آآآآ**"۔ غریب خوش ہوگیا کہ میرے فاتحہ کی ناس کو مولوی صاحب نے واپس لے لیا۔

فائدہ

یہ واقعہ بھی اہل بدعت و دنیا دار مولویوں کے جاہل عوام سے دین کے نام پر مال ہڑپ کرنے کی ترکیبوں میں سے ایک ہے۔ اللہ بچائے اس حرام خوری سے۔

☆☆☆☆

(۹۵)

﴿قضاء فاتحہ﴾

ایک مولوی صاحب بڑے چالاک اور منطقی آدمی تھے، ایک مدرسہ چلا رہے تھے، جس کے چندے کے لئے ہر سال دیہات اور قصبوں میں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک دیہات میں چندے کی غرض سے گئے، ظہر کی نماز کا وقت آ گیا دیہات والوں نے مولوی صاحب سے نماز کی امامت کرنے کے لئے کہا، مولوی صاحب نے نماز پڑھا دی، فرض نماز سے فراغت کے بعد مختصر دعا پڑھ کر سنتیں پڑھنے لگ گئے، نماز کے بعد جب سب لوگ مسجد سے باہر نکلے تو مولوی صاحب سے کہا مولوی صاحب آپ نے نماز کے بعد فاتحہ کیوں نہیں پڑھی، مولوی صاحب تیز آدمی تھے جواب دیا ارے میں بھول گیا، چلو کوئی بات نہیں عصر کی نماز میں اس کی قضاء کرلیں گے۔

عصر کا وقت آ گیا تو دیہات والوں نے پھر مولوی صاحب کو امامت کیلئے کہا، مولوی صاحب نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے، نماز ختم ہونے کے بعد جماعت والوں سے مخاطب ہو کر کہا آپ لوگ اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاؤ اور ہاتھ لمبے کرو، دونوں ہاتھ کے بیچ جگہ رکھو، دعا مانگنے کا طریقہ یہی ہے۔ مولوی صاحب نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو دکھایا۔ ان کے کہنے کے مطابق جماعت والوں نے ہاتھ اٹھا لیے، مولوی صاحب نے دعا مانگنا شروع کر دیا، تقریباً دس پندرہ منٹ تک مانگتے رہے، اس کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر دوبارہ ہاتھ اٹھا لیے، جماعت والوں نے بھی مولوی صاحب کے ساتھ دوبارہ ہاتھ اٹھائے، دس پندرہ منٹ تک دعا مانگتے رہے، اس کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر دیا اور ظہر کی قضاء کہہ کر تیسری مرتبہ ہاتھ اٹھا لیا، تو دیہات والوں نے کہا مولوی صاحب اب قضاء فاتحہ نہیں پڑھنی ہے، اس کو جانے دو کیوں کہ ہاتھوں میں درد ہونے لگا تھا۔

Scanned by CamScanner

فائدہ

اہل بدعت نے ایک طریقہ یہ بھی ایجاد کر رکھا ہے کہ نمازوں سے فراغت کے بعد اجتماعی طور پر کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ اور درود شریف سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں، حالاں کہ یہ سنت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اس سے بچنا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۹۶)

﴿افیم پر فاتحہ خوانی﴾

بعض شہروں، دیہاتوں اور قصبوں میں غلط مولویوں نے یہ رواج بھی ڈال دیا ہے کہ پہلے کھانے پر مولوی صاحب فاتحہ پڑھ کر مرنے والوں کو بخشتے ہیں، اس کے بعد کھانا کھایا جاتا ہے۔ بعض جگہ اس کا رواج بہت ہے اگر کوئی اس قسم کا فاتحہ سال میں ایک مرتبہ بھی نہیں کرتا تو اس کو وہابی سمجھا جاتا ہے۔

اسمٰعیل نام کا ایک چلتا پھرتا خوش مزاج مذاقی آدمی تھا، حکمت کا کام کرتا تھا میرا دوست تھا، اس کا باپ مرگیا تو اس نے وہاں کے مولوی صاحب سے کہا کہ میرے باپ کے نام کا فاتحہ کرنا ہے اس کو پہونچے گا کہ نہیں؟ مولوی صاحب نے کہا بھائی اسمٰعیل فاتحہ نہ پہنچنے کا عقیدہ تو وہابیوں کا ہے ہم تو سنی ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ فاتحہ پہنچتا ہے۔ اسمٰعیل بھائی نے کہا مولوی صاحب فاتحہ کے لئے کیا پکایا جائے؟ مولوی صاحب نے کہا جو چیز آپ کے والد صاحب کو زیادہ مرغوب رہی ہو وہ پکوا لیجئے۔ انھوں نے مولوی صاحب کو جمعرات کی دعوت دے دی اور چھ سات قسم کے کھانے پکوالیے۔

مولوی صاحب جب فاتحہ پڑھنے کے لئے آئے تو عمدہ دسترخوان بچھا ہوا تھا، اس پر سب کھانے رکھے ہوئے تھے، بیچ میں ایک بہترین پلیٹ میں ایک تولہ حلوے کی شکل کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا، مولوی صاحب جب دسترخوان پر فاتحہ پڑھنے کیلئے بیٹھے تو سب کھانوں پر نظر ڈالی کہ کیا کیا پکایا ہے۔ سب کھانے سمجھ میں آگئے مگر وہ ٹکڑا سمجھ میں نہ آیا تو مولوی صاحب نے اسمٰعیل بھائی سے پوچھا کہ یہ کون سا حلوہ ہے، انھوں نے کہا مولوی صاحب یہ حلوہ نہیں بلکہ افیم ہے، میرے والد صاحب کو افیم بہت پسند تھی اور مرتے وقت چوں کہ ہندوستان آزاد ہو گیا تھا اس وجہ سے افیم نہیں ملی، افیم افیم کرتے مرگئے۔ اس لئے آپ افیم پر فاتحہ پڑھئے اور سب سے پہلے میرے باپ کو افیم پہونچایئے کیوں کہ جنت میں افیم نہیں ہوگی۔

یہ سن کر مولوی صاحب سٹ پٹا گئے، افیم کھائیں تو مولوی صاحب بھی اسمٰعیل بھائی کے باپ کے پاس چلے جائیں، اس لئے افیم کھانے سے انکار کر دیا، اسمٰعیل بھائی نے کہا مولوی صاحب آپ نے ہی تو کہا تھا کہ جو تیرے باپ کو پسند اور محبوب ہو اس کو پکاؤ، اب آپ افیم کیوں نہیں کھاتے؟ آپ لوگ صرف مرغیاں ہی مردوں کو پہونچاتے ہیں، افیم کون پہنچائے گا۔ مولوی صاحب بہت شرمندہ ہوئے اور توبہ کی، اس کے بعد اسمٰعیل بھائی نے اس کو کھلا پلا کر چھوڑ دیا اور کہہ دیا کہ آئندہ ایسی حرکتیں بالکل نہ کریں۔

فائدہ

ایسے ہی اگر چند لوگوں کا علاج کر دیا جائے، تو انشاء اللہ دین کے نام پر دھوکہ اور فریب دے کر بریلی کے نام نہاد مولویوں کا کھانے پینے کا جو دھندہ ہے وہ لوگوں پر کھل جائے اور بدعات و خرافات سے بچ جائیں۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۹۷)

﴿اکبر کے زمانے میں دلی کے کوّوں کی تعداد﴾

ایک بار اکبر بادشاہ نے بیربل سے کہا بیربل، ہماری دہلی میں کوّے کتنے ہوں گے؟ بیربل نے جواب دیا حضور ابھی تو معلوم نہیں ہیں ایک ہفتہ کے بعد گن کر بتاؤں گا۔ ایک ہفتہ ہو جانے کے بعد بادشاہ نے پھر پوچھا بیربل آپ نے کہا تھا کہ کوّوں کی گنتی کر کے ایک ہفتہ کے بعد بتاؤں گا ایک ہفتہ ہو گیا، آپ نے گنتی کر لی کہ نہیں؟ بیربل بے حد سمجھدار تھا اس نے جواب دیا حضور کوّوں کی گنتی کر چکا ہوں انکی کل تعداد دہلی میں پانچ ہزار پانچ سو پچپن ہے۔

دوسرے درباریوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کی تعداد سے کوّے کم نکلے تو؟ بیربل نے جواب دیا ان کوّوں میں سے کوئی باہر گاؤں چلا گیا ہوگا تو کم ہو جائیں گے۔ بعض لوگوں نے کہا: آپ کی گنتی سے زیادہ ہوئے تو؟ بیربل نے جواب دیا دہلی میں مہمان کی حیثیت سے دوسرے شہر اور دیہات سے کوّے آگئے ہوں تو زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ تیسرے آدمی نے کہا آپ نے کوّوں کے بارے میں جو تعداد بتائی ہے اس تعداد سے زیادہ بھی نہیں اور کم بھی نہیں اس کو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ (۵۵۵۵) پانچ ہزار پانچ سو پچپن ہی کوّے ہیں۔ بیربل نے جواب دیا اگر آپ صاحبوں کو یقین نہیں آتا تو بذاتِ خود گن لیجئے۔ بیربل کا یہ جواب سن کر سب درباری ہنس پڑے اور اعتراض کرنے والے خاموش ہو گئے۔ بیربل نے اپنی جھوٹی بات کو بھی صحیح ثابت کر دیا۔

فائدہ

مغل درباروں میں اسی انداز کی ذہنی عیاشیاں چلتی رہتی تھیں، ایک سے ایک

مسخرے، قصہ گو اور لطیفہ باز جمع تھے۔ بادشاہ، شہزادوں اور درباریوں کی دل لگی کے لیے اس طرح کی بے سروپا باتیں کرتے رہتے تھے۔ بالآخر سلطنت ہاتھوں سے چلی گئی۔

☆☆☆☆

(۹۸)

﴿اکبر کے زمانے میں دلی کے اندھوں کی تعداد﴾

ایک دن اکبر بادشاہ نے بیربل سے پوچھا، بیربل ہماری دہلی میں اندھوں کی تعداد کیا ہوگی؟ بیربل نے جواب دیا حضور دہلی میں زیادہ تر اندھے ہیں۔ اکبر نے کہا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ بیربل نے کہا اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم آپ کو اندھوں کی تعداد گن کر بتائیں۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے۔ بیربل نے دو ہفتہ کی مہلت مانگ لی۔ اس کے بعد اس نے ایک دوکان لی اور اس کو خوب سجایا، آنے جانے والے اس سے پوچھتے کہ یہ کیا کر رہے ہو تو بیربل کہتا کہ فلاں تاریخ میں ہم اس دوکان میں ایک انوکھا کام شروع کرنے والے ہیں۔

جب وہ تاریخ آگئی تو بیربل نے اکبر سے کہا کہ حضور آپ کو کل صبح میرے ساتھ رہنا ہوگا تاکہ اندھوں کی تعداد آپ کو معلوم ہو جائے، اکبر نے قبول کر لیا۔ صبح کے وقت بیربل اکبر بادشاہ کو لے کر اسی دوکان پر پہنچا۔ بادشاہ کے لئے ایک مخصوص جگہ بنائی تھی وہاں بٹھا دیا اور بیربل خود سلائی مشین لے کر کپڑے سینے لگا، اب جو کوئی آتا وہ بیربل کو دیکھ کر کہتا بیربل یہ کیا کر رہے ہو۔ بیربل نے آنے جانے والوں کی تعداد گننے کے لئے ایک آدمی بٹھا رکھا تھا، بیربل اس کو اشارہ کر

Scanned by CamScanner

تا کہ لکھ لو یہ اندھا ہے، اسی طرح جو بھی آتا اور پوچھتا کہ بیر بل یہ کیا کر رہے ہو، بیر بل لکھنے والے سے کہتا کہ لکھ لو یہ اندھا ہے، میں کپڑا سی رہا ہوں آنے والے مجھے کپڑا سیتے ہوئے دیکھ بھی رہے ہیں پھر بھی پوچھتے ہیں کہ بیر بل یہ کیا کر رہے ہو، یہ اندھا ہونے کی دلیل نہیں تو کیا ہے۔ دن بھر اسی طرح ہوتا رہا اور شام ہوتے ہوئے پوچھنے والوں کی تعداد ہزاروں ہوگئی۔ اکبر بادشاہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ دیکھنے کے بعد اگر کوئی پوچھتا ہے تو یہ اندھا ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ

بیر بل کی بذلہ سنجی اور نکتہ آفرینی کی مثالوں میں سے یہ بھی ایک مثال ہے۔ جسے غالبا کسی نے گھڑ کر اس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

☆☆☆☆

(۹۹)

اپنی آنکھ کا تنکا نہیں دکھائی دیتا

ایک اونٹ کہیں جا رہا تھا، راستے میں ایک درخت پر ایک طوطا بیٹھا ہوا ملا، اونٹ نے طوطے کی طرف دیکھ کر کہا: اے طوطے پھل کھانے کی تیری چونچ ٹیڑھی ہے۔ طوطا خاموش رہا کچھ نہیں بولا۔

اونٹ آگے چلا تو راستے میں ایک بندر ملا، اونٹ نے بندر سے کہا: اے بندر تیری دم تو بہت ٹیڑھی ہے۔ بندر خاموش رہا، کچھ نہ کہا۔ آگے چلا تو ایک بیل ملا، اونٹ نے بیل سے

مخاطب ہو کر کہا: اے بیل تیرے سینگ تو ٹیڑھے ہیں۔ بیل بھی خاموش رہا۔ اونٹ وہاں سے جب آگے چلا تو باز ملا، اس کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے باز تیرے پیر کے ناخن تو ٹیڑھے ہیں۔ یہ الفاظ سن کر باز خاموش نہ رہا بلکہ جواب میں کہا: اے اونٹ! تو دوسروں پر ٹیڑھے پن کا کیا اعتراض کر رہا ہے، اپنے جسم کی طرف بھی ایک نظر ڈال لیتا۔ دوسروں میں ایک یا دو چیز ٹیڑھی ہوں گی، تیرے جسم کا تو ایک بھی حصہ سیدھا نہیں ہے۔ وہ تجھے نظر نہیں آتے، دوسروں کے ٹیڑھے پن پہ اعتراض کرتا ہے۔ اونٹ نے جب باز کے یہ جواب سنے تو خاموش ہو گیا، اونٹ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

فائدہ

مثل مشہور ہے ''کہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو تجھے نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کی شہتیر نہیں دکھائی دیتی''۔ باز نے بالکل صحیح جواب دیا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے سبق ہے، جو دوسروں پر تنقید کرتے نہیں تھکتے اور اپنے دامن پر نظر نہیں ڈالتے جس میں ہزاروں سیاہ داغ ہوتے ہیں۔ کاش لوگ اپنی برائیوں پر بھی نظر رکھنے لگتے تو اس زمانے کے گندے معاشرہ کی بہت سی برائیاں فقط اسی سے ختم ہو جاتیں۔

بہادر شاہ ظفر نے کیا خوب کہا ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر، رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائی پر جو نظر، تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۰۰)

بیوی اور شوہر کے جھگڑوں کو ختم کرنے کا نسخہ

ایک یہودی تھا اس کا اپنی بیوی سے آئے دن جھگڑا ہوتا رہتا تھا، جھگڑا اس بات کا ہوتا تھا کہ جب کوئی اس کے یہاں مہمان آتا تو عورت مہمانوں کے لئے کھانا پکانے سے انکار کردیتی تھی، شوہر کو بہت تکلیف ہوتی تھی اور مہمانوں کے سامنے بے عزتی ہوتی تھی۔ ایک دن یہودی اپنی بیوی کی شکایت کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہ آپ اس کو سمجھا دیں یا تنبیہ کردیں، یہودی جب حضرت عمر کے مکان کے پاس پہنچا تو مکان سے عورت کے سخت لہجہ کی آواز آرہی تھی کان لگا کر سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ سے سخت لہجہ میں بات کررہی تھی۔ یہ سن کر یہودی سوچنے لگا کہ جس کے پاس شکایت لے کر آیا ہوں اس کو خود ہی اس کی بیوی سخت سست کہہ رہی ہے، ان سے اپنی بیوی کی شکایت کرنا بے سود ہے، یہ سوچ کر واپس چلا گیا۔

ایک دن دوران وعظ حضرت عمر عورتوں کے حقوق کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ مجلس میں وہ یہودی بھی بیٹھا ہوا تھا، اس نے حضرت سے کہا کہ فلاں روز میں اپنی بیوی کی شکایت کرنے آپ کے پاس آیا تھا لیکن آپ کے مکان سے آواز آرہی تھی اور آپ کی بیوی آپ کو سخت سست کہہ رہی تھی، یہ سن کر میں نے اپنی بیوی کی شکایت آپ سے نہیں کی اور خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میری بیوی کے مجھ پر چار احسان ہیں:

(۱) میری بیوی میرے بچوں کی دائی ہے۔ ان کو دودھ پلاتی ہے، پیشاب پاخانہ صاف کرتی ہے اور پرورش کرتی ہے۔

(۲) میری بیوی میری بھٹیارن ہے، میرے لئے اور میرے بچوں کے لئے روزمرہ کا کھانا پکاتی ہے۔

(۳) میری بیوی میری دھوبن ہے، میرے اور میرے بچوں کے کپڑے دھوتی ہے۔

(۴) میری بیوی میرے سامان کی رکھوالی ہے، میرے گھر کی اور گھر کے سب ساز و سامان کی حفاظت کرتی ہے۔

جو عورت میرے اتنے کام کرتی ہو اگر میں اس کی سخت سست باتیں برداشت نہ کروں تو یہ بڑی ناانصافی ہوگی۔

فائدہ

کیا خوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصیحت فرمائی اور عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دی۔ گھریلو جھگڑوں کی بنیاد ہی یہی ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کے کاموں کی قدر نہیں کی جاتی اور اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتی جاتی ہے۔ اگر مرد یہ سوچ لے کہ عورت گھر کے امور انجام دیتی ہے، جو میرے بس میں نہیں ہیں اور عورت یہ سوچ لے کہ مرد باہر کے کاموں کو دیکھتا ہے، محنت مزدوری کر کے پیسے لاتا ہے، میں ان کاموں کو نہیں کرسکتی تھی، تو تمام گھریلو جھگڑے ختم ہوجائیں۔

☆☆☆☆

(۱۰۱)

چھوٹی بڑی لڑکی

ایک رئیس آدمی تھا اس کے ایک ہی لڑکا تھا۔ ماں باپ دونوں اس کی شادی کرنے کی

Scanned by CamScanner

فکر میں تھے،لیکن لڑکے کوکوئی لڑکی پسند ہی نہیں آ رہی تھی اور ماں باپ لڑکے کی مرضی کے خلاف شادی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ماں باپ کسی لڑکی کو پسند کر کے لڑکے کو بتاتے کہ دیکھو بیٹا فلاں لڑکی کو ہم نے پسند کیا ہے، اگر تم راضی ہو تو شادی کر دی جائے۔ لڑکا لڑکی کو دیکھ کر کہتا یہ لڑکی تو ابھی عمر میں بہت چھوٹی ہے کوئی دوسری لڑکی تلاش کیجئے۔

ماں باپ پھر کسی لڑکی کو پسند کر کے اس کی پسند معلوم کرنا چاہتے تو لڑکی دیکھ کر کہتا یہ تو بہت بڑی ہے، کوئی دوسری لڑکی تلاش کیجئے۔ اسی طرح چار پانچ سال گزر گئے۔ ایک دن اس کی ماں نے کہا بیٹا بازار جا کر اوسط درجے کی ایک لوکی لیتے آؤ۔ لڑکا گیا اور سبزی والے کی دوکان پر کھڑا ہو کر لوکیاں دیکھنے لگا، کوئی لوکی پسند ہی نہیں آ رہی تھی، لڑکا دوکان دار سے کہنے لگا یہ لوکیاں تو بہت بڑی ہیں اور یہ بہت چھوٹی ہیں، کوئی اوسط درجے کی لوکی آپ کے پاس نہیں ہے۔

اتفاق سے جس لڑکی کو اس نے چھوٹی سمجھ کر شادی نہیں کی تھی، اسکی شادی ہو گئی تھی اور بچے بھی ہو گئے تھے، وہ لڑکی بھی دوکان پر سبزی لینے آئی تھی اور لڑکے کے پیچھے کھڑی اس کی گفتگو سن رہی تھی، دوکان دار سے کہنے لگی یہ تو چھوٹی بڑی کرتے کرتے ادھیڑ ہو گیا، میرے بچے رو رہے ہیں، مجھے جلدی سے دے دو تا کہ میں جاؤں۔ لڑکے نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہ وہی لڑکی تھی جس کو اس نے چھوٹی سمجھ کر شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

فائدہ

بعض لوگ اپنی دولت یا حسن کے نشے میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ بقیہ تمام لوگ ان کی نظر میں کمتر اور ذلیل ہوتے ہیں جب یہ نشہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے تو پھر معاشرہ انھیں رجکٹ کر دیتا ہے اور معاشرے میں عزت ختم ہو جاتی ہے۔

لڑکی نے اپنے جملے میں لڑکے کی اسی حماقت کو یاد دلایا کہ جنہیں تو چھوٹی بڑی کہہ رہا تھا وہ سب شادی بیاہ کر کے عزت کی زندگی گزار رہی ہیں اور تو آج تک رنڈواں ہی پڑا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ مناسب رشتہ جب مل جائے تو بلا وجہ نقص نہ نکالے بلکہ کر لے۔

☆☆☆☆

(۱۰۲)

خوبصورت بدن گندا گھر

ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اس میں بشیر الدین اور ظہیر الدین نام کے دو لڑکے رہتے تھے، دونوں میں بہت گہری دوستی تھی دونوں نوجوان اور کنوارے تھے، ایک دن دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے، شادی کی بات آ گئی تو بشیر الدین نے کہا اگر عورت ملے تو خوبصورت ملے تا کہ گھر بیٹھے بھی بھلی معلوم ہو اور دل بھی اس کو دیکھ کر خوش ہو۔ ظہیر الدین نے کہا جو عورت زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اس کو کھانا وغیرہ پکانا نہیں آتا اور گھریلو کام کاج میں بھی وہ گندی ہوتی ہے۔ اپنے حسن کو سنوارنے کے علاوہ اسے کسی اور کام کی فکر نہیں رہتی۔ یہ بات سن کر بشیر الدین نے کہا اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ ظہیر الدین نے کہا اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں آتا ہے تو ہم ثبوت دے سکتے ہیں۔

ظہیر الدین نے کہا آپ کو ثبوت چاہئے تو ایک کام کر و وہ یہ کہ ہمارے قصبہ کے کس محلے میں سب سے زیادہ خوبصورت عورت رہتی ہے؟ اس کو تلاش کرو، پھر ہم آپ کو اپنی بات کا ثبوت دیں گے۔ دونوں نے پورے قصبہ کی عورتوں کی جانچ پڑتال کی۔ ایک محلے میں ایک عورت بے حد خوبصورت تھی جب دونوں کو یقین ہو گیا کہ اس عورت سے زیادہ خوبصورت دوسری عورت

ہمارے قصبہ میں نہیں ہے تو ظہیرالدین نے اس خوبصورت عورت کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے بشیرالدین کو ایک ترکیب بتائی کہ اس سے اس کا گندہ پن معلوم ہو جائے گا۔

قصبہ کی عورتیں تالاب یا کنویں پر جب پانی بھرنے جاتی ہیں تو سارے محلے کی عورتیں مل کر جاتی ہیں، تنہا نہیں جاتیں کیوں کہ تالاب یا کنواں قصبہ سے دور ہوتا ہے۔ یہ دونوں جوان تالاب کے کنارے جہاں سے عورتیں پانی بھرتی تھیں جا کر بیٹھ گئے اور اس عورت کا انتظار کرنے لگے جو قصبہ میں سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔ چنانچہ جب وہ عورت اور اس کے ساتھ محلے کی دوسری عورتیں آگئیں تو ظہیرالدین زمین پر تڑپنے لگا اور ایسا تڑپ رہا تھا کہ اب مرا تب مرا اور زور زور سے ہائے وائے کرنے لگا۔ اس کو اس طرح تڑپتا دیکھ کر سب عورتیں جمع ہو گئیں اور اس کے دوست سے پوچھنے لگیں کہ اس کو کیا ہوا؟ بشیرالدین نے جواب دیا کہ اس کو اس قسم کی ایک بیماری ہے اور وہ کبھی کبھی ہوتی ہے تو یہ اسی طرح سے تڑپنے لگتا ہے۔

ان عورتوں نے کہا اس کی بیماری کا آپ لوگ علاج نہیں کراتے؟ بشیرالدین نے کہا اس کی بیماری کا ایک ہی علاج ہے اور وہ معمولی سا علاج ہے اور وہ یہ ہے کہ گھر میں کھانے پینے کے جو برتن ہوتے ہیں اس میں سے کوئی برتن دو تین دن سے بغیر دھلا ہوا پڑا ہو اور اس برتن میں پانی اس کو پلا دیا جائے تو آرام ہو جاتا ہے یہ سن کر سب کی سب عورتیں بولنے لگیں دو دن کا بغیر دھلا برتن آپ کو کہاں ملے گا یہ تو مشکل ہے، یہ سن کر وہ خوبصورت عورت بول اٹھی میرے گھر میں بغیر دھلا ہوا برتن پڑا ہوگا، اس کو میرے گھر لیکر آجاؤ میں تم کو وہ برتن دیدوں گی۔ یہ سن کر ظہیرالدین اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا بس بہن بس، مجھے بالکل آرام ہو گیا۔ یہ کہکر دونوں دوست چل دیے۔

فائدہ

یہ ایک واقعہ ہے جسے ظہیرالدین اور بشیرالدین نے آزمایا، تمام خوبصورت عورتیں ایسی

ہی ہوں، نا ممکن ہے۔ ہاں اکثر کام کاج میں سست ضرور ہوتی ہیں، وہ بیچاری اپنے کو ہی بنانے سنوارنے میں زیادہ وقت لگاتی ہیں اور چوں کہ ہر طرف سے خوبصورت ہونے کی وجہ سے ان کی تعریف ہوتی رہتی ہے اس لیے کام کاج سے غافل رہتی ہیں۔ کسی دل جلے نے ایسی ہی عورتوں کے بارے میں کہا ہے:

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے
قدم تھم تھم کے پڑتے ہیں کمر بل کھا ہی جاتی ہے

☆☆☆☆

(۱۰۳)

﴿اپنے ماضی کو نہیں بھولنا چاہئے﴾

ایک تاجر آدمی تھا وہ اپنی دوکان کا حساب کتاب بذاتِ خود کرتا تھا۔ صبح کو سات بجے سے آٹھ بجے تک لکھنے کا کام کرتا اور نو بجے دوکان پر جاتا۔ ایک روز جب وہ اپنا حساب کتاب لکھ رہا تھا وہاں پر اس کا تین سال کا بچہ آکر بیٹھ گیا، اتفاق سے سامنے والے مکان پر ایک کوّا آکر بیٹھا تو بچے نے پوچھا ابا وہ کیا ہے؟ ابا نے جواب دیا بیٹا کوّا ہے۔ کچھ دیر کے بعد بچے نے پھر پوچھا ابا وہ کیا ہے؟ ابا نے جواب دیا بیٹا کوّا ہے۔ یعنی اسی طرح تقریباً بیس پچیس مرتبہ پوچھا ہوگا اور والد صاحب اس بچے کو جواب دیتے رہے۔

جب اپنا کام کر چکے تو اس بچے کا بار بار کا سوال اور اپنا جواب بھی کتاب میں لکھ لیا۔

دن، تاریخ، مہینہ اورسَن وغیر بھی لکھ لیا۔اس بات کو پچیس تیس سال گزر گئے تو جس بچے نے بار بار کوے کے بارے میں پوچھا تھا وہ جوان ہوگیا اور دوکان کا سارا کام کاج اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ والد صاحب ضعیف ہوچکے تھے۔نظر بھی کم ساتھ دیتی تھی۔ ایک روز وہ لڑکا صبح کو اپنی دوکان کا کام کررہا تھا۔ والد صاحب بھی اس کے پاس بیٹھے تھے۔ اتفاق سے سامنے والے مکان پر ایک کوا آکر بیٹھا تو باپ کو اس لڑکے کی بچپن کی بات یاد آگئی۔

والد نے لڑکے کا امتحان لینے کے لئے ارادۃً پوچھا بیٹا وہ کیا ہے؟ لڑکے نے کہا کوا ہے۔ کچھ دیر کے بعد والد صاحب نے پھر وہی سوال کیا۔ بیٹے نے جھلا کر جواب دیا کہ کوا ہے کوا۔ ایک مرتبہ تو بتا چکا پھر بار بار پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔اس وقت اس کے باپ نے وہ کتاب جس میں اس لڑکے نے بیس پچیس مرتبہ پوچھا تھا اور اس نے ہر مرتبہ پیار سے جواب دیا تھا وہ اس لڑکے کو دکھلائی تو وہ پانی پانی ہوگیا۔

فائدہ

اولاد کے ساتھ ماں باپ کی شفقت اور محبت کا اندازہ لگایا ہی نہیں جا سکتا، اپنی تمام آرزوں اور خواہشوں کو اولاد کی تمناؤں پر قربان کر دیتے ہیں۔مگر یہی اولاد جب جوان ہوکر کھانے کمانے لگتی ہے ادھر ماں باپ کو بوڑھاپا آ پکڑتا ہے اور وہ اولاد کی شفقت وخدمت کے محتاج ہوجاتے ہیں تو پھر یہی اولاد نظروں کو پھیر لیتی ہے اور اپنا ماضی بھول جاتی ہے کہ کس شفقت اور محبت سے انھیں ماں باپ نے مجھے پالا پوسا تھا۔

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کرنے کی قرآن وحدیث میں بہت فضیلت آئی ہے اور ان کے لیے دعائے خیر کرنے کی تاکید کی گئی ہے، ارشاد باری ہے:

وَ قُل رَّبِّ ارحمهما كما ربّيني صغيرًا (بنی اسرائیل:۲۴) [ان کے لیے حق تعالی سے] یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرمایئے جیسا انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پوسا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا وہ دونوں ہی تیری جنت یا دوزخ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت وخدمت جنت میں لے جاتی ہے اور ان کی بے ادبی وناراضگی دوزخ میں۔

☆☆☆☆

(۱۰۴)

کسی کے حسن کی تو ہین اسکی ماں سے مت کرنا

اسے وہ چاند سا ہوگا بھلے ہی سانولا ہوگا

ایک بادشاہ کے اولاد نہیں تھی اس نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کوئی اچھا خوبصورت اور تندرست لڑکا ملے تو اس کو گود لے لیا جائے۔ یہ کام کس کے حوالے کیا جائے کہ وہ شہر میں تحقیق کرکے ہم کو خبر دے۔ دربار میں ایک حبشی بادشاہ کا خاص خدمت گذار تھا اور ہمہ وقت ساتھ رہتا تھا۔لوگوں نے رائے دی کہ اسی حبشی کو یہ کام سونپا جائے کہ وہ شہر میں جانچ پڑتال کرکے آپ کو خبر دے۔لہٰذا حبشی کے سپرد یہ کام کر دیا گیا۔ وہ بادشاہ کے حکم کے مطابق ایک دن ایک محلے اور دوسرے دن دوسرے محلے میں، اسی طرح پورے شہر کے لڑکوں کو دیکھنے لگا۔

جب وہ دوسروں کے لڑکوں کو دیکھ کر اپنے گھر واپس آتا اور اپنے بچے کو دیکھتا تو دوسرے کے بچوں کو بھول جاتا اور اس کے دل میں خیال آتا کہ میرے لڑکے سے زیادہ تو شہر

میں کوئی لڑکا خوبصورت اور تندرست نہیں ہے۔ آخر میں مجبور ہو کر اس نے اپنے ہی لڑکے کو لے جا کر بادشاہ سلامت کے سامنے پیش کر دیا اور کہا حضور اس لڑکے سے زیادہ خوبصورت اور تندرست تو پورے شہر میں کوئی بھی نہیں ہے۔

فائدہ

محبت کی نظر میں محبوب سے زیادہ کوئی حسین نہیں ہوتا، چوں کہ اس حبشی کو اپنے بچے سے بے پناہ محبت تھی، اس لیے اس کی نظر میں اس سے زیادہ کوئی حسین نہیں تھا، خواہ دوسروں کی نظر میں وہ ایک کالا کلوٹا حبشی بچہ رہا ہو۔

☆☆☆☆

(۱۰۵)

﴿مصیبت مجھے نہیں چھوڑتی﴾

ایک آدمی تھا جو پانی میں تیرنا جانتا تھا۔ ہر سال جب برسات کا زمانہ آتا اور ندیوں اور نہروں میں خوب پانی بھر جاتا تو یہ آدمی ندی کے کنارے ہی رہتا۔ کوئی بہتا ہوا سامان نظر آتا تو ندی میں کود پڑتا اور سامان نکال کر اپنے گھر لے جاتا۔

ہر سال اس کا یہی کام تھا۔ ایک مرتبہ اپنی عادت کے مطابق وہ بارش کے موسم میں ندی کے کنارے بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ کوئی چیز نظر آ جائے۔ اتنے میں کالی کالی ایک چیز نظر آئی اور وہ پانی میں کود پڑا، تیرتا ہوا سامان کے پاس پہنچا کالا کمبل سمجھ کر پکڑ لیا، حالاں کہ وہ بھالو تھا۔ جب

اس نے بھالو کو پکڑا تو بھالو نے اس کو پکڑ لیا۔ تا کہ کچھ سہارا مل جائے چوں کہ وہ پانی میں بہہ رہا تھا۔ تیراک نے اس کو چھوڑ کر اپنی جان بچانی چاہی لیکن بھالو اس کو چھوڑ نہیں رہا تھا۔ اس طرح سے دونوں کی دھس مس ہو رہی تھی۔

کنارے پر کھڑے جو لوگ تماشا دیکھ رہے تھے ان کو احساس ہوا کہ بہنے والی چیز شاید زیادہ وزنی ہے۔ اسی وجہ سے تیراک کو کھینچ کر کنارے لانے میں پریشانی ہو رہی ہے۔ یہ سمجھ کر ان لوگوں نے کہا کہ اگر وزن دار چیز ہے اور کنارے نہیں لا سکتے ہو تو اس مصیبت کو چھوڑ دو اور تم کنارے آ جاؤ۔ یہ سن کر اس نے جواب دیا کہ مصیبت کو تو میں چھوڑتا ہوں لیکن مصیبت مجھ کو نہیں چھوڑتی۔

فائدہ

حرص اور لالچ نہ جانے انسان کو کہاں لے جا کر ڈبو دے۔ اسی وجہ سے شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ سمندروں میں غوطہ لگا کر ہیرے جواہرات حاصل کر کے دولت مندوں والی زندگی گزارنے کے مقابلے میں سوکھی روٹی چٹنی پر قناعت کر کے ساحل پر رہ کر عافیت کی زندگی گزارنا، عقلمندوں کے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

☆☆☆☆

(۱۰۶)

﴿زیادہ میزبانوں کا مہمان بھوکا رہتا ہے﴾

ایک بہت بڑے خاندان میں ایک بڑھیا بھی تھی۔ اس کے کھلانے پلانے کا کوئی صحیح

Scanned by CamScanner

طریقہ سے انتظام نہیں تھا۔ گھر والوں کو یہ خیال آتا کہ فلاں نے کھلا دیا ہوگا۔ دوسرے سمجھتے کہ فلاں نے کھلا دیا ہوگا۔ زیادہ میزبانوں کا مہمان بھوکا ہی رہ جاتا ہے۔ اس بڑھیا کا بھی یہی حال تھا، بھوکی رہنے کی وجہ سے دن بہ دن سوکھتی جارہی تھی۔

ایک دن اس کے لڑکے کو کچھ احساس ہوا تو وہ حکیم صاحب کو بلا لایا اور اپنی امی کو دکھایا۔ حکیم صاحب کہنے لگے اس کو کوئی بیماری نہیں۔ اس کو اچھا سے اچھا کھانا وقت پر کھلایا کرو بس، انشاء اللہ بالکل اچھی ہو جائے گی۔ یہ الفاظ سن کر بڑھیا اپنے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ بیٹا ذرا سنو تو سہی یہ حکیم کتنا اچھا آدمی ہے یہ کیا کہتا ہے اس کو ذرا غور سے سنو۔

فائدہ

بستروں پر پڑے ہوئے بوڑھوں اور بوڑھیوں کا تقریباً ہر گھر میں یہی حال ہے، کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ بہت چیخ و پکار مچانے پر کوئی ایک آدمی متوجہ ہوتا ہے، تو کسی ضرورت کی تکمیل ہو پاتی ہے۔ کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ آج کے یہ بوڑھے بوڑھی کل اس گھر کے مالک رہے ہوں گے اور آج بھی کسی کے ماں باپ ہوں گے تو کسی کے دادا دادی۔ واضح رہے کہ مثل مشہور ہے:

جیسی کرنی ویسی بھرنی نہ جانے کر کے دیکھ ☆ جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے نہ مانے مر کے دیکھ

جو لوگ آج اپنے والدین اور دادا دادی کی خدمت کریں گے ثواب کے ساتھ ساتھ دنیوی فائدہ یہ ہوگا کہ کل ان کی اولاد بھی ان کی خدمت کرے گی، اور اگر ستائیں گے، ٹھیک سے دیکھ ریکھ نہیں کریں گے تو گناہ کے علاوہ یہ بھی ہوگا کہ کل ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ یہی معاملہ کرے گی۔

(۱۰۷)

زن مریدوں کی کمی نہیں غالب

بڑھیا کے لڑکے کی شادی ہو گئی تھی۔ ایک روز لڑکا دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا اس کی ماں کھلا رہی تھی۔ لڑکے کو سالن میں لذت محسوس نہیں ہوئی تو کھاتے کھاتے امی سے کہنے لگا کیسا سالن پکایا ہے اس میں تو کسی قسم کی کوئی لذت ہی نہیں۔ تو ماں نے جواب میں کہا بیٹا میں نے نہیں پکایا تیری بیوی نے پکایا ہے۔ یہ الفاظ سنتے ہی لڑکا کہنے لگا واہ کتنا اچھا سالن ہے میں سوچ میں پڑ گیا تھا کہ اس قدر لذت کہاں سے آگئی۔ بات یہ تھی کہ اب پکانے کی نسبت بیوی کی طرف ہوگئی تھی۔

فائدہ

اسی کو کہتے ہیں بدقسمتی کہ ایک کام کو جب سمجھا کہ ماں نے کیا ہے تو اعتراض کر بیٹھا وہ ماں کہ جس کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور جس نے پالا پوسا تھا اور جب معلوم ہوا کہ بیوی نے کیا ہے تو تعریف کے پل باندھ دیئے۔

زن مریدوں کی کمی نہیں غالب ☆ ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں

☆☆☆☆

(۱۰۸)

بیٹی کی دینی تربیت کے بدلے جنت

ایک مالدار آدمی کے ایک لڑکی تھی اور وہ لڑکی الحمد للہ بہت ہی پرہیزگار، نیک اور تقو

Scanned by CamScanner

والی تھی۔شادی کے بعد اپنے سسرال چلی گئی۔اتفاق سے اس کا باپ بیمار ہو گیا اور اس کو خط لکھا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں آ کر ملاقات کرلو۔لڑکی دور رہتی تھی جب اس کو خط ملا اس وقت اتفاق سے خاوند گھر پر نہیں تھا۔ والد صاحب کو خط سے جواب دیا کہ میرے شوہر گھر پر نہیں ہیں اس وجہ سے میں بغیر اجازت نہیں آسکتی۔ یہ خط جب والد کو ملا تو اس نے دوسرا خط لکھا اور پھر اپنے مرض کی اطلاع دی آنا ہے تو آجاؤ ورنہ اب ملاقات ہونا مشکل ہے۔ بیماری دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔

یہ خط جب اس لڑکی ملا تو اس نے پھر وہی جواب دیا۔لیکن لڑکی کا خط پہنچنے سے پہلے ہی والد کا انتقال ہو چکا تھا۔

گھر والوں نے تیسرے خط کے ذریعہ والد کے انتقال کی خبر دی، جب انتقال کی خبر کا خط ملا تو "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر مغفرت کے لئے دعا کی۔ کچھ دن بعد خاوند گھر واپس آیا تو یہ اداس اور غمگین بیٹھی تھی۔خاوند نے پوچھا بھلی بیوی کیا بات ہے؟ آپ اداس کیوں ہیں؟ کہنے لگی میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔اس نے کہا تم پھر وہاں کیوں نہیں گئی۔ بیوی نے کہا آپ تھے نہیں اس وجہ سے نہیں گئی۔ خاوند نے کہا اگر میں نہیں تھا تو کیا ہوا ایسے کاموں میں آپ کو منع تو نہیں کرتا۔ بیوی نے کہا بھلے آپ منع نہ کرتے لیکن بغیر اجازت جانا شریعت کا حکم تو نہیں تھا۔یہ تھی اس نیک عورت کی پرہیز گاری۔

آج کی عورتوں کا حال یہ ہے کہ مرد گھر کے اگلے دروازے سے نکلے تو عورت گھر کے پچھلے دروازے سے نکلے۔ بہر حال پھر دونوں میاں بیوی گئے کچھ دن رہے اور فاتحہ وغیرہ پڑھ کے چلے آئے۔ کچھ دن کے بعد لڑکی نے خواب دیکھا کہ اس کے والد صاحب جنت کی نعمتوں سے بن ٹھن کر دولہے کی طرح آرہے ہیں۔صاحبزادی نے پوچھا آپ کو یہ مقام کیسے ملا؟ والد نے جواب دیا۔بیٹا آپ کی پرہیز گاری کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔اگر تم مجھے

دیکھنے کے لئے بغیر اجازت آتی تو مجھے یہ نعمتیں نہیں ملتیں۔آپ نے اپنے خاوند کی پیروی کی اور شریعت کی اتباع کی ،اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے میری خطاؤں کو معاف کر دیا اور اپنی رحمت سے نواز دیا۔

فائدہ

بچیوں کو دینی تعلیم دلانے اور ان کی اچھی تربیت کرنے کی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔جیسا کہ یہ واقعہ شاہد ہے کہ باپ کو اس کے بدلے میں جنت ملی۔

اسلام میں عورتوں پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ شوہروں کی اطاعت کریں (اِلّا یہ کہ وہ خلاف شریعت امور کا حکم دیں) ان کی خدمت اور ان کے گھر کی دیکھ ریکھ کریں، بلا اجازت کہیں نہ آئیں اور نہ کہیں جائیں۔

☆☆☆☆

(۱۰۹)

﴿پھولوں کے سیج پر سونے کی سزا﴾

ایک بادشاہ پھولوں کے بستر پر سویا کرتا تھا۔اس بستر کو روزانہ ٹھیک ٹھاک کرنے کیلئے ایک لونڈی کو مقرر کیا تھا۔ایک دن لونڈی کو یہ خیال آیا کہ اس بستر پر سونے سے کیا لطف آتا ہوگا،اس کو آج میں خود سو کر دیکھ لوں۔قبل اس کے کہ بادشاہ آئے اٹھ جاؤں گی اور بستر کو ٹھیک ٹھاک کردوں گی، یہ سوچ کر وہ سو گئی۔اتفاق کہ جب بادشاہ سلامت سونے کیلئے آئے تو

Scanned by CamScanner

کیا دیکھتے ہیں کہ بستر پر لونڈی سوئی ہوئی ہے۔ بیچاری کی نیند ہی نہیں کھلی۔ بادشاہ کو غصہ آگیا اور ہنٹر اٹھا کر چار پانچ اس لونڈی کو رسید کیئے، لونڈی رونے لگی۔ روتے روتے اس کے ذہن میں ایک بات آئی اس پر ہنسنے لگی اور ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئی۔ بادشاہ کو بہت تعجب ہوا کہ رونا تو سمجھ میں آتا ہے کہ مار پڑنے سے روئی۔ لیکن اس کا ہنسنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بادشاہ نے لونڈی سے پوچھا کہ روئی کیوں اور ہنسی کیوں؟ وہ ہم کو سمجھاؤ۔ لونڈی نے کہا رونا تو مار کی وجہ سے مجھے آیا اور ہنسی اس بات پر آئی کہ اس پھولوں کے بستر پر تھوڑی دیر سونے سے اس قدر ہنٹروں کی بارش ہوئی، تو زندگی بھر سونے والے پر خدا کے یہاں کتنی مار پڑیگی۔ یہ الفاظ سنتے ہی بادشاہ کا دماغ چکرا گیا۔ اس لونڈی کی نصیحت سے اس کے دل پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ اس نے حکومت چھوڑ دی اور جنگل میں جا کر ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا کر اسی میں اللہ کی عبادت کرنے لگا۔ اپنی پوری زندگی اسی جنگل میں اللہ کی عبادت کرتے گزار دی اور ولی صفت ہو کر دنیا سے انتقال کیا۔

فائدہ

کیا خوب موقعہ سے اس لونڈی نے نصیحت کی اور کس قدر سلیم الطبع بادشاہ تھا، اس نصیحت نے اس کے دل کی دنیا ہی بدل دی اور خشیت الٰہی سے جنگل کی راہ لے لی۔ اسے کہتے ہیں توفیق الٰہی۔

☆☆☆☆

(۱۱۰)

﴿جیسے تم ویسے ہم﴾

ایک آدمی سخت مزاج کا تھا، گھر والوں کو بلاوجہ پریشان کرتا تھا اور جب کوئی مہمان گھر پہ آجاتا تو اتنے اچھے اخلاق سے پیش آتا کہ سب گھر والوں کے دل ودماغ باغ باغ ہوجاتے، جب مہمان چلا جاتا تو پھر وہی حرکت۔ ایک روز اس کی بیوی نے کہا کہ جب مہمان گھر پہ آجاتے ہیں تو آپ کتنے اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں لیکن جب وہ چلے جاتے ہیں تو آپ پھر وہی بد اخلاقی دکھاتے ہیں، اگر آپ ہمیشہ کے لئے اچھے اخلاق سے پیش آیا کریں، تو اس میں کیا حرج ہے؟ جواب میں مرد نے بیوی سے کہا تیرا بھی تو یہی حال ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو اچھے نئے برتنوں میں عمدہ کھانا دیتی ہے اور جب مہمان چلے جاتے ہیں تو وہی پرانے ٹوٹے پھوٹے برتنوں میں روزانہ کی دال روٹی کھلاتی ہے۔ اگر آپ ہمیشہ اچھے اور نئے برتنوں میں عمدہ کھانا دیا کریں تو آپ کو کیا حرج ہے؟ اپنے خاوند کے یہ الفاظ سن کر بیوی شرما گئی۔

فائدہ

شوہر کے دل کو اگر جیتنا ہے تو پھر عورت کو چاہیے کہ اس کے مزاج اور طبیعت کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے، گھر کو اس کے مزاج کے مطابق صاف ستھرا رکھے اور کھانے پینے کی چیزوں کو اس کی پسند کے مطابق بنائے، تب تو گھر جنت بنا رہے گا، ورنہ میاں بیوی کے درمیانی انتشار کو کوئی ختم نہیں کرسکتا۔

واضح رہے کہ عورت کی زیب وزینت شوہر کے لیے ہے نہ کہ غیروں کے لیے لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ عام دنوں میں تو وہ گھر میں میلی کچیلی پڑی رہتی ہیں اور جس دن کسی مہمان کی آمد ہو یا کہیں با

Scanned by CamScanner

ہر جاناہو تو انتہائی سج دھج کر جاتی ہیں گویا غیروں کے لیے زیب و زینت کرتی ہیں جو غلط ہے۔

☆☆☆☆

(۱۱۱)

﴿غم نے بوڑھا کر دیا﴾

دو سگے بھائی تھے، دونوں کی عمر میں پانچ سال کا فرق تھا۔ بڑے بھائی کی داڑھی بالکل کالی تھی اور چھوٹے بھائی کی داڑھی بالکل سفید ہو چکی تھی۔ کسی نے چھوٹے بھائی سے پوچھا کہ آپ کے بڑے بھائی کی داڑھی تو کالی ہے۔ اور آپ کی داڑھی بالکل سفید، اس کی کیا وجہ ہے؟ چھوٹے بھائی نے جواب دیا: میرے بھائی کی بیوی بہت ہی با اخلاق اور خوش مزاج ہے۔ سال بھر میں ایک مرتبہ بھی ان کے گھر میں جھگڑا نہیں ہوتا اس وجہ سے ان کی تندرستی بہت ہی اچھی ہے اور میری بیوی بہت ہی بد اخلاق ہے۔ سال کے بارہ مہینے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، اس وجہ سے میری تندرستی ختم ہوگئی اور بال بھی سفید ہو گئے ہیں۔

فائدہ

مثل مشہور ہے کہ غم بوڑھا کر دیتا ہے۔ ماقبل کے لطیفے میں مذکور ہوا کہ اگر بیوی نیک اور با اخلاق ہو تو گھر جنت بنا رہتا ہے اور اگر بد اخلاق و بدکردار ہو تو وہ گھر مصیبت کا گھر ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اسی کی ایک مثال ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے گھروں میں نیک اور صالح عورتیں ہیں۔

(۱۱۲)

﴿میرے لئے تو آپ ہی بندر ہیں﴾

ایک گاؤں میں میاں بیوی رہتے تھے میاں اچھا خاصا پڑھا لکھا تھا اور بیوی ناقص العقل۔ لیکن میاں صاحب اس کے باوجود نبھا رہے تھے۔ وہ عورت اپنی بے عقلی پر خوش رہتی تھی۔ میاں مذاقیہ مزاج تھے اس لئے بیوی کی بے عقلی کو مذاق سمجھ کر برداشت کر لیا کرتے تھے۔ اتفاق سے میاں پردیس چلے گئے اور تین سال کے بعد جب واپس گھر آئے تو گھر میں خوشی کی لہر آگئی۔ رات کو دونوں تنہائی میں بیٹھے ہوئے اپنی اپنی داستاں سنا رہے تھے، باتوں باتوں میں میاں نے بیوی سے کہا کہ میں جب واپس آرہا تھا تو ایک جگہ بندر بک رہے تھے۔ ان بندروں میں سے ایک بندر مجھے بہت پسند آیا، سوچا آپ کا دل بہلانے کیلئے لیتا چلوں، لیکن جتنے پیسے کا میرا ٹکٹ تھا اتنے ہی کا اس کا بھی، اس وجہ سے میں اس کو نہیں لا سکا۔

میاں کی بات سن کر بیوی بولنے لگی کہ میاں آپ خود ہی بندر جیسے ہیں مجھے دوسرے بندر کی کیا ضرورت؟ یہ الفاظ اچھے سمجھ کر وہ اپنے خاوند سے کہہ رہی تھی۔ لیکن کتنے احمقانہ الفاظ ہیں۔

فائدہ

یہ واقعہ بھی بد سلیقہ پھوہڑ اور غیر تعلیم یافتہ عورتوں میں سے ایک کا ہے۔ جس بیچاری کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ شوہر کو بندر سے تشبیہ دینا کسی بھی صورت میں اس کے لیے صحیح نہ تھا۔ اگر شوہر کو اس بات پر غصہ آجاتا تو شاید طلاق تک کی نوبت آجاتی۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۱۳)

﴿تو رنڈوا نہ ہو بھلے ہی میں بیوہ ہو جاؤں﴾

دو میاں بیوی تھے ایک روز میاں نے رات میں خواب دیکھا کہ بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ صبح جب آنکھ کھلی تو زور زور سے رونے لگا، بیوی میاں کو اس قدر روتا ہوا دیکھ کر بے چین ہو گئی اور گھبرا کر پوچھنے لگی۔ ارے جی اسقدر کیوں روتے ہو؟ کیا بات ہے؟ میاں روتے روتے کہنے لگے۔ میں نے آج رات میں خواب دیکھا کہ تو مر گئی ہے اور میں رنڈوا ہو گیا ہوں۔ خواب سن کر بیوی تسلی دینے لگی کہ اللہ تجھے رنڈوا نہ کرے میں بھلے ہی بیوہ ہو جاؤں۔ یہ الفاظ عورت اپنی سمجھ کے مطابق اچھے بول رہی تھی۔

فائدہ

اسی لیے عورتوں کو تعلیم دینے کی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے تاکہ حماقت اور جہالت دور ہو جائے اور کم سے کم کیا بول رہی ہیں اسے سمجھ تو سکیں۔ اب یہ بیچاری اپنی سمجھ کے اعتبار سے بالکل صحیح بول رہی تھی۔ لیکن بظاہر وہ یہ کہہ رہی تھی کہ تو مرے میں کیوں مروں۔

☆☆☆☆

(۱۱۴)

﴿دوستی ختم کرانے والی عورت﴾

ایک بادشاہ کے ایک ہی لڑکا تھا۔ جب وہ جوان ہو گیا تو اس کے بہت سے دوست

ہو گئے۔ ان دوستوں میں سے ایک خاص دوست تھا جو بادشاہ کو پسند نہیں تھا۔ بادشاہ نے شہزادے سے بار بار کہا کہ فلاں آدمی کی دوستی چھوڑ دو، لیکن شہزادہ باپ کی بات مانتا نہیں تھا۔ اس کو فکر ہونے لگی کہ ان دونوں کی دوستی کیسے ختم کی جائے، کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بادشاہ نے اپنے مخصوص متعلقین سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا لڑکا فلاں آدمی کی دوستی چھوڑ دے لیکن مانتا نہیں ہے، آپ صاحبان میں سے جو کوئی اس کی دوستی توڑوا دے گا، میں اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ یہ انعام والی بات درباریوں کی زبان سے اپنے اپنے گھر والوں میں پہنچی اور عورتوں میں بھی اس کا چرچا ہونے لگا۔

ایک عورت نے کہا میں ان دونوں کی دوستی توڑوا دوں گی۔ عورت نے درباریوں سے کہا کہ شہزادہ جب شکار کھیلنے جائے تو مجھے بتلا دینا۔ جب وہ شکار کھیلنے چلا تو عورت سے بتلا دیا گیا کہ آج شہزادہ شکار کھیلنے جا رہا ہے۔ شکار کے لئے ایک جنگل خاص تھا اسی میں وہ اور اس کا دوست دونوں شکار کھیلنے جاتے تھے۔ وہ عورت لکڑیاں جمع کر کے اسی جنگل کے راستے میں بیٹھ گئی بظاہر اس انتظار میں کہ کوئی آدمی آئے تو اس سے کہوں کہ لکڑیوں کا یہ گٹھر میرے سر پر رکھدو۔ کچھ دیر کے بعد شہزادہ اور اس کا دوست دونوں گھوڑے پر سوار اسی راستے سے گھر واپس جانے لگے۔

عورت نے عاجزانہ لہجے میں کہا: شہزادے آپ کو اللہ سلامت رکھے، میں غریب عورت ہوں، لکڑیاں بیچ کر اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہوں، آپ اپنے دوست سے کہدو کہ لکڑیوں کا یہ گٹھر سر پر اٹھا کر رکھنے میں میری مدد کر دے۔ یہ بات سن کر شہزادے نے دوست کو اشارہ کیا کہ عورت کے سر پر لکڑیوں کا گٹھر رکھدو۔ شہزادے کا اشارہ پاتے ہی وہ گھوڑے سے اترا اور گٹھر عورت کے سر پر رکھدیا۔ جب وہ گٹھر سر پر رکھ کر واپس ہونے لگا تو عورت اس کو روک کر بظاہر اسکے کان میں کچھ کہنے لگی۔ وہ اس کے کان کے پاس ہونٹ اور زبان چلا رہی تھی، لیکن

Scanned by CamScanner

کچھ بول نہیں رہی تھی۔ بعد میں تھوڑا سا مسکرادیا اور گٹھر لیکر چلتی ہوگئی۔ شہزادے کا دوست بھی عورت کی اس حرکت پر ہنس پڑا۔ شہزادے کی نظر ان دونوں پر تھی۔ جب دوست واپس آیا تو شہزادے نے پوچھا عورت آپ کے کان میں کیا کہہ رہی تھی؟ دوست نے کہا کچھ بھی نہیں کہا، مجھے تو وہ عورت پاگل معلوم ہوتی ہے۔ شہزادے نے کہا مجھ سے بات مت چھپاؤ میں تم دونوں کو دیکھ رہا تھا، عورت آپکے کان میں دیر تک کچھ کہتی رہی بعد میں مسکرا کر چلدی اس کے مسکرانے پر تم بھی مسکرائے۔ اب کہتے ہو کہ کچھ بھی نہیں کہا، ہم سے بات چھپاتے ہو شہزادے کی بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس وجہ سے شہزادہ اپنے دوست سے ناراض ہوگیا اور دونوں کی دوستی ٹوٹ گئی۔ عورت کو ان کی دوستی تڑوانے کے بدلے میں ایک ہزار روپے بطور انعام بادشاہ کی طرف سے دیئے گئے۔

فائدہ

بہت سے لوگ اس فن میں ماہر ہوتے ہیں کہ دوستوں میں خلیج پیدا کردیں۔ بعض لوگوں کا تو کام ہی لگائی بجھائی کرتے رہنا ہوتا ہے۔ جسے کسی بھی صورت میں اچھی عادت نہیں کہا جاسکتا ہے، انہیں فسادی کہا جاتا ہے اور معاشرہ میں انتہائی گندے سمجھے جاتے ہیں۔ اس عورت نے بھی یہی کام کیا کہ دونوں کے درمیان بدگمانی پیدا کردی، جو بڑھتے بڑھتے اس نتیجہ پر پہنچی کہ دونوں کے تعلقات ہی ختم ہوگئے۔

☆☆☆☆

(۱۱۵)

وہ نہیں تو وہ ہے

ایک بادشاہ اپنے شہر میں سادے کپڑے پہن کر رات میں گشت لگایا کرتا تھا اور چوروں کو پکڑ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو دو بجے ایک گلی سے جا رہا تھا کہ مکان میں سے ایک عورت کی آواز آئی کہ وہ جا رہا ہے، دوسری آواز آئی کہ وہ نہیں ہے، تیسری آواز آئی کہ وہی تو ہے۔ بادشاہ کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا کہ ان عورتوں نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ اس نے اس مکان اور گلی کا نام وغیرہ لکھ لیا اور صبح داروغہ کو حکم دیا کہ فلاں جگہ فلاں مکان میں رات دو بجے تین عورتیں باتیں کررہی تھیں ان کو پکڑ کر لے آؤ۔ داروغہ گیا اور ان تینوں عورتوں کو لے آیا۔ بادشاہ ان کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا تم رات کو جو باتیں کررہی تھیں وہ کیا تھیں؟

بادشاہ کی بات سن کر عورتوں میں ایک عورت بولی: وہی تو ہے۔ دوسری نے کہا وہ ہوتے تو وہ ہوتے۔ تیسری نے کہا ارے وہ نہیں تو وہ تو ہے۔ یہ بات بھی انتہائی پیچیدہ تھی، بادشاہ کی سمجھ میں نہیں آئی تو بادشاہ نے کہا تم عورتیں صاف صاف بات کرکے ہم کو سمجھاؤ کہ رات والی بات کیا تھی، ورنہ ہم سختی کے ساتھ پیش آئیں گے۔

عورتوں نے کہا رات کو ہم تینوں سہیلیاں کپڑا سی رہی تھیں اور چراغ جل رہا تھا۔ اتفاق سے چراغ میں روشنی کم ہونے لگی تو میں نے سہیلیوں سے کہا وہ جا رہا ہے، یعنی چراغ بجھ رہا ہے، تو دوسری سہیلی نے کہا: وہ نہیں ہے، یعنی اس میں تیل نہیں ہے، اس وجہ سے بجھ رہا ہے۔ تیسری سہیلی نے کہا، وہ تو ہے یعنی تیل تو چراغ میں ہے، پھر کیوں بجھ رہا ہے۔ یہ ہماری رات کی باتیں تھیں۔

بادشاہ نے کہا اس وقت میرے سامنے تم لوگوں نے جو باتیں کہیں اس کا کیا مطلب

ہے؟ یہ بھی بتادو۔ عورتوں نے جواب دیا کہ آپ ہم کو معافی نامہ لکھ دیں تو یہ باتیں ہم آپ کو بتلا دیں گے۔ بادشاہ نے معافی نامہ لکھ دیا۔ تو ایک عورت بولی کہ میں نے کہا: وہی تو ہے، یعنی یہ بادشاہ نہیں بلکہ ''بیل ہے بیل''، ہم جیسی عورتوں کی باتوں تک کو تو سمجھتا نہیں اور بادشاہی کر رہا ہے۔ اس پر سہیلی نے میری مخالفت کی اور کہا کہ وہ ہوتے تو وہ ہوتے، یعنی بیل ہوتے تو سینگ ہوتے۔ جب سینگ نہیں تو بیل کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کی بات کو دوسری سہیلی نے رد کر دیا اور میری تائید میں کہا کہ ارے وہ نہیں تو وہ تو ہے، یعنی بیل نہیں تو گدھا تو ہے، گدھے کے سینگ کہاں ہوتے ہیں۔ ان عورتوں کی یہ باتیں سن کر بادشاہ حیران رہ گیا۔

فائدہ

پہیلیوں کو سمجھنا اور معمہ حل کرنا خود ایک معمہ ہے، سب کے بس کی بات نہیں ہے۔ جو بات واضح نہ ہو وہ بھی پہیلی ہی جیسی ہے، بادشاہ بیچارہ کہاں سمجھ جاتا۔

☆☆☆☆

(۱۱۶)

دیسی گھی کا حلوا اور موسل

ایک چودھری صاحب بہت مہمان نواز تھے۔ کوئی راہ گیران کے گاؤں سے گزرتا تو بغیر کھلائے جانے نہیں دیتا تھا۔ ایک دن اپنی بیوی سے کہنے لگا مجھے بہت عزت ملی ہے، بیوی نے کہا تم کو جو عزت ملی ہے اس میں میرا آدھا حصہ ہے۔ چودھری نے کہا واہ کماویں ہم، کھلاویں ہم

تمہارا آدھا حصہ کیسے ہوگیا۔ تم گھر میں بیٹھے بیٹھے صرف چولہا پھونکتی ہو۔

بیوی نے کہا اگر ہمارا حصہ نہیں رکھو گے تو تم کو جو عزت ملی ہے وہ سب کی سب پانی میں بہہ جائیگی۔ چودھری نے کہا تم اتنا پاور رکھتی ہو کہ اگر تمہارا حصہ نہیں رکھا گیا تو ہم کو ذلیل کردوگی؟ بیوی نے کہا بالکل۔ چودھری نے کہا اچھا تم اپنا حصہ نکال لو اور ہم کو ذلیل ورسوا کر دو، دیکھیں تم کیسے رسوا کرتی ہو۔ بیوی نے کہا چودھری جی رہنے دو ہم کو مت چھیڑو جیسا چلتا ہے اسی طریقے سے چلنے دو، خواہ مخواہ کیوں ذلیل ورسوا ہوتے ہو۔ چودھری نے کہا میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ کو کس طرح اور کیسے رسوا کرتی ہو۔ بیوی نے کہا کر کے بتائیں، چودھری نے کہا ''ہاں'' کر کے بتاؤ دونوں کی بات ختم ہوگئی۔ بیوی اس تاک میں رہی کہ موقع ملے تو چودھری کو مزہ چکھاؤں۔ چودھری کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اچھے برے سبھی لوگ آتے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک عمر رسیدہ سادھو گرو جی کی حیثیت سے مہمان بن کر چودھری کے گھر آ گیا۔ شام کو آیا تھا صبح میں چودھری جی نے اپنی بیوی سے کہا گرو جی کے لئے اصلی دیسی گھی کا حلوا بناؤ، میں کھیت ہو کر آتا ہوں، یہ کہہ کر چودھری جی چلے گئے۔ بیوی صاحبہ چودھری کے حکم کے مطابق اصلی گھی میں گرو جی کیلئے حلوا بنانے لگی حلوا بنا رہی تھی اور پھوٹ پھوٹ کے رو رہی تھی، گرو بغل والے کمرے میں تھے، رونے کی آواز سن کر باہر آ گئے اور عورت سے کہا بیٹا رونے کی کیا وجہ ہے؟ عورت نے کہا گرو جی میں تو آپ کی حالت پر رو رہی ہوں، گرو جی نے تعجب سے کہا میرے حال پر رونے کی کیا وجہ ہے؟ عورت کہنے لگی ہمارے چودھری کا دماغ خراب ہوگیا ہے، جو کوئی مہمان آتا ہے اس کو اصلی گھی کا حلوا کھلا کر موسل سے مارتے ہیں۔ آپ تو ضعیف العمر ہو، ایک ہی موسل میں مر جاؤ گے۔ عورت کی یہ بات سن کر گرو جی کو بہت تعجب ہوا اور کہنے لگا مجھے حلوا نہیں کھانا میں تو جا رہا ہوں۔ عورت نے کہا آپ جلدی چلے جاؤ اگر چودھری جی آ گئے تو آپ کو جا

Scanned by CamScanner

نے نہیں دیں گے۔ گرو جی اپنا تھیلا اٹھا کر چلد یئے۔

کچھ دیر کے بعد چودھری جی واپس آئے تو گرو جی نہیں تھے۔ چودھری نے بیوی سے پوچھا گرو جی کہاں گئے، بیوی نے کہا گرو جی تو بڑے ضدی آدمی تھے۔ مجھے کہنے لگے یہ موسل دھان کوٹنے والا مجھے دیدو، میں نے نہیں دیا تو وہ غصہ ہو کر بغیر حلوا کھائے چلے گئے۔ چودھری جی اپنی بیوی پر بہت غصہ ہوئے اور کہنے لگے ایک موسل ہی تو مانگا تھا گرو جی نے اور تم نے اس کو دیا نہیں۔ بیوی نے کہا میں نے گرو جی کو بہت سمجھایا کہ چودھری بہت ہی سخی آدمی ہیں، ان کو آنے دو، وہ آپ کو موسل دیدیں گے۔ چودھری نے کہا تم کس قدر غلط عورت ہو کہ موسل جیسی معمولی چیز گرو جی کو نہیں دی۔ عورت نے کہا میں موسل کی مالک تو تھی نہیں کہ اپنی طرف سے دے دوں، میں تو ایک چولہا پھونکنے والی عورت ہوں، مجھے اختیار ہی کیا ہے کہ بغیر آپ کی اجازت کے کوئی چیز کسی کو دیدوں۔ آپ بلاوجہ ہم پر غصہ ہوتے ہیں۔ ابھی تو گرو جی راستے میں ہی ہوں گے آپ موسل لے کر ذرا تیز قدموں سے چل کر گرو جی کو دے آؤ، جاؤ جلدی جاؤ، یہ بات چودھری کی سمجھ میں آگئی۔

موسل کندھے پر رکھا اور جلدی جلدی چلنے لگے، کچھ دور گئے تھے کہ دور سے گرو جی پہ نظر پڑی، چودھری نے زور سے آواز دی: گرو جی یہ موسل لیتے جاؤ، گرو جی کو آواز سنائی دی تو اس نے مڑ کر دیکھا چودھری موسل لئے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ گرو جی نے کہا: میں نے حلوا نہیں کھایا۔ گرو جی کو یہ احساس ہوا کہ حلوا تو کھایا نہیں پھر بھی یہ چودھری موسل لیکر مارنے آرہا ہے۔ اب چودھری کہتا: موسل لیتے جاؤ۔ گرو جی کہتے: میں نے حلوا نہیں کھایا۔ یہ کہہ کر گرو جی ڈر کے مارے بھاگنے لگے۔ کچھ دور تک تو چودھری بھی ان کے پیچھے پیچھے دوڑے لیکن گرو جی مارے ڈر کے بہت تیزی سے بھاگ رہے تھے، چودھری مایوس ہو کر گھر چلے آئے۔

گرو جی بھاگتے بھاگتے دوسرے قصبے میں پہنچے۔ چوراہے پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچ کر گر پڑے، دوڑنے کی وجہ سے سانس بھی پھول گئی تھی، اس طرح سے ایک ضعیف گرو جی کے چوراہے پر گرنے سے بہت لوگ جمع ہوگئے اور پوچھنے لگے گرو جی کیا بات ہے؟ کچھ دیر تک گرو جی مارے گھبراہٹ کے کچھ بول ہی نہیں سکے۔ جب کچھ اطمینان ہوا تو کہنے لگے فلاں گاؤں میں فلاں چودھری بڑا خطرناک ہے، مہمانوں کو اصلی گھی کا حلوا کھلا کر موسل سے مارتا ہے۔ اس کی عورت بہت ہی بھلی اور نیک ہے اس نے مجھے کہہ دیا تم جلدی یہاں سے چلے جاؤ ورنہ چودھری موسل سے دھونائی کریں گے۔ اتفاق سے چودھری کھیتوں کو دیکھنے گیا تھا اس وجہ سے مجھے بھاگنے کا موقع مل گیا، ورنہ مجھے بھاگنے بھی نہیں دیتا ہم حلوا کھائے بغیر اس کے گھر سے چل دیئے، پھر بھی وہ موسل لے کر مارنے کے لئے میرے پیچھے آرہا تھا۔ آتے دیکھ کر میں بھاگ پڑا اور بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا۔ گرو جی ہر گاؤں، دیہات اور قصبوں میں یہی بات کہتے پھرتے تھے۔ چودھری کی برائی کرتے تھے اور اس کی بیوی کی تعریف۔

فائدہ

ظاہر ہے کہ اگر بیوی، بچے ہی کسی کی بدنامی کے پیچھے پڑ جائیں تو اسے کون نیک نام کر سکتا ہے۔ برائی کی کوئی بات بیوی اگر کسی سے کہہ دے تو ہر آدمی یہ کہتے ہوئے یقین کرلے گا کہ اس کی بیوی نے یہ بات بتلائی ہے۔ اسی لیے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید آئی ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ بیوی اگر عمدہ کھانا پکائے تو اس پر بھی اس کی تعریف کرنا چاہیے تاکہ اس کا دل خوش رہے۔ چودھری صاحب کا یہ سمجھنا کہ مہمانوں کی ضیافت کا سہرا فقط میرے سر ہے بالکل غلط تھا، وہ بیچاری رات دن لگ کر، گرمی دھوئیں کو جو برداشت کرتی تھی وہ کیا تھا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ مہمانوں کی میزبانی کے حوالے سے گھر کے ہر فرد کا اور خصوصاً عورت کا بہت بڑا حصہ

ہوتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے مرد کو اسے تسلیم کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۱۱۷)

گھی اور کھچڑی

ایک بڑھیا کے ایک ہی لڑکی تھی، اس کو اس نے بیاہ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کا خاوند ساس سے ملنے آیا۔ اتفاق سے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ بڑھیا نے اپنے کھانے کے لئے کھچڑی پکائی تھی۔ چونکہ ضعیف ہو چکی تھی اور گھر میں دوسرا کوئی نہیں تھا۔ داماد کو بڑے پیار محبت سے کھانے کے لئے بٹھایا اور ایک تھالی میں کھچڑی لے کر سامنے رکھ دیا۔ پھر گھی لے کر آئی اور کھچڑی میں جب گھی ڈالنے لگی تو گھی زیادہ پڑ گیا۔ اب بڑھیا سوچنے لگی کہ سارا گھی داماد اکیلا ہی کھا جائے گا یہ تو اچھا نہیں لہٰذا میں بھی ساتھ میں بیٹھ جاؤں۔ کچھ تو گھی میرے حصہ میں آ جائے گا۔ یہ سوچ کر داماد سے کہنے لگی میں بھی بیٹا آپ کے ساتھ کھانے کیلئے بیٹھ جاؤں؟ داماد نے کہا ہاں امی جی بیٹھ جاؤ بہت ہی اچھی بات ہے۔

داماد کی اجازت سے بڑھیا کھانے کے لئے ساتھ بیٹھ گئی۔ بڑھیا سوچنے لگی کہ گھی اپنی طرف لانے کی کوئی ترکیب کی جائے۔ یہ سوچکر اس بڑھیا نے داماد کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ سنو بیٹا آپ نے میری لڑکی کو یہ دکھ دیا، یہ کہہ کر تھالی میں انگلی سے ایک لکیر کر دی، پھر دوسری بات کہی کہ یہ بھی دکھ آپ نے دیا اور دوسری لکیر کر دی۔ کھچڑی گرم تھی گھی اس میں پگھل گیا تھا۔ اتفاق سے بڑھیا کی طرف ڈھال تھی اس وجہ سے گھی سب ادھر چلا گیا۔ لڑکا سمجھ گیا کہ بڑھیا بڑی

چالاک ہے۔ اس بہانے اس نے سب گھی اپنی طرف کر لیا، تو لڑکے نے کہا دیکھو امی اگر ہم نے آپ کی لڑکی کو کچھ دکھ دیا ہے تو اس کے ساتھ کچھ سکھ بھی پہنچایا ہے۔ لہٰذا دکھ اور سکھ دونوں کو ساتھ میں ملا دو، یہ کہہ کر لڑکے نے پوری کھچڑی میں گھی ملا دیا پھر کہا دیکھو امی دکھ سکھ سب ساتھ میں مل گیا، چلو اب کھا لیں۔

فائدہ

لالچ بہت بُری چیز ہے اچھے اچھے لوگوں کو ذلیل و رسوا کرا دیتی ہے، جیسے یہ ساٹھ سال کی بڑھیا داماد کے سامنے معمولی سے گھی کے لیے ذلیل و رسوا ہو گئی۔ اسلام کے نزدیک بھی یہ بہت بُری صفت ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۱۱۸)

گدھے کا جنازہ

ایک راجہ کے ملک میں قحط پڑ گیا، تو اس نے ایک نہر کھدوانے کا کام جاری کر دیا، تاکہ لوگوں کو مزدوری ملے۔ نہر کی مٹی دور پھینکوانے کا انتظام کیا۔ جو مزدور کھدائی کا کام کر رہے تھے ان کو مزدوری کم مل رہی تھی۔ گدھے سے مٹی ڈھونے والوں کی مزدوری زیادہ تھی۔ اس وجہ سے گدھوں کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور گدھوں کی چوری بھی ہونے لگی۔ جب یہ شکایت راجہ کے پاس پہنچی تو راجہ نے تعجب سے کہا کہ دنیا میں گدھوں کی چوری کا واقعہ ہم نے آج تک نہیں سنا کہ گدھوں کی بھی کسی زمانہ میں چوری ہوتی ہو، ہمارے راج میں گدھے کون چراتا ہے؟

Scanned by CamScanner

راجہ نے حکم دیا کہ جب گدھے شہر سے باہر جائیں اس وقت ان کی گنتی کرلو اور جب شہر میں شام کو واپس آئیں اس وقت بھی گنتی کرلو، حکم کے مطابق کام ہونے لگا۔ پھر بھی ایک مہینہ میں دو گدھے چوری ہونے کی اطلاع راجہ کے پاس جاتی تھی۔

راجہ نے بڑے بڑے آفیسروں کو جمع کیا اور کہا کہ تم لوگ حکم کے مطابق عمل نہیں کرتے ہو۔آفیسروں نے کہا حضور آپ کے حکم کے مطابق روزانہ باقاعدہ آنے جانے والے گدھوں کی گنتی ہوتی ہے، رپورٹ ہمارے پاس موجود ہے۔ راجہ نے کہا تو پھر گدھے کس طرح سے گم ہوجاتے ہیں؟ جب کہ پورے شہر کی طرف قلعہ ہے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ کوئی چور گدھے کو قلعہ کے اوپر سے لے جاتا ہو، راجہ بہت پریشان تھا، بڑے آفیسران بھی پریشان تھے۔ راجہ نے غصہ میں آکر اعلان کردیا کہ جب تک گدھے کے چور پکڑے نہیں جائیں گے تب تک تنخواہ نہیں ملے گی۔ راجہ کا یہ اعلان سن کر پولس اسٹاف میں کھلبلی مچ گئی۔ پولس والوں نے شہر کے چاروں طرف گھوڑسوار پولس دستے تعینات کردیئے۔ چوری کا طریقہ کیا تھا اب اسے سنیے:

دس بارہ آدمیوں کی ایک جماعت تھی۔ وہ لوگوں کی نظر بچا کر گدھے کو کسی گھر میں بند کر دیتے تھے۔اور صبح سویرے چار بجے ہی جنازہ میں ڈال کر اس کو اٹھا کر کلمہ پڑھتے پڑھتے شہر سے باہر لے جاتے تھے۔ دروازے پر جو دربان رہتے تھے وہ جنازہ سمجھ کر دروازہ کھول دیتے تھے، یہ چور دور تک گدھے کو جنازے کی شکل میں لے جاتے، جب لوگوں سے اوجھل ہوجاتے تو کسی آدمی کے حوالے کردیتے وہ دوسرے شہر میں لے جاکر بیچ آتا۔ اور یہ لوگ رقم آپس میں تقسیم کر لیتے۔ مہینہ میں ایک یا دو گدھے اس ترکیب سے باہر نکال لے جاتے اور ہر مہینہ دروازہ بدل کر جاتے تاکہ دروازے کے دربان کو شبہ نہ ہو۔ شہر کے چار دروازے تھے۔

بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی آخر ایک دن قصائی واڑہ میں جانا پڑے گا۔اسی

طرح چور چاہے کتنا ہی چالاک ہو اس کو عدالت میں ایک دن جانا ہی پڑے گا۔گدھے چرانے والے اپنی اس ترکیب سے بہت خوش تھے۔

ایک دن اپنی عادت کے مطابق گدھے کو جنازے میں ڈال کر لے جارہے تھے۔ اتفاق سے قلعہ کے باہر گھوڑ سوار پولس جو پہرہ دے رہے تھے ان کی نظر جنازے پر پڑی وہ سب کے سب مسلمان تھے، اس میں جو بڑا آفیسر تھا وہ بہت ہی نیک تھا۔ اس نے اپنے سب سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کے سب اس جنازے میں چلو اور دفن کرنے میں ان لوگوں کی مدد کرو یہ لوگ کم ہیں۔ اس لئے ہم لوگوں پر واجب ہوجاتا ہے کہ ان کی مدد کریں۔ حکم ملتے ہی سب کے سب گھوڑسوار جنازے میں شامل ہوگئے۔ اب جنازے والوں میں گھبراہٹ پیدا ہوگئی کہ اس مصیبت سے کیسے بچا جائے، سپاہیوں سے بچنے کے لئے ایک آدمی نے پولس آفیسر سے کہا کہ حضرت آپ ہمارے ساتھ کہاں پریشان ہو رہے ہیں، ہم تو اس میت کو دور والے پرانے قبرستان میں لے جائیں گے۔

آفیسر نے جواب دیا: بھائی میرے! مرنا ہم کو بھی ہے، اگر قبرستان دور ہے تو کیا ہوا ہم لوگ آپ صاحبوں کی میت کے دفن ہونے تک انشاء اللہ برابر مدد کریں گے۔ اب تو چور سب کے سب مجبور ہوگئے۔ اگر بھاگنا چاہیں تو بھاگ بھی نہیں سکتے کیوں کہ سب پولس والوں کے پاس گھوڑے تھے۔ قبرستان آیا وہاں پر سب لوگوں نے مل کر جنازے کی نماز پڑھی۔ قبرستان میں ان لوگوں نے ایک قبر کھود رکھی تھی اور ان کے گینگ کا ایک آدمی وہاں رہتا تھا۔ اب جنازے سے میت کو نکال کر قبر میں اتارنے کے لئے جب جنازے کا غلاف اٹھایا تو اس میں گدھا تھا۔ گدھے کو دیکھ کر سب پولس والے حیران ہوگئے کہ اس ترکیب سے گدھے چرائے جارہے ہیں، چوروں میں سے ایک نے کہا حضور یہ گدھا نہیں ہے، بلکہ ہمارا دادا ہے۔ اس کے اعمال خراب ہو

نے سے اس کی شکل اور جسم گدھے جیسی ہوگئی ہے۔ لیکن چوروں کی یہ دلیل کہاں چلنے والی تھی سب کے سب پکڑے گئے۔

فائدہ

چوری خود ہی حرام، پھر جنازے کی شکل میں لے جانا اور وہ بھی گدھوں کو، کس قدر قبیح اور چھوٹی حرکت ہے۔ سچ ہے کہ جب کسی پر شیطنت سوار ہو تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆

(۱۱۹)

﴿اچھے مہمان﴾

ایک آدمی بہت ہی غریب تھا۔ اس کے یہاں چار مہمان دن کے بارہ بجے آگئے۔ گھر میں روٹی صرف دو ہی تھیں۔ مہمانوں کو ہاتھ وغیرہ دھلا کر کھانا کھانے کے لئے بٹھادیا، دو روٹیاں اور کچھ سالن ان کے سامنے رکھ دیا، مہمان کھانا کھانے لگے تو میزبان نے بات شروع کردی کہ ہمارے یہاں چار مہمان آگئے تھے، وہ چاروں اس قدر نیک اور اللہ والے تھے، بس پوچھو مت، کھانا ان کا پاؤ یا آدھی روٹی سے زیادہ نہیں اور پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمارے روکنے پر بھی نہیں رکے، چلے گئے، ایسے نیک آدمی ہم نے زندگی میں نہیں دیکھے، بہت ہی نیک اور پرہیز گار مہمان تھے۔ میزبان کی باتیں سن کر مہمانوں نے بھی انھیں دو روٹیوں پر اکتفا کرلیا دوسرا کھانا

نہ مانگا اور اسی وقت چلے بھی گئے۔

فائدہ

کیا ہی خوب اچھا طریقہ اپنی مفلسی اور گھر میں کھانا نہ ہونے کو بیان کرنے کے لیے اختیار کیا کہ مہمانوں کی دل شکنی بھی نہیں ہوئی اور کام بھی ہوگیا۔ بعض لوگوں کا عجیب حال ہوتا ہے کہ جب کسی کے یہاں مہمان ہوتے ہیں تو من پسند کھانوں کا مطالبہ شروع کردیتے ہیں۔ اور بغیر ٹلائے ٹلنے کا نام تک نہیں لیتے۔

یہ سب غلط طریقہ ہے، میزبان کے احوال کا لحاظ رکھنا چاہیے اور جو کچھ روکھی سوکھی پیش کرے خوش دلی کے ساتھ کھالینا چاہیے، نیز کم سے کم کسی کے یہاں قیام کرنا چاہیے جس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے۔ اس کے بعد میزبان کو حق ہے کہ آپ کو رخصت کردے۔

☆☆☆☆

(۱۲۰)

﴿نواب کی ضیافت مہنگی پڑی﴾

مٹی کے برتن بنانے والے ایک آدمی کا نام ''چھنیا'' تھا، وہ برتن بنا کر گاؤں گاؤں دیہات دیہات بیچنے جاتا تھا۔ ایک بہت بڑا قصبہ تھا وہاں ایک نیک دل اور سخی نواب صاحب تھے۔ اس قصبے میں جب چھینا برتن بیچنے جاتا تو نواب صاحب کے یہاں سب کے سب برتن رکھ کر صرف ضرورت کے برتن ساتھ میں لے کر قصبے میں بیچنے کے لئے جاتا۔ دو تین دن وہیں

Scanned by CamScanner

رہتا، اور نواب صاحب کے یہاں کھاتا پیتا۔ ایک مرتبہ نواب صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ اتفاق سے چھینا جس گاؤں میں رہتا تھا وہیں سے جانے کا راستہ تھا۔ صبح کا وقت تھا گھوڑے کے پیر کی آواز سن کر سب دیہات والے گھروں سے باہر آ گئے، چھینا بھی آ گیا کہ دیکھیں کون آ گیا؟ دیکھا تو نواب صاحب تھے۔ جن کے یہاں چھنیا کئی کئی وقت کھانا کھایا کرتا تھا۔ نواب صاحب کے سامنے چھنیا ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا آپ کو ہم بغیر چائے پلائے نہیں جانے دیں گے۔ آپ رک جائیں میرے غریب گھر کی چائے وغیرہ پی کر پھر جائیں۔

نواب صاحب بھولے دل کے آدمی تھے، اس کے اصرار پر گھوڑے سے اتر آئے، چھنیے نے جلدی جلدی کھاٹ بچھائی، اس کے اوپر اپنے گھر میں بہتر سے بہتر جو بچھونا تھا بچھایا اور نواب صاحب کو ہاتھ جوڑ کر اس پر بیٹھنے کے لئے کہا، نواب صاحب بچھونے پر آرام کرنے لگے اور چھنیا ناشتہ تیار کرانے میں لگا۔ جب ناشتہ تیار ہو گیا تو نواب صاحب کو ناشتہ کرنے کے لئے کہا، نواب صاحب نے ناشتہ اچھی طرح سے کیا اس کے بعد اس بچھونے پر جا کر سو گئے اور چھنیے سے کہنے لگے ''چھنیا'' ہمارے دوپہر کے کھانے کا بھی انتظام کر لے، اب ہم شام کو ہی جائیں گے۔ چھنیۓ نے کہا اچھا حضور! جیسا آپ کا حکم، چھنیا بے چارہ دوپہر کا کھانا تیار کرنے میں لگ گیا۔ کھانا نواب صاحب کو کھلانا تھا کسی معمولی آدمی کو نہیں اور پھر برسوں سے چھنیا اس گھر کا کھانا کھایا کرتا تھا لہٰذا کھانا اچھا ہونا چاہئے، ورنہ عزت جائے گی۔

چھنیے نے اپنی ہستی کے مطابق اچھا سے اچھا کھانا پکایا اور دوپہر میں نواب صاحب کو کھلایا۔ نواب صاحب کو کھانا بہت پسند آ گیا، کھانا وغیرہ کھا کر جب بچھونے پر لیٹنے لگے تو چھنیۓ سے کہنے لگے چھنیا، اب تو ہم کل سویرے جائیں گے۔ نواب صاحب کی یہ بات سنکر چھنیا ہکا بکا رہ گیا کیوں کہ نواب صاحب کل جائیں گے تو شام کا کھانا تیار کرنا ہوگا اور صبح کا ناشتہ بھی۔ چھنیا

دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ نواب صاحب کو محبت میں روک تو لیا لیکن اچھی خاصی مصیبت مول لے لی ہے۔ چھنیا غریب آدمی تھا ادھار سدھار کر کے شام کا کھانا تیار کیا اور پھر صبح کے ناشتہ کا انتظام کیا۔

صبح میں جب نواب صاحب اٹھے، نہا دھو کر ناشتہ کے لئے بیٹھے، ناشتہ کرنے کے بعد نواب صاحب کہنے لگے چھنیا، چھنیۓ نے کہا جی حضور آپ کا چھنیا حاضر ہے، فرمایئے کیا حکم ہے؟ نواب صاحب نے کہا اب تو ہم دوپہر کر کے جائیں گے، چھنیے نے کہا نواب صاحب اب آپ ہی اس گھر میں رہیئے ہم ہی جاتے ہیں۔ برتن بیچنے کے لئے فلاں جگہ آج بازار ہے ہم کو وہاں جانا ضروری ہے، اس طرح سے کہہ کر نواب صاحب سے جان چھڑائی اور نواب صاحب بھی جہاں جا رہے تھے گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے۔

فائدہ

مہمانی زیادہ سے زیادہ تین دن ہے، اس سے زیادہ کسی کے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ نیز مہمان کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ میزبان میری مہمان داری کا متحمل بھی ہے یا نہیں۔

ایک مشہور بزرگ حضرت مولانا محمد یار صاحب پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ اگر بلا اطلاع اچانک کسی غریب کے یہاں جانے کا اتفاق ہوتا اور اسی کے یہاں کھانے کا پروگرام رہتا تو کھانے کا پورا کچا راشن ساتھ میں لیکر جاتے اور میزبان کو بطور ہدیہ پیش کر دیتے، وہ انتہائی خوشی کیساتھ کھانا پکا کر کھلاتا۔ کتنا اچھا طریقہ تھا۔ اس سے نہ مہمان کو تکلف ہوتا اور نہ میزبان کو تکلیف۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۲۱)

﴿مہمان کو ایک ہی لڈو پر ٹرخا دیا﴾

ایک آدمی کے گھر ایک مہمان آگیا، دوپہر کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ اس دن میزبان کے گھر میں کھانا نہیں بنا تھا، کیوں کہ پڑوس میں شادی تھی اور گھر والوں کی دعوت تھی۔ اب مہمان کو کیا کھلاویں۔ عورت نے اپنے خاوند سے کہا اگر آپ کہیں تو مہمان کے لئے کچھ پکالیا جائے، میاں نے کہا پکانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، دو لڈو گھر میں رکھے ہوئے ہیں، اسی میں مہمان کو نمٹالوں گا، مہمان کے ہاتھ دھلائے اور دو لڈو پلیٹ میں لاکر رکھ دیئے اور کھانے کے لئے کہا، مہمان نے ایک لڈو توڑ کر تھوڑا سا اپنے منہ میں ڈالا تو میزبان نے کہا یہ کیا بچوں کی طرح ذرا سا لڈو توڑ کر آپ نے منہ میں ڈالا، اگر دو لڈو نہیں کھا سکتے تو کوئی بات نہیں ایک تو کھانا ہی پڑیگا۔ میزبان کی یہ بات سن کر مہمان ایک لڈو کھا کر پانی پی کر اٹھ گیا اور دوسرے لڈو کو چھوڑ دیا۔ میزبان اسے اٹھا کر واپس لے گیا اور بیوی سے کہا دیکھو ایک لڈو بچا کر لے آیا۔

فائدہ

ایک صاحب یہ تھے جنھوں نے بھوکے مہمان کو دو لڈو بھی نہیں کھانے دیے۔ اس کے بالکل برعکس ایک فرشتہ صفت انسان کا ایسا واقعہ سنیے زمانہ شاید جس کی نظیر نہ پیش کر سکے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا: یارسول اللہ! میں فاقہ کی مشقت میں مبتلا ہوں، میری مدد فرمایئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے حجروں کی طرف کسی کو بھیجا کہ شاید کچھ مل جائے، لیکن کچھ نہ مل سکا۔

آپ نے فرمایا: ہے کوئی ایسا شخص جو آج رات اس کی مہمانی کر سکے؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں حاضر ہوں۔ پھر اپنی اہلیہ سے جا کر صورت حال بیان کی۔ اہلیہ نے کہا آج تو بس بچوں ہی کے کھانے کے بقدر خوراک ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ نے فرمایا: جب رات ہو تو بچوں کو کسی طرح بہلا پھسلا کر سلا دینا اور پھر جب مہمان کھانے پر بیٹھے تو چراغ بجھا دینا تا کہ یہ بات مہمان کو نظر نہ آ سکے کہ ہم نہیں کھا رہے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا، بیوی بچوں اور خود کو بھوکا رکھا اور مہمان کو پیٹ بھر کھانا کھلا دیا۔ صبح کو جب یہ صحابی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالی کو اس مرد اور عورت کی یہ ادا بہت پسند آئی اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [حشر: ۹]

(اور اپنے اوپر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان کو فاقہ ہی ہو)

☆☆☆☆

(۱۲۲)

﴿بھوک نہیں لگتی﴾

ایک مہمان مسافر کی حیثیت سے مسجد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد ایک آدمی نے پوچھا کہ آپ مہمان ہیں؟ مسافر نے کہا ہاں! میزبان نے کہا: کھانا کھائیں گے اس نے کہا: ہاں۔ نمازی کا گھر مسجد سے کچھ دور تھا اور وہ خود ضعیف آدمی تھا، اس نے کہا اچھا ہم کھانا لاتے ہیں، گھر گیا اور گھر سے باجرے کی دو روٹیاں لے آیا۔ باجرے کی روٹی موٹی اور تگڑی ہوتی

Scanned by CamScanner

ہے۔ روٹیاں مسافر کے سامنے رکھ کر کہا: بسم اللہ کیجئے! میں ابھی سالن لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ سالن لینے گیا۔ جب سالن لے کر آیا تو مہمان روٹیاں کھا چکا تھا۔ سالن رکھ کر وہ پھر روٹیاں لینے گیا جب روٹیاں لے کے آیا تب تک وہ سالن کھا چکا تھا۔ بہرحال اسی طرح وہ ضعیف آدمی روٹی اور سالن یکے بعد دیگرے لاتا رہا اور وہ مہمان کھاتا رہا، یہاں تک کہ گھر میں جو چھ سات آدمیوں کا کھانا پکا تھا، سب کا سب کھا گیا۔

اس کے بعد میزبان نے مہمان سے پوچھا: آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ مہمان نے کہا میرا ہاضمہ ٹھیک نہیں ہے، قاعدے سے بھوک نہیں لگتی، اس لئے علاج کرانے کے لئے جا رہا ہوں۔ میزبان نے کہا: جب علاج ہو جائے اور آپ کا ہاضمہ درست ہو جائے تو واپس لوٹنے میں براہ کرم ادھر سے نہ لوٹیں۔ ہاضمہ درست نہ ہونے پر آپ کی یہ حالت ہے کہ چھ سات آدمیوں کا کھانا کھا گئے اگر ہاضمہ ٹھیک ہو جائے گا تو خدا جانے کتنے آدمیوں کا کھانا کھا جاؤ گے۔

فائدہ

زیادہ کھانا آدمی کی صفات کمالیہ میں سے نہیں ہے، بلکہ بہیمیت میں سے ہے، اگر زیادہ کھانا کمال ہوتا تو بھینس اور دیگر جانور باکمال سمجھے جاتے۔ کہا جاتا ہے کم گفتن، کم خفتن اور کم خوردن انسان کا کمال ہے۔

☆☆☆☆

(۱۲۳)

﴿ناشتہ کے بعد ناشتہ میں بارہ بٹیریں اور چھتیس روٹیاں﴾

ایک نواب صاحب صبح میں ناشتہ کر رہے تھے۔ اتفاق سے ان کا دوست آ گیا، نواب صاحب نے ناشتہ کرنے کے لیے کہا، آنے والے نے کہا حضرت میں ناشتہ کر کے آیا ہوں۔ اس پر نواب صاحب نے کہا: ارے مبارک ہاتھوں کی چپاتیاں اور تازی بٹیریں پک کر آ رہی ہیں، آ جا، تھوڑا بہت کچھ کھا لو، نواب صاحب کے اصرار پر وہ ناشتے میں شامل ہو گیا تو بارہ بٹیریں اور چھتیس روٹیاں کھا گیا۔ ناشتہ کے بعد ناشتہ کا یہ حال تھا ورنہ خدا جانے کتنا کھاتا۔

فائدہ

ابھی مذکور ہوا کہ زیادہ کھانا کوئی کمال نہیں ہے، نہ کھانا یا کم کھانا کمال ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تین باتوں پر عمل انسان کے فعال، متحرک اور نیک طبیعت ہونے کی دلیل ہے: کم گفتن، کم خفتن، کم خوردن۔ (یعنی کم بولنا، کم سونا اور کم کھانا)

☆☆☆☆

(۱۲۴)

﴿آپ کی جوتیوں کے طفیل﴾

ایک آدمی بہت ہی چلبلا تھا۔ مزاق کرنے کی اس کی عادت تھی، دل کا سخی تھا، لوگوں کی

Scanned by CamScanner

کبھی دعوت بھی کر دیا کرتا تھا۔لوگ بھی اس کی عادت سے واقف تھے۔اسے ایک دن بڑے نواب اور مالداروں سے مزاق کرنے کی سوجھی تو اس نے اپنے قصبہ میں جتنے بڑے اور مالدار تھے ان سب کی دعوت کر دی اور سب کو تاکیداً یہ کہہ دیا کہ آپ صاحبان دن کے دس بجے میرے گھر پر حاضر ہو جانے کی مہربانی فرمائیں۔کہنے کے مطابق دس بجے کے قریب سب لوگ آ گئے۔ان کے بیٹھنے کا ایک مخصوص کمرے میں انتظام کر دیا تھا، وہاں سب کو بٹھا دیا۔اس کے بعد ان سب لوگوں کی جوتیاں اٹھا کر بازار میں بیچ کر اس کا کھانا لے آیا اور سب کو کھلایا، سب لوگ کھانا کھانے کے بعد اس کی تعریف کرنے لگے واہ صاحب، واہ صاحب، واہ خوب اچھا کھانا ہم لوگوں کو کھلایا، تو اس نے کہا حضور یہ سب آپ حضرات کی جوتیوں کے طفیل میں ہی ہے۔

جب کھانا کھا کر سب لوگ گھر سے باہر نکلے تو جوتیاں سب کی غائب تھیں، لوگوں نے کہا ارے ہماری جوتیاں کہاں گئیں؟ گھر والے نے کہا حضور میں نے کہا نہیں تھا کہ یہ کھانا آپ حضرات کی جوتیوں ہی کے طفیل میں ہے۔تب ان لوگوں کی سمجھ میں بات آئی کہ اس نے ہم سب کی جوتیاں بیچ کر کھانا ہم کو کھلایا ہے۔

فائدہ

ایسا مزاق کہ جس میں کسی کو خصوصاً مہمانوں کو ایذاء ہو، درست نہیں ہے۔بلا صاحب مال کی رضا و اجازت کے خواہ وہ قریبی رشتہ دار یا دوست ہی کیوں نہ ہو بیچنا کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہے۔اس لیے اس طرح کے مزاق سے احتراز کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۱۲۵)

﴿بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی﴾

ایک بڑھیا حضور ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا کر دیجئے کہ میں جنت میں جاؤں۔حضور ﷺ نے فرمایا بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔یہ سنکر بڑھیا رونے لگی اسکے رونے پر آپ ﷺ نے فرمایا بوڑھی جوان ہو کر جنت میں جائیں گی، یہ سن کر بڑھیا مسکرانے لگی۔

فائدہ

فی نفسہ مزاح مباح ہے، جب کہ جھوٹ، دھوکہ اور دل شکنی پر مبنی نہ ہو۔نبی اکرم ﷺ بھی کبھی کبھی ایسا مزاح فرمایا کرتے تھے۔اس زمانے میں عموماً لوگ ان حدود کا لحاظ نہیں رکھتے ہیں، بلکہ سمجھتے ہیں کہ مزاح میں سب درست ہے۔درحقیقت یہ جہالت کی بات ہے۔

افسوس کہ اپریل فول کے نام سے آج کل لوگ یوم مزاح منانے لگیں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس دن ہر قسم کا جھوٹ، دھوکہ و فریب جائز ہے۔واضح رہے کہ اسلام میں جھوٹ اور فریب کسی بھی صورت میں جائز نہیں، ان سے احتراز ضروری ہے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۲۶)

﴿اونٹنی کا بچہ دے دو﴾

ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ میں غریب آدمی ہوں، سواری کیلئے کوئی انتظام نہیں ہے، آپ سواری کیلئے ایک اونٹ دے دینے کی مہربانی فرمائیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا: اس کو ایک اونٹنی کا بچہ دیدو۔ یہ سن کر آنے والے شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا، مجھے تو اونٹ چاہئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو اونٹ تجھے دیا جائیگا وہ بھی تو اونٹنی ہی کا بچہ ہوگا۔

فائدہ

ماقبل میں مذکور ہوا کہ کبھی کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح فرمایا کرتے تھے، لیکن آپ کا مزاح حقیقت پر مبنی ہوتا تھا، خلاف واقعہ بات آپ مزاح میں بھی نہیں کہتے تھے۔

☆☆☆☆

(۱۲۷)

﴿مان نہ مان میں تیرا مہمان﴾

ایک آدمی بہت ہی بے شرم اور کمینہ تھا۔ ایک ہوٹل میں بیٹھا رہتا تھا، جب دن کے بارہ بجے ہوٹل میں کھانا کھانے کیلئے کوئی آتا اور کھانا منگا کر کھانے لگتا، تو وہ بے شرم آدمی بھی

بغیر بلائے اس کے ساتھ کھانا کھانے کیلئے بیٹھ جاتا تھا۔ لوگ مارے شرم کے اس کو کچھ نہیں کہتے تھے۔ یہ بات مشہور ہوگئی کہ ایک آدمی ہوٹل میں رہتا ہے وہ اس قدر بے شرم ہے اور ایسی حرکت کرتا ہے۔

ایک بہت ہی کڑے مزاج کا آدمی تھا اس نے کہا: آج میں اس ہوٹل میں کھانا کھانے کیلئے جاؤں گا پھر دیکھتا ہوں بغیر بلائے کھانا کھانے کیلئے وہ کس طرح بیٹھتا ہے؟ وہ گیا اور کھانا منگا کر کھانے لگا تو کمینہ آدمی بے بلائے اس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گیا اور بغیر کہے شروع کر دیا، جس آدمی نے کھانا منگایا تھا اس نے اس کمینے کو زور سے ایک چانٹا مارا اور کہا: بغیر بلائے کھانا کھانے کیلئے بیٹھ جاتا ہے، تجھے شرم نہیں آتی؟ تو اس آدمی نے کہا: میرے والد بھی مجھے اسی طرح مار مار کر کھلایا کرتے تھے، چانٹا مارنے والے کو اس نے باپ بنالیا، چانٹا مارنے والا یہ الفاظ سن کر بہت شرمندہ ہوا اور سب کا سب کھانا اسے دیدیا اور ہوٹل والے کو بل ادا کر کے چلا گیا۔

فائدہ

اسی زبان سے میٹھے بول بول کر آدمی دوسروں سے لڈو بھی کھا سکتا ہے، اور سخت و بُری بات بول کر جوتے بھی۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ غصہ و خوشی ہر حال میں نرم لہجے کے ساتھ دل کو موہ لینے والی بات بولے، تُرش اور سخت بات سے پرہیز کرے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۲۸)

﴿بے وقوف لڑکا﴾

ایک لڑکا تھا، اس کے ماں باپ نے حتی الامکان اس کو پڑھانے کی کوشش کی، لیکن وہ تعلیم میں کامیاب نہ ہوا، جوان ہو جانے کے بعد کام دھندہ کچھ نہیں کرتا تھا، پہننے کو اچھے کپڑے چاہئے وقت پر کھانا چاہئے، اور جیب خرچ۔ اس کو گھر کی کوئی فکر نہیں تھی۔

ایک روز دن کے ایک بجے اس کا باپ گھر پہ آیا تو لڑکا بیٹھے بیٹھے کھانا کھا رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر اس کے باپ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا: تو بڑا ہی بے شرم ہے، بیٹھے بیٹھے تجھے کھانا کھاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اس طرح سے ڈانٹ ڈپٹ کر والد اپنے کام پر چلے گئے۔ دوسرے دن اس کے والد جب گھر پہ آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا کھڑا کھڑا کھانا کھا رہا ہے۔ اس طرح سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر والد مارے غصے کے آگ بگولہ ہو گئے اور کہنے لگے: یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کہ تم کھڑے کھڑے کھانا کھا رہے ہو۔ والد صاحب کے یہ الفاظ سن کر لڑکے نے جواب دیا: ابّا جان کل آپ نے مجھ کو بیٹھ کر کھانا کھانے سے منع کر دیا تھا۔ اس لئے اب میں کھڑے ہو کر کھانا کھا رہا ہوں، آپ کے حکم کی اتباع کر رہا ہوں، اس میں بدتمیزی کی کیا بات ہے؟ لڑکے کے یہ الفاظ سن کر والد صاحب تو گم سم سوچتے ہی رہ گئے۔

فائدہ

سمجھ بوجھ، دانش مندی و دانائی پیدائشی و خلقی ہوتی ہیں، نہ کہ کسبی۔ جس کی جتنی سمجھ ہوتی ہے وہ اسی کے مطابق کام کرتا ہے۔ اس لیے اس سے زیادہ کا اس کو پابند بھی نہیں بنانا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۱۲۹)

﴿پیسے والوں کے بچے کھلونے سے کھیلتے ہیں﴾

ایک چھوٹا سا دیہات تھا۔ اس میں دس پندرہ خاندان جھوپڑی میں رہتے تھے۔ اس دیہات کی ایک بڑھیا نے پڑوس کے شہر میں جانے کا ارادہ کیا۔ اڑوس پڑوس کے سب لوگوں کو معلوم ہو گیا۔ ایک پڑوسن نے بڑھیا سے آ کر کہا کہ امّی میرے بچے کے لئے کھلونا لیتے آنا۔ اسی طرح سے دوسری عورت نے، پھر تیسری عورت نے بھی کہا۔ بڑھیا سب کو ہاں ہاں کرتی رہی۔ ایک پڑوسی عورت نے آ کر بڑھیا کو ایک روپیہ دیا اور کہا امی میرے بچے کیلئے بھی ایک کھلونا لیتی آنا، بڑھیا نے کہا تیرا بچہ تو ضرور کھلونے سے کھیلے گا۔ کیوں کہ تو نے روپیہ دیئے ہیں۔ دوسری عورتوں نے بھی کہا ہے، لیکن پیسے کسی نے نہیں دیئے، بغیر پیسوں کے کھلونے کون دیگا۔ اس عورت نے ایک روپیہ کھلونا کے واسطے دیا تو بڑھیا نے کہا کہ تیرا بچہ کھلونے سے کھیلے گا۔ اس کے اوپر لوگوں کی کہاوت ہے کہ: پیسے والوں کے بچے کھلونے سے کھیلتے ہیں۔

فائدہ

فقط زبان سے کہہ دینے سے کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک کہ اس کے لیے اسباب نہ اختیار کئے جائیں اور کوشش نہ کی جائے۔ لوگ جنت کے حصول کی تمنا کرتے ہیں، لیکن طاعات کے ذریعہ رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے کی تدبیر نہیں کرتے۔ کس قدر احمقانہ تمنا ہے!!

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۳۰)

﴿ہاتھی کا منہ کدھر ہے﴾

ایک راجہ کے راج میں ایک ہاتھی بیچنے والا آیا۔ راجہ کو ہاتھی کی ضرورت تھی۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ جاؤ اس سے پوچھو کہ ہاتھی کی قیمت کیا ہے؟ اگر مناسب سمجھا جائیگا تو لے لیا جائیگا۔ راجہ کے کہنے پر ایک آدمی ہاتھی والے کے پاس گیا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ایک دوسرا آدمی کوٹ پتلون پہنے ہوئے اس ہاتھی کے اردگرد چکّر لگا لگا کر خوب غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ شاید یہ بھی ہاتھی خریدنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کو دو تین ہزار روپیہ کا لالچ دے دیا جائے تا کہ بھاؤ تاؤ میں یہ آدمی دخیل نہ ہو۔

یہ سوچ کر راجہ کا آدمی اس کے قریب گیا۔ اس کے بولنے سے پہلے ہی وہ کوٹ پتلون والا آدمی اس سے پوچھنے لگا کہ اس ہاتھی کا منہ کدھر ہے، اس کا اتنا بولنا تھا۔ کہ راجہ کا آدمی سمجھ گیا کہ جس کو ہاتھی کے منہ کی بھی خبر نہیں ہے وہ کیا ہاتھی خریدے گا۔ راجہ کا آدمی ہاتھی خرید کر چلا گیا۔

فائدہ

کسی نے سچ کہا ہے کہ جب تک آدمی نہ بولے اس کی حقیقت نہیں کھلتی۔ یہ احمق اپنے حلیے سے تو عقلمند معلوم ہو رہا تھا، لیکن بولتے ہی حماقت واضح ہو گئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آزمانے سے پہلے کسی کے لباس سے اس کی شخصیت کا اندازہ لگانا یہ بھی حماقت ہے۔

☆☆☆☆

(۱۳۱)

﴿ایک احمق اپٹوڈیٹ﴾

ایک بڑھیا کے ایک ہی لڑکا تھا، وہ غیر ملک کمانے کے لئے گیا۔ دو تین سال بعد اس نے اپنی امی کو تار بھیجا کہ میں فلاں تاریخ کو گھر پہنچ رہا ہوں۔ یہ تار بڑھیا کو ملا تو وہ اس کو پڑھوانے کی فکر میں لگ گئی کہ کس سے پڑھوایا جائے۔ وہ ایک چھوٹے سے قصبے میں رہتی تھی، وہاں پڑھے لکھے آدمی کم تھے۔ اتفاق سے ایک اپٹوڈیٹ آدمی ملا، بہترین کپڑے کا کوٹ پتلون پہنے ہوئے اور جیب میں تین چار بہترین پین لگائے ہوئے۔ اس کو دیکھ کر بڑھیا اس کے پاس گئی اور کہنے لگی بیٹا اس تار کو ذرا دیکھو تو اس میں کیا لکھا ہے؟

اپٹوڈیٹ نے اس کو ہاتھ میں لے کر پڑھا۔ پھر بڑھیا سے پوچھا آپ کا کوئی باہر گاؤں میں آدمی ہے۔ بڑھیا نے کہا میرا ایک لڑکا ہے وہ باہر ملک گیا ہوا ہے۔ یہ الفاظ سن کر اس اپٹوڈیٹ نے کہا: وہ مر گیا ہے اس کا یہ تار کسی دوسرے نے بھیجا ہے۔ اتنا کہہ کر تار بڑھیا کے ہاتھ میں دیکر چلا گیا۔ یہ الفاظ سنتے ہی بڑھیا کے تو ہوش وحواس اڑ گئے اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی، اڑوس پڑوس کی عورتوں کو جب پتہ چلا تو وہ بھی جمع ہو گئیں اور سب رونے لگیں۔ اس رونے دھونے کی خبر قصبہ میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے اس قدر رونا دھونا کیوں ہو رہا ہے۔

کسی نے کہا اس بڑھیا کا لڑکا جو باہر گیا ہوا تھا وہ مر گیا، اسی کا کسی نے تار بھیجا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ رونا دھونا ہو رہا ہے۔ ان حضرات میں کچھ پڑھے لکھے آدمی بھی تھے، انھوں نے وہ تار طلب کیا، دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ میں فلاں تاریخ کو گھر پہنچ رہا ہوں۔ یہ خبر جب بڑھیا

Scanned by CamScanner

نے سنی تو سب غم دور ہو گئے اور خوشی کے مارے اچھل پڑی۔

پھر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ اس طرح تار کو غلط کس نے پڑھا۔ پڑھنے والا تو وہاں سے اسی وقت چلا گیا تھا، بات یہ تھی کہ اسے پڑھنا آتا ہی نہیں تھا لیکن اس نے یہ کہنا مناسب نہیں سمجھا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا ہوں تاکہ شان میں کمی نہ آئے، کیونکہ وہ اپٹوڈیٹ بن کر جا رہا تھا، اس وجہ سے اس نے اپنے دل میں سوچا کہ تار تو مرنے والے کا ہی آتا ہے۔ یہ سمجھ کر اس نے کہہ دیا کہ آپ کا لڑکا مر گیا ہے اسی کا یہ تار ہے۔

فائدہ

ماقبل کے واقعے میں مذکور ہو چکا ہے کہ کسی کی ظاہری وضع قطع سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، آزمانے کے بعد ہی حقیقت حال واضح ہوتی ہے۔ بڑھیا اسی وجہ سے دھوکہ کھا گئی کہ اس نے لڑکے کی ظاہری وضع پر اعتماد کیا اور اسے پڑھا لکھا سمجھ لیا حالاں کہ وہ جاہل مطلق تھا۔

☆☆☆☆

(۱۳۲)

میرے گھٹنوں میں درد ہوتا ہے

ایک بڑھیا کو پرچہ لکھوانا تھا وہ ایک پڑھے لکھے لڑکے کے پاس گئی اور کہا بیٹا میرا ایک پرچہ لکھ دو، لڑکے نے جواب میں کہا امّی میرے گھٹنوں میں درد ہو رہا ہے، بڑھیا نے کہا بیٹا پرچہ تو ہاتھ سے لکھا جاتا ہے۔ اس میں گھٹنوں کا درد کیا رکاوٹ بن سکتا ہے۔ لڑکے نے کہا امّی میں جب کسی کو

پرچہ لکھتا ہوں تو اس پرچہ کو پڑھنے کیلئے مجھے ہی جانا پڑتا ہے۔ دوسرا کوئی اس پرچہ کو پڑھ نہیں سکتا۔

فائدہ

اس نے صحیح بات بتلا دی اور دھوکہ نہیں دیا، ٹھیک کیا۔ پہلے زمانے میں یہی صورت حال تھی کہ اولا تو عام لوگ پڑھنا لکھنا جانتے ہی نہیں تھے اور بہت سے لوگ پڑھ تو لیتے تھے لیکن صاف لکھ نہیں پاتے تھے، یہ بیچارہ بھی انھیں لوگوں میں سے تھا۔

☆☆☆☆

(۱۳۳)

نادان سے دوستی نہ کرنا

دو دوست تھے، ان دونوں میں بہت ہی گہری دوستی تھی۔ ایک دن دونوں جنگل کی طرف تفریح کرنے چلے، چلتے چلتے تھکان محسوس ہوئی تو ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے کیلئے بیٹھ گئے، کچھ دیر ہی بیٹھے تھے کہ اتفاق سے کہیں سے بھالو ان کی طرف چلا آ رہا تھا۔ تو ایک نے کہا چلو جلدی سے درخت پر چڑھ جائیں یہ کہہ کر وہ درخت پر چڑھ گیا۔ دوسرے نے کہا میں چڑھنا نہیں جانتا ہوں تو نیچے آ جا تاکہ دونوں مل کر اس کا مقابلہ کر لیں، لیکن وہ نیچے نہیں آیا۔

نیچے والے نے اپنی جان بچانے کیلئے یہ ترکیب کی کہ بالکل مردے کی طرح لیٹ گیا یہاں تک کہ سانس لینی بھی بند کر دی۔ بھالو جب آیا تو اس کے منہ اور کان کو سونگھا۔ وہ بھوکا تو تھا نہیں کہ اس کو کھانے لگتا مردہ سمجھ کر اسے چھوڑ کر چلا گیا، تب اس کے جان میں جان آئی۔ بھالو

Scanned by CamScanner

کے چلے جانے کے بعد دوسرا دوست نیچے اترا اور نیچے والے سے پوچھنے لگا کہ بھالو تیرے کان میں کیا کہہ رہا تھا اس نے جواب دیا کہ بھالو نے مجھے کہا کہ نادان سے دوستی نہ کرنا۔

فائدہ

دوستی کا حق تو یہی تھا کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرا درخت پر نہ چڑھتا۔ ایسے دوستوں سے کیا دوستی جو دستر خوان پر تو خوش مزاج اور بے تکلف ساتھی رہیں لیکن مصیبت کی گھڑی میں پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھیں۔ ایسے ہی دوستوں کو مطلب پرست اور مفاد پرست دوست کہا جاتا ہے اور ان سے دور رہنے کو کہا جاتا ہے۔

☆☆☆☆

(۱۳۴)

﴿رام ہی ملا رحیم نہیں﴾

ایک نواب صاحب کسی کو سلام نہیں کرتے تھے کوئی دوسرا سلام کرتا تو جواب دے دیتے خود سلام کرنا شان کے خلاف سمجھتے۔ وعظ و نصیحت کا کہیں جلسہ ہو تو وہاں جانا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتے۔ تقریباً چالیس سال کی عمر ہو چکی تھی۔ ایک مرتبہ محلہ والوں نے وعظ و نصیحت کا جلسہ رکھا اور بہت ہی اچھے عالم کو بلوایا۔ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہو گیا۔ نواب صاحب کا مکان اسی محلہ میں تھا اب تو مجبوراً سننا ہی پڑا، لوگوں نے ایک مائکروفون نواب صاحب کے گھر کے سامنے لگا دیا۔ اس نیت سے کہ ان کے کان میں بھی دین کی کچھ باتیں شاید پہنچ جائیں اور اپنا فخر چھوڑ دیں۔

جب وعظ شروع ہوا تو نواب صاحب اپنے آنگن میں کرسی لگا کر سننے کے لیے بیٹھ گیے۔ وعظ کرنے والے مولوی صاحب نے سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کے فضائل بیان کیے۔ نواب صاحب نے پورا بیان سنا تو دل میں احساس ہوا کہ لوگوں کو سلام کرنا چاہیے اور ارادہ کر لیا کہ کل سے میں بھی لوگوں کو سلام کروں گا۔ دوسرے دن صبح کو نہا دھو کر جب گھر سے نکلے تو اتفاق سے ایک ہندو سامنے سے آ رہا تھا۔ لباس اور شکل سے تو آج کل پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ ہندو ہے یا مسلمان۔ نواب صاحب نے مسلمان سمجھ کر زور سے کہا ''السلام علیکم'' اس نے نواب صاحب کے سلام کا جواب دیا ''رام رام'' کیونکہ وہ ہندو تھا۔ نواب صاحب نے اس کو مسلمان سمجھ کر اپنے مذہب کے طریقہ پر سلام کیا تو اس نے اپنے مذہب کے طریقے پر جواب دیا، نواب صاحب اپنے سلام کا جواب سنکر بہت تعجب کرنے لگے اور دل ہی دل میں کہنے لگے چالیس سال کے بعد سلام کیا پھر بھی رام ملا رحیم نہیں۔

فائدہ

احادیث میں سلام کرنے کے بہت سے فضائل وارد ہیں، دنیوی فائدہ یہ ہے کہ آپسی تعلقات بڑھتے ہیں، دل کا بُعد ختم ہوتا ہے، لوگوں کی نظروں میں عظمت بڑھتی ہے۔ اس لیے سلام کرنے میں سبقت کرنی چاہیے۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(۱۳۵)

قبلہ میرے باپ کا کہ تیرے باپ کا

ایک جاہل خان صاحب کہیں جا رہے تھے۔ اتفاق سے راستہ میں ایک بنیا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر خان صاحب کو غصہ آ گیا، پیچھے سے اس کا گریبان پکڑ کر اٹھا لیا اور کہنے لگے او سور کا بچہ تو کدھر منہ کر کے موتتا ہے یہ ہمارا قبلہ کا رخ ہے۔ ہم تیرے کو جان سے مار ڈالے گا۔ بنیا مارے خوف کے کانپنے لگا، خان صاحب سات فٹ لمبے چوڑے جوان آدمی تھے، بنیا ساڑھے تین فٹ کا تھا، اسلامی حکومت تھی، بنیا گھبرا کر کہنے لگا: اے خان صاحب اب ہم اپنی زندگی میں کبھی بھی ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ بنئے کے گڑگڑانے پر خانصاحب نے چھوڑ دیا۔ چھوڑتے وقت کہا کہ اب کبھی بھی ایسی حرکت دیکھی تو ہم تم کو جان سے مار ڈالے گا۔

اس بات کو دو چار مہینے ہو گئے، اتفاق سے وہی خان صاحب ایک دن قبلہ کی طرف منہ کر کے موت رہا تھا، بنئے کی نظر اس پر پڑ گئی بنئے نے پہچان لیا کہ یہ وہی خان صاحب ہیں، ذرا پوچھ تو لوں، یہ سوچ کر بنئے نے خان صاحب سے کہا: او خان صاحب تو کدھر منہ کر کے موت رہا ہے۔ خان صاحب نے مڑ کر دیکھا تو وہی بنیا تھا جن کو وہ ڈانٹ چکا تھا۔ خان صاحب نے کہا: او سور کا بچہ قبلہ ہمارے باپ کا کہ تیرے باپ کا۔

فائدہ

ایسے احمق اسلام کے نادان دوست اور بیوقوف سپاہی ہیں۔ اسلام کی رسوائی کا تو ذریعہ ایسے لوگ بنتے ہیں نیک نامی کا نہیں۔ مسلمانوں میں ایسے نادان اور اسلامی تعلیمات سے ناواقف لوگوں کی کمی نہیں ہے۔

(۱۳۶)

بیرنگ سفر

دو خان صاحب آپس میں دوست تھے اور دونوں جاہل، بالکل اَن پڑھ، اکھڑ مزاج اور انتہائی جھگڑالو، بات بات میں لوگوں سے لڑ جاتے تھے۔ سفر بھی دونوں ساتھ ہی میں کرتے تھے۔ یہ دونوں ٹرین سے کہیں جا رہے تھے، انگریزوں کا زمانہ تھا، اس زمانہ میں کوئلے کے انجن چلتے تھے اور سواری کے پانچ یا چھ ڈبے ہوتے تھے۔ اس وقت لوگ سفر بہت کم کرتے تھے۔ ٹرین کے سب ڈبے قریب قریب خالی ہوتے تھے۔ پوری ٹرین میں صرف ایک ”ٹی ٹی“ رہتا تھا۔ بہر حال یہ دونوں خان صاحب بغیر ٹکٹ ٹرین پر بیٹھ گئے۔ ایک خان صاحب نے اپنی پیشانی پر ڈاک ٹکٹ چپکا رکھا تھا اور دوسرا ویسے ہی بیٹھا تھا۔

اتفاق سے ٹی ٹی آ گیا، اس نے خان صاحب سے ٹکٹ طلب کیا تو جو خان صاحب پیشانی پر ڈاک ٹکٹ لگائے بیٹھے تھے، انھوں نے ٹی ٹی سے کہا ٹکٹ ہماری پیشانی پر لگا ہوا ہے، دیکھ لے۔ ٹی ٹی نے کہا یہ ٹکٹ تو ڈاک کا ہے، اس سے آپکا خط جا سکتا ہے، ٹرین کا نہیں ہے۔ اس خان صاحب نے کہا اس ڈاک کی ٹکٹ سے جب خط جا سکتا ہے تو ہم بھی اس سے جائیگا، ٹی ٹی سمجھ گیا کہ یہ جھگڑالو آدمی ہے، اس کو چھوڑ کر اس کے پاس میں جو دوسرا خان صاحب بیٹھا ہوا تھا اس سے ٹکٹ مانگا، تو اس خان صاحب نے جواب میں کہا کہ ہم بیرنگ جا رہے ہیں۔ ٹی ٹی نے کہا کہ بیرنگ تو خط جا سکتا ہے۔ یہ سن کر خان صاحب نے کہا جب خط جا سکتا ہے تو ہم بھی بیرنگ جائیگا۔ ٹی ٹی خاموش ہو گیا، کچھ بولا نہیں، جب جنکشن آیا تو پولیس کو بلا کر ان دونوں خان صاحبوں کو پولیس کے حوالے کر دیا۔

Scanned by CamScanner

فائدہ

بغیر ٹکٹ ٹرین میں سفر کرنا، یا زائد از اجازت سامان لیکر چلنا شریعت کے نزدیک سب ناجائز ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا کرتا ہے تو یہی نہیں کہ کو خود پکڑے جانے کے بعد ذلیل و رسوا ہوتا ہے بلکہ تمام مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ اس لیے ایسی حرکت سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆

(۱۳۷)

﴿اگر کہوں تو ماں ماری جائے ورنہ باپ کھائے کتا﴾

ایک عورت کو ایک بِلّا بہت ہی پریشان کرتا تھا۔ عورت نے سوچا کہ اس بِلّے کو کسی ترکیب سے مار ڈالنا چاہئے، تا کہ روزانہ کی پریشانی سے نجات ملے۔ ایک روز عورت ڈنڈا لیکر بِلّے کی تاک میں بیٹھی تھی، اتفاق سے بِلّا آ گیا۔ عورت نے موقع پا کر ایسا زور سے ڈنڈا مارا کہ بِلّا وہیں تڑپ کر مر گیا۔ بلے کے مر جانے پر عورت بہت گھبرائی، کیونکہ اڑوس پڑوس میں سب ہندو رہتے تھے۔ ان کو اگر بِلّے کے مر جانے کی خبر ہو جائیگی تو ہو سکتا ہے فساد ہو جائے، فساد سے بچنے کیلئے عورت سوچنے لگی کہ اس بِلّے کو کہاں پھینکا جائے۔

جھگڑے اور فساد سے بچنے کیلئے عورت نے بلے کی کھال وغیرہ اتار کر اس کا سالن بنا ڈالا، اس نیت سے کہ حرام تو ہے پھر بھی اس کو کھا جائیں گے، تو کم سے کم جھگڑے کی نوبت تو نہیں آئے گی۔ چھ سات سال کا اس کا ایک لڑکا تھا وہ یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا، دن کے ایک بجے بچے

کے والد صاحب گھر پر کھانا کھانے کیلئے آئے، تو بچہ گھر کا دروازہ پکڑ کر کھڑا کھڑا ایک جملہ بار بار دوہرا رہا تھا وہ جملہ یہ تھا:

'اگر بولوں تو ماں مار کھائے ورنہ باپ کھائے کتا''۔

بچہ بہت پریشان تھا کہے نہ کہے، اگر کہتا ہے تو باپ ماں کو اس کی اس حرکت پر مارے گا اور اگر نہیں کہتا تو باپ بِلّے کا سالن کھائیگا۔ جب باپ نے باصرار پوچھا تو بچے نے اس شرط کے ساتھ صورت حال بیان کر دی کہ ماں کو آپ ماریں گے نہیں۔ بالآخر باپ کو معلوم ہو گیا اور وہ بلا کھانے سے بچ گیا۔

فائدہ

عورت کس قدر بیوقوف تھی کہ کتے کو چھپانے کے لیے اسے اس ترکیب کے علاوہ کوئی اور ترکیب نہیں سمجھ میں آئی، لیکن اسی کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ کتنا عقل مند کہ ماں کو اس حماقت پر مار کھانے سے بھی بچالیا اور باپ کو کتا کھانے سے بھی۔ کتا ہر حال میں حرام ہے، اس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ اس سے پرہیز ضروری ہے۔

☆☆☆☆

(۱۳۸)

﴿لالچ لے ڈوبی﴾

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک شیر اس کو مار ڈالنے کیلئے آ رہا ہے۔ وہ شیر کے

Scanned by CamScanner

ڈر سے بھاگنے لگا، شیر بھی اس کے پیچھے بھاگا ہوا آرہا تھا، بھاگتے بھاگتے ایک درخت راستے میں آ گیا تو وہ اس پر چڑھ گیا، شیر نیچے آکر کھڑا ہو گیا، اس نے جو نیچے دیکھا تو شیر کھڑا ہے۔ اور ایک بہت بڑا زمین میں گڑھا ہے اس میں بہت بڑا کالا سانپ بیٹھا ہے، اور اس کی طرف دیکھ رہا ہے یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد اسکے دل کی گھبراہٹ تیز ہو گئی۔

جس ڈالی پہ وہ بیٹھا تھا، اس کو غور سے دیکھا تو اسے دو چوہے کاٹ رہے تھے، ایک سفید چوہا ہے دوسرا کالا۔ اس نے سوچا کہ اس ڈالی کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری ڈالی پکڑ لی جائے ورنہ یہ ڈالی تو ٹوٹ جائے گی۔ نیچے شیر بھی کھڑا ہے اور گڑھے میں سانپ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ سوچ کر دوسری ڈالی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا جہاں اس کا ہاتھ پڑا وہاں پر پہلے کبھی شہد بیٹھی ہو گی، شہد کی مکھیاں تو وہاں نہیں تھیں کہیں دوسری جگہ چلی گئی تھیں، لیکن شہد لگا ہوا تھا اور بہت تھا۔

اس کو یہ خیال آیا کہ کم سے کم شہد تو کھالوں ورنہ اس ڈالی کو پکڑنے سے وہ سب شہد نیچے زمین میں گر جائے گا، یہ سوچ کر وہ شہد کھانے لگا ابھی پوری شہد کھا نہیں پایا تھا کہ ڈالی کو چوہوں نے کاٹ ڈالا، اور وہ آدمی ڈالی سمیت نیچے گر پڑا۔ نیچے گرتے ہی شیر نے پنجہ مار کر گڑھے میں گرا دیا۔ جب گڑھے میں گرا تو سانپ نے بھی اسے ڈس لیا۔ خواب میں یہ سب دیکھ ہی رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔

فائدہ

لالچ بہت ہی بری چیز ہے، اس شخص کی حرص و لالچ کا اندازہ لگایئے کہ شیر و سانپ جیسے ہلاک کر دینے والے جانور نیچے موجود ہیں، جس ڈالی پر بیٹھا تھا وہ گرنے والی، اس کے باوجود شاخوں پر لگی معمولی شہد کے چاٹنے کے لیے دل بیچین، بالآخر شہد تو منہ میں نہ آئی، شیر و سانپ کا وہ لقمہ بن گیا۔ ناس ہو اس حرص و ہوس کا۔

☆☆☆☆

(۱۳۹)

﴿نہ ایسے چین نہ ویسے چین﴾

ایک آدمی کے ایک بیٹا تھا، تقریباً بیس سال کا ہو چکا تھا۔ اس کے پاس ایک گھوڑا تھا، ایک روز باپ بیٹا دونوں گھوڑے پر سوار ہو کر سفر کے لیے نکلے۔ گھوڑا کچھ کمزور تھا، دونوں سوار ہو کر جا رہے تھے، راستے میں ایک آدمی ملا، وہ کہنے لگا: ایسے کمزور گھوڑے پر آپ دونوں سوار ہو، اس جانور پر رحم نہیں آتا، مناسب تو یہ تھا کہ ایک آدمی گھوڑے پر بیٹھے اور ایک پیدل چلے۔ یہ سنکر باپ نے کہا: بیٹا! تم گھوڑے پر بیٹھو میں پیدل چلتا ہوں۔ لڑکے کو گھوڑے پر بٹھایا اور باپ پیدل چلنے لگا۔

کچھ دور گئے تھے کہ ایک آدمی راستے میں ملا، گھوڑے پر بیٹھے ہوئے لڑکے سے کہنے لگا: ارے تو جوان ہو کر گھوڑے پر سوار ہے اور بوڑھے باپ کو پیدل چلا رہا ہے۔ تجھ کو اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا؟ اس کی بات سنکر بیٹے نے باپ سے کہا: ابا جان! آپ گھوڑے پر بیٹھیں میں پیدل چلتا ہوں۔ لڑکے نے اپنے باپ کو گھوڑے پر بٹھایا اور خود پیدل چلنے لگا۔

کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک اور آدمی راستے میں ملا اس نے بوڑھے کی طرف مخاطب ہو کر کہا: کیا تیری عقلمندی ہے بچے کو پیدل چلا رہا ہے اور خود گھوڑے پر سوار ہے۔ یہ بات سنکر باپ نے بیٹے سے کہا بیٹا کیا کیا جائے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان ہم دونوں پیدل چلیں اور گھوڑے کو خالی ساتھ لے چلیں۔ اب دونوں باپ بیٹا پیدل چلنے لگے۔

کچھ ہی دور چلے تھے کہ پھر ایک آدمی ملا اور ان دونوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: تم دونوں کتنے بڑے بیوقوف ہو گھوڑا ساتھ ہونے کے باوجود پیدل چل رہے ہو۔ یہ سن کر باپ نے بیٹے سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جاے؟ بیٹے نے کہا اب ہم دونوں ملکر گھوڑے کو اٹھا لیں، لہٰذا

Scanned by CamScanner

ایک لکڑ الیا، اس سے گھوڑے کو باندھ کر باپ بیٹے دونوں چلے۔

کچھ دور گئے تھے کہ راستے میں پھر ایک آدمی ملا اور کہنے لگا کیا گھوڑا بیمار ہے؟ گھوڑے پر آپ صاحبوں کو بیٹھنا چاہئے بجائے اس کے گھوڑے کو تم اٹھا کر چل رہے ہو، تم جیسے بیوقوف لوگ ہم نے زندگی میں نہیں دیکھے۔ یہ بات سنکر دونوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ دنیا والوں کو ہماری ایک بھی ادا پسند نہیں آتی۔ دونوں کا مشورہ یہ ہوا کہ اب دونوں گھوڑے پر سوار ہو کر چلیں، جو کہتا ہے اس کو کہنے دو، ہم دنیا والوں کو سمجھا نہیں سکتے، دونوں گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیئے۔

فائدہ

اہل دنیا عموماً دوسروں کے عمل، قول اور سامان پر تنقید کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں، ہر چیز میں کمی نکالیں گے، ہر بات پر اعتراض کریں گے، ہمت افزائی کے بجائے دل شکنی کریں گے، خواہ وہ بالکل درست اور صحیح ہو۔ اس کے بالمقابل اپنے قول، عمل اور سامان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیں گے، خواہ وہ انتہائی نامناسب، غلط اور بھونڈی ہو۔

یہ ایک طرح کا نفاق ہے، جو اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔ دوسروں کی ہمت افزائی کرنا، ایسی بات کہنا جس سے مخاطب کا دل خوش ہو نیز اپنی غلطی کو تسلیم کرنا؛ یہ سب صفات جس کے اندر ہوں وہی اچھا انسان ہے۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ انسان کو جو کچھ کرنا ہے فی نفسہٖ اگر وہ درست اور خلاف شریعت نہیں ہے تو کرتا رہے، دوسروں کے بے جا اعتراضات کو نہ دیکھے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، ورنہ کچھ بھی نہیں کر پائے گا۔

☆☆☆☆

(۱۴۰)

﴿مرد کی اصل پہچان﴾

ایک عورت ایک مرد پر عاشق ہو گئی، عورت نے مرد سے کہا: میں تیرے نکاح میں آنا چاہتی ہوں، مرد نے کہا میں تو شراب کا عادی ہوں، عورت نے کہا مجھے اس سے کیا نقصان، مجھے تو تیرے نکاح میں آنا ہے۔ مرد نے کہا: میری عادت چوری کرنے کی بھی ہے، عورت نے کہا مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ مرد نے کہا میں اپنی بات اور زبان کا پابند نہیں ہوں، عورت نے کہا یہ تو بہت ہی بری بات ہے کہ آپ مرد ہو کر بات اور زبان کے پابند نہ رہ سکو، جو مرد زبان کا پابند نہ ہو، اس سے میں نکاح نہیں کروں گی۔

فائدہ

جو مرد زبان اور بات کا پابند نہ ہو، وہ کیا مرد ہے؟ مردانگی تو یہی ہے کہ آدمی جو کہہ دے اس بات پر اگر وہ درست ہے تو پھر ڈٹا رہے۔ جو وعدہ کر لے اس کے خلاف قطعاً نہ کرے خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ مسلمانوں کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ وعدے کے پکے اور بات کے سچے ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆

Scanned by CamScanner

(١٤١)

﴿میاں مٹھئیں، اللہ اٹھئیں﴾

ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ وہاں ایک تیلی کولہو چلاتا تھا، تیل نکلوانے کیلئے کوئی مونگ پھلی لاتا، کوئی سرسوں اور کوئی تل لیکر آتا۔ اگر تل آتا تو تیلی کی نیت خراب ہو جاتی اور ان تلوں میں سے ایک مٹھی تل نکال کر اپنے کوٹھے پر ڈال دیتا۔ سال بھر میں کوٹھا تل سے بھر جاتا، جب کوٹھا تل سے بھر جاتا تو کولہو چلانے کیلئے اس کے پاس جو اونٹ تھا وہ مرجاتا۔ یعنی اونٹ کی قیمت کے مقدار میں جب تل جمع ہو جاتے تھے تو کولہو چلانے والا اونٹ مر جاتا تھا۔ ہر سال اسی طرح ہوتا تھا۔

اس پر تیلی نے اپنی زبان میں ایک شعر کہا وہ یہ ہے:

میاں مٹھئیں، اللہ اٹھئیں

مطلب یہ ہے کہ میں ایک ایک مٹھی تل چرا کر کوٹھا بھر لیتا ہوں تو کولہو چلانے والے اونٹ کو اللہ تعالی اٹھا لیتے ہیں۔

فائدہ

اسی کو کہتے ہیں مکافاتِ عمل، کہ چوری کے ذریعہ جو کچھ وہ حاصل کرتا تھا، اللہ تعالی اونٹ کو مار کر برابر کر دیتے تھے، اس بات کو یہ سمجھ بھی گیا تھا، مگر ہائے بدقسمتی کہ باز نہیں آتا تھا۔ چوری کرنے والا یہی سمجھتا ہے کہ وہ چوری کے ذریعہ اپنی دولت میں اضافہ کر رہا ہے، لیکن حقیقت پسند چوروں کا کہنا ہے کہ اس مال میں اس قدر بے برکتی ہوتی ہے کہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ مال کب آیا اور کب چلا گیا۔

☆☆☆☆

(١٤٢)

﴿عقلمند عورت﴾

ایک سیٹھ لوگوں کی امانتیں رکھتا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جس زمانے میں بینکوں کا رواج عام نہیں ہوا تھا۔ اس زمانے میں جس انسان پر لوگوں کا اعتماد اور یقین ہوتا تھا کہ یہ آدمی امانت میں خیانت نہیں کریگا، اس کے پاس اپنی رقم یا کوئی قیمتی سامان رکھدیا کرتے تھے۔ ایک آدمی کہیں سفر میں جا رہا تھا تو اس نے پانچ ہزار روپیہ امانت کے طور پر اس سیٹھ کے پاس رکھدیا۔

دو تین سال کے بعد جب سفر سے واپس آیا اور اپنی امانت سیٹھ کے پاس لینے گیا تو اس سیٹھ کی نیت خراب ہوگئی اور امانت کی رقم دینے میں حیلے بہانے کرنے لگا۔ اسی طرح سے پانچ چھ مہینے گزر گئے، جس نے امانت رکھی تھی وہ بہت پریشان تھا کہ اپنی رقم حاصل کرنے کیلئے کیا کیا جائے۔ جس سے بھی شکایت کرتا وہ یہی جواب دیتا کہ ہم اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ اتفاق سے ایک عورت تھی، اس نے اس سے کہا کہ فلاں سیٹھ کے پاس میں نے پانچ ہزار روپیہ امانت کے طور پر دو تین سال پہلے رکھے تھے اب وہ مجھے واپس نہیں کر رہا، میں کیا کروں، کوئی صورت سمجھ میں آتی ہو تو بتلاؤ؟ کہ وہ رقم مجھے واپس مل جائے۔ عورت کے دماغ میں ایک ترکیب آئی، اس کے پاس لاکھوں روپے کے زیورات تھے۔ عورت نے اس امانت رکھنے والے سے کہا کہ دیکھو ہمارے یہ زیورات جو لاکھوں روپیہ کے ہیں یہ سب زیور لیکر میں کل صبح اس سیٹھ کے پاس جاؤں گی اور کہوں گی کہ سیٹھ جی میں حج پر جا رہی ہوں اور یہ لاکھوں روپے کے زیورات ہیں، ان کو میں آپ کے پاس امانت کے طور پر رکھنا چاہتی ہوں۔ یہ کہہ کر میں اس سیٹھ کو اپنے سب زیورات دکھا دوں گی۔ تو وہ لالچ میں آجائے گا۔ ٹھیک اسی وقت آپ اپنی امانت لینے کے لئے

Scanned by CamScanner

سیٹھ کے پاس آجانا۔

دوسرے دن وہ عورت وعدے کے مطابق زیورات لیکر سیٹھ کے پاس پہنچ گئی۔ اس سیٹھ کو اپنے سب زیورات دکھانے لگی کہ ہم نے آپ کی بہت شہرت سنی ہے کہ آپ سے بڑھ کر فی الحال ایسا دوسرا انسان کوئی نہیں ہے جس کے پاس لاکھوں روپے کے زیورات رکھے جائیں، میں حج کو جارہی ہوں اور یہ سب زیورات آپ کے پاس امانت رکھنا چاہتی ہوں۔ لاکھوں روپے کے زیورات دیکھ کے سیٹھ کے منھ میں پانی آگیا کہ یہ تو بہت بڑا کام ہوگیا۔ اسی وقت وعدے کے مطابق وہ آدمی اپنی امانت سیٹھ کے پاس لینے کے لئے آگیا، سیٹھ نے اس کو آتے ہوئے دیکھ کر سوچا کہ یہ آدمی ابھی اپنی امانت کا مطالبہ کرے گا اور میں لوگوں کی امانتیں دینے میں خیانت کرتا ہوں، اگر اس عورت کو پتہ چل گیا تو یہ زیورات ہاتھ سے چلے جائیں گے۔ یہ سوچکر اس عورت پر اپنا اثر ڈالنے کیلئے اس کے بولنے سے پہلے ہی منیم سے کہا کہ یہ جو آدمی آرہا ہے۔ اس کے پانچ ہزار روپیے ہمارے پاس امانت رکھے ہوئے ہیں، وہ اس کو دیدو۔ منیم نے سنتے ہی پانچ ہزار روپے دیدیئے۔

جب اس آدمی نے اپنی امانت اپنے ہاتھ میں لے لی تو عورت نے اپنے نوکر کو سمجھا رکھا تھا کہ تم ٹھیک اتنے بجے سیٹھ کے گھر آجانا اور مجھے کہنا کہ آپ کو آپ کے خاوند جلد بلارہے ہیں۔ اس نوکر نے ٹھیک اسی وقت آکر عورت سے کہا کہ آپکو آپ کے خاوند بلارہے ہیں۔ یہ سنکر عورت نے اپنا بکسہ بند کردیا اور اٹھ کر چل دی، چلتے وقت عورت نے سیٹھ سے کہا کہ بعد میں آؤں گی۔ عورت کی چالاکی کامیاب ہوگئی۔

سیٹھ بھی اس بات کو سمجھ گیا کہ پانچ ہزار روپیہ نکالنے کیلئے ان لوگوں کی یہ ترکیب تھی۔ جس کو اپنی امانت مل گئی تھی وہ خوشی کے مارے سیٹھ کے مکان کے باہر میدان میں ناچنے لگا، سیٹھ

بھی اس کو ناچتے دیکھ کر اسی میدان میں آکر ناچنے لگا، ان دونوں کو ناچتے ہوئے دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ان دونوں کے ناچنے کی کیا وجہ ہے؟

جب سب کو ان کے ناچنے کی وجہ معلوم ہوئی تو کسی نے سیٹھ سے پوچھا کہ سیٹھ جی اس آدمی کو تو اس کے پانچ ہزار روپے کی امانت ملی وہ اس خوشی میں ناچ رہا ہے۔ آپ کے ناچنے کی کیا وجہ ہے۔ سیٹھ جی نے جواب دیا کہ مجھے ایک سبق سیکھنے کو ملا کہ زیادہ رقم کی لالچ میں آکر تھوڑی رقم کسی کو واپس نہیں کرنا چاہئے۔

فائدہ

امانت کو جوں کا توں واپس کرنا واجب ہے، اس کو لے لینا اور واپس نہ کرنا حرام ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

لا ایمان لمن لا امانة له (وہ شخص مومن کامل نہیں جو امانت دار نہیں)

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر ان کے پاس کوئی امانت رکھے، تو اس کو ادا کردیں، خیانت نہ کریں۔

☆☆☆☆

(۱۴۳)

﴿جہاں تھے وہیں کے وہیں رہے﴾

ایک چھوٹے سے قصبہ میں ایک غریب مہاراج اکیلے رہتے تھے اور قصبہ میں بھیک

Scanned by CamScanner

مانگ کر کھاتے تھے۔ روزانہ ایک دن کا کھانے کا سامان مل جاتا، اسی پر وہ قناعت کر لیتے، زیادہ مانگنے کی عادت نہیں تھی۔ ایک دن اس نے سوچا کہ پورے قصبے میں گھوم کر مانگ لیا جائے تو دو تین دن کا سامان مل جائے گا، مانگ کر جب واپس آئے تو اتفاق سے تین مہمان بیٹھے ہوئے تھے، ان کو دیکھ کر مہاراج دل میں سوچنے لگے کہ آج کی محنت تو بیکار گئی، جتنا مانگ کر لایا ہوں اتنا تو یہ لوگ کھا جائیں گے اور ایسا ہی ہوا۔

کچھ دنوں کے بعد اس نے پھر سوچا کہ سارا دن قصبے میں اور اڑوس پڑوس کے دیہاتوں میں مانگ لیا جائے، پھر ایک ہفتہ تک گھر میں بیٹھ کر کھاتے رہیں گے، روزمرّہ مانگنے سے نجات مل جائیگی۔ یہ سوچ کر ایک دن صبح ہی کو مہاراج مانگنے کیلئے گھر سے نکل گئے، اپنے قصبے کے علاوہ اطراف کے دیہاتوں میں بھی مانگتے رہے، دن بھر یہ کام کرتے رہے تو آٹھ دس آدمیوں کے کھانے کا جتنا سامان مل گیا۔ جب شام کو واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آٹھ دس مہمان بیٹھے ہیں۔ ان کو دیکھ کر مہاراج گھر کے دروازے کے پاس ہی کھڑے ہو گئے، اندر نہیں آ رہے تھے، مہمانوں نے پوچھا: مہاراج! دن بھر کہاں گئے تھے؟ مہاراج نے جواب دیا کہ کہیں نہیں گئے تھے، وہیں کے وہیں تھے۔ مہاراج کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جس نیت سے میں دن بھر محنت کر کے جو کچھ لایا ہوں وہ سب آپ لوگ کھا جاؤ گے تو میرا جانا نہ جانا دونوں ایک سا ہو گیا۔

فائدہ

ہر ایک کی روزی مقدر ہے، نہ اس سے زیادہ ملے گی اور نہ کم، تگ و دو خواہ کتنی ہی کر لے۔ اس لیے انسان کو جو کچھ بآسانی مل جائے، اسی پر قناعت کر لینی چاہیے، بہت زیادہ کی حرص نہیں کرنی چاہیے۔

باباجی کے ذہن میں جو خیال آیا کہ چلو آج زیادہ مانگ لیں، درحقیقت وہ اللہ تعالی

مہمانوں کے کھانے کا انتظام کر رہا تھا، لیکن بابا اسے نہ سمجھ سکا۔ اسی لیے اسے تکلیف ہوئی، ورنہ اگر وہ یہ سوچ لیتا کہ چلیے! اچھا ہی ہوا کہ آج زیادہ مانگ لیا تھا، مہمانوں کا انتظام ہو گیا تو یقیناً اس کا دل خوش ہوتا۔

☆☆☆☆

(۱۴۴)

بنئے سے سیانا، سو دیوانہ

ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک بنیا، ایک مہاراج اور ایک گرو جی رہتے تھے، بنیا کی قصبہ میں چھوٹی سی دوکان تھی، مہاراج قصبہ میں بھیک مانگ کر کھاتے تھے، گرو جی ایک چھوٹا سا آشرم چلاتے تھے، تنوں کی گہری دوستی تھی۔ ایک دن تینوں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے کہ ہم لوگوں کو مل کر حصّہ داری میں ایک کھیت خرید لینا چاہئے، تا کہ اس میں جو دھان وغیرہ ہو، اس سے ہم لوگوں کو گھر خرچ میں کچھ مدد ملتی رہے، بات پکّی ہو گئی اور تینوں نے مل کر حصّہ داری میں ایک بہت بڑا اور بہترین کھیت خرید لیا۔

جب کھیت بونے کا موسم آیا تو تینوں نے مشورہ کیا کہ کھیت میں کیا بویا جائے؟ مہاراج نے کہا: پہلے حصّہ کیسے ہوگا؟ اس کا فیصلہ کر کے سمجھ لو، اس کے بعد جو کچھ بونا ہے بویا جائے۔ بنئے نے کہا کہ آپ دونوں صاحبان جس طرح مناسب سمجھو حصّوں کی تقسیم کر لو، مجھے آپ صاحبوں کا فیصلہ منظور ہے۔ اس پر مہاراج بولنے لگے: دیکھو جو بھی کھیت میں بویا جائیگا اس میں سے اوپر والا گرو جی کو دیا جائیگا، بیچ والا حصّہ میں خود لونگا اور بنیا تجھے نیچے والا حصّہ دیں گے۔ اس طرح سے

Scanned by CamScanner

تقسیم ہو گئی اور بنیا راضی ہو گیا۔

جب حصہ داری کی بات طے ہو گئی تو مہاراج بنئے سے پوچھنے لگا، اب آپ بتایئے کیا بویا جائے؟ بنیا مہا چالاک ہوتا ہے اس کو نیچے کا حصہ دینے کی بات طے ہو گئی تھی۔ اس نے سوچ سمجھ کر کہا کہ میری رائے کے مطابق تو کھیت میں شکر قند بوئے جائیں، جب پک کر تیار ہوں گے تو شکرات کا مہینہ ہوگا، اس مہینے میں لوگ اپواس کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے، پھل وغیرہ زیادہ کھاتے ہیں اور شکر قند بھی پھل ہی کی قسم میں سے گنی جاتی ہے، اس کا بھاؤ بھی اچھا ملے گا۔ بنئے کے مشورے کو ان لوگوں نے قبول کر لیا اور کھیت میں شکر قند بو دیئے۔

جب پک کر تیار ہو گئے تو تینوں اپنا حصہ لینے کے لئے کھیت پر پہنچ گئے۔ ان لوگوں کی شرط کے مطابق اوپر کے پتے تو گرو جی کو ملے، بیچ کا ڈنڈا مہاراج کو ملا اور شکر قند سب کے سب بنیا لے گیا۔

یہ حالت دیکھ کر دونوں غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے کہ اب کہ جب کھیت بویا جائے گا تو گرو جی آپ نیچے والا حصہ لینا، میں اوپر والا حصہ لونگا اور بنئے کو بیچ والا حصہ دیں گے۔

جب دوسری مرتبہ کھیت بونے کا وقت آیا تو تینوں مل کر مشورہ کرنے لگے کہ اس مرتبہ کھیت میں کیا بویا جائے، مہاراج کہنے لگا پہلے حصے تقسیم کر لو بعد میں بویا جائے گا۔ بنئے نے کہا میں تو آپ صاحبوں کی رضامندی پر راضی ہوں، آپ صاحبان مجھے جو دو گے وہ مجھے منظور ہے۔ یہ سنکر مہاراج بولنے لگے دیکھو اس مرتبہ نیچے کا حصہ گرو جی کو دیا جائے گا، اوپر کا حصہ میں لوں گا اور بیچ والا حصہ تجھے دیں گے۔ بنئے نے کہا: میرا آپ صاحبوں سے کوئی اختلاف نہیں ہے، آپ صاحبان جو حصہ میرے لئے مناسب سمجھو گے وہ حصہ مجھے منظور ہے۔ حصہ داری کی بات ہو جانے کے بعد وہ دونوں بنئے سے پوچھنے لگے کہ آپ ہی بتائیں کہ کھیت میں کیا بویا جائے؟ بنیا

مہا چالاک تھا، ان دونوں کے بھولے پن سے خوب فائدہ اٹھا رہا تھا، اس نے سوچ سمجھ کر کہا کہ گنا بویا جائے تو اچھا رہے گا، چونکہ شکر کا بھاؤ دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ اس وجہ سے گنے کا بھاؤ بھی اچھا ملے گا۔

بنئے کے مشورے کو ان لوگوں نے مان لیا اور کھیت میں گنا بو دیا۔ جب گنا تیار ہو گیا اور کھیت کٹنے لگا، تو تینوں اپنا اپنا حصہ لینے کے لئے کھیت پر آ گئے، ان لوگوں کی شرط کے مطابق اوپر والا حصہ تو مہاراج کو ملا جو صرف پتے ہی پتے تھے، بنئے کو بیچ والا حصہ جو اصل چیز تھی اور نیچے کے تھونڈے جو تھے وہ گرو جی کو ملے۔ جو کسی کام کے نہیں تھے۔ یہ نظارہ دیکھ کر دونوں کو بنئے پر بہت غصہ آیا اور کہنے لگے کہ اب کی بار بنئے کو اوپر والا حصہ دیں گے۔

جب تیسری بار کھیت بونے کا وقت آیا تو پھر تینوں جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ کھیت میں کیا بویا جائے۔ مہاراج نے کہا دیکھو پہلے میری بات سن لو اس کے بعد کھیت بونے کی بات ہوگی، مہاراج نے کہا: دیکھ بنئے! دو مرتبہ کھیت بویا گیا اور دونوں مرتبہ سارا مال تو ہی لے گیا، ہم دونوں کو کچھ بھی نہیں ملا، لہٰذا اب کی بار ہم تجھ کو اوپر والا حصہ دیں گے، بیچ والا گرو جی کو اور نیچے والا حصہ میں لونگا۔ بنئے نے کہا آپ صاحبان جو حصہ میرے لئے طے کرتے ہو، وہی میں لیتا ہوں پھر بھی مجھ سے ناراض ہو جاتے ہو، یہ تو اچھا نہیں ہے۔ میں نے اپنی مرضی سے کبھی حصہ نہیں لیا اور نہ تو میں نے کسی حصہ کے لئے ضد کی ہے۔

آپ لوگ جو میرے لئے مناسب سمجھتے ہو وہی حصہ میں لیتا ہوں، اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ آپ صاحبوں نے پہلے سال مجھے نیچے کا حصہ دیا تو میں نے نیچے کا حصہ لے لیا، دوسرے سال بیچ کا حصہ دیا تو میں نے بیچ کا لے لیا، اب تیسری بار اوپر والا حصہ دے رہے ہو تو میں اوپر والا حصہ لے لونگا، اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔ بنئے کی باتیں سنکر مہاراج

بنئے سے پوچھنے لگا، بتاؤ اب کی بار کھیت میں کیا بویا جائے ۔ یہ ان لوگوں کا بھولا پن تھا کہ پوچھتے ہیں بنئے سے کہ کیا بویا جائے، بنیا مہا چالاک ۔ اس نے کہا میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اب کی بار باجرا بویا جائے۔

بنئے کے مشورے کو ان لوگوں نے مان لیا اور باجرا بو دیا، جب کھیت پک کر تیار ہو گیا او رکٹائی کا وقت آیا تو تینوں کھیت پر پہنچے، مشورہ کے مطابق اوپر کا مال جس میں دانہ تھا وہ تو بنیا لے گیا، بیچ کا حصہ گرو جی کو ملا اور نیچے کے ٹھونڈے جو تھے وہ مہاراج کے حصہ میں آئے جو کسی کام کے نہ تھے ۔ یہ نظارہ دیکھ کر دونوں بنئے پر غصہ ہونے لگے اور کہنے لگے کھیت بیچ ڈالو اور اس کی رقم سے بہت بڑھیا ایک بھینس حصہ داری میں خرید لو، کھیت میں بنیا ہم کو ہر وقت دھوکہ دیتا ہے۔ بنئے نے کہا جیسی آپ صاحبوں کی مرضی ہو ایسا ہی کرو مجھے منظور ہے۔ تینوں نے مل کر کھیت کو بیچ ڈالا۔

جب رقم ہاتھ میں آئی تو منڈی والے دن بھینس خریدنے کے لیے تینوں چلے، راستے میں بات ہونے لگی کہ بھینس خریدنے سے پہلے حصہ داری کو سمجھ لو پھر بھینس خریدو ۔ بنئے نے کہا مجھے آپ صاحبوں کی بات منظور ہے، ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بنئے کو بھینس میں سے کون سا حصہ دیا جائیگا، دونوں نے بھولے پن کی وجہ سے مشورہ میں یہ طے کیا کہ آگے والا حصہ ہم رکھیں اور پیچھے والا حصہ بنئے کو دیا جائے کیونکہ گوبر اور بھینس کا مُوت کون صاف کریگا۔ ان دونوں کا بھولا پن دیکھئے، ان لوگوں نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ دودھ بھی تو پیچھے ہی ہوتا ہے۔ یہ مشورہ کر کے بنیے سے کہا: دیکھ بنیا! بھینس خریدنے سے پہلے حصہ کو سمجھ لو، آگے والا حصہ ہمارا رہے گا اور پیچھے والا حصہ تیرا رہے گا۔ بنیا مسکرایا کہ یہ دونوں کس قدر بیوقوف ہیں بھینس کو کھلائیں گے وہ اور دودھ مجھے ملے گا، اس نے کہا مجھے آپ صاحبوں کی شرط منظور ہے۔

حصہ داری طے ہو جانے کے بعد منڈی والے روز تینوں منڈی میں بھینس خریدنے کیلئے چلے۔ ایک بھینس بہت ہی اچھی تھی اس کو خرید کر لے آئے، اب بھینس کو کھلاویں پلاویں مہاراج اور گرو جی، اور دودھ سب کا سب لے جائے بنیا۔ یہ دیکھ کر دونوں بہت غصہ ہوئے، بھینس کو بیچ ڈالا اور بھاگیداری کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔

فائدہ

چالاکی اور عیاری سے کسی مال میں ایسی شرکت کہ کسی ایک فریق کو نقصان ہو اور دوسرے کو فائدہ، خواہ رضا مندی ہی سے یہ شرکت ہو، شریعت کے نزدیک حرام ہے۔ اسلام کا ضابطہ ہے کہ نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ کسی قسم کا نقصان خود اٹھاؤ۔

سود، جوا اور سٹہ وغیرہ میں چوں کہ یہی سب ہوتا ہے کہ کسی ایک فریق کو تو نفع ملتا ہے اور دوسرے کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے، چنانچہ اسلام میں یہ چیزیں بھی حرام پائیں۔

☆☆☆☆

(۱۴۵)

﴿الیکشن کا نشہ﴾

ایک اچھا خاصا قصبہ تھا۔ وہاں کے دو بچوں میں بہت ہی گہری دوستی تھی ۔ دونوں ہم عمر تھے ۔ دونوں نے ایک ہی کالج میں پڑھ کر ڈگری حاصل کی ۔ اس کے بعد اپنے کاروبار کے سلسلے میں قصبہ سے باہر دوسری جگہ چلے گئے، مثال کے طور پر ایک تو مہاراشٹر میں رہنے لگا اور دوسرا

Scanned by CamScanner

یو پی میں۔دونوں نے اچھی خاصی ترقی کی اور لکھ پتی ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد دونوں کی ملاقات ہوئی تو دونوں ایک دوسرے کو اپنی اپنی داستان سنانے لگے۔

ایک نے کہا میں نے تجارت میں خوب محنت کی اور لکھ پتی بن گیا، لیکن مجھے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا، یہاں تک کہ گھر کا سارا سامان بھی لوٹ لے گئے۔ جب اپنی بات بیان کر چکا تو دوسرے دوست نے اپنی داستان بیان کرنی شروع کی اور کہنے لگا کہ میں نے بھی تجارت میں خوب ترقی کی تھی۔اور آن کی آن میں لکھ پتی بن گیا تھا، لیکن چناؤ میں لٹ گیا اور بھیک مانگنے کی نوبت آگئی، اس قدر مفلس ہو گیا۔

فائدہ

چور ڈاکو تو زبردستی مال چھین لے جاتے ہیں، لیکن الیکشن میں تو انسان نیتا بننے کے چکر میں اپنے ہاتھوں اپنے کو برباد کرتا ہے۔اچھے اچھے لوگ امیدوار بن کر چناؤ میں کھڑے ہوتے ہیں، مال تو بے دریغ خرچ کرنا ہی پڑتا ہے، ساتھ ساتھ عزت وآبرو بھی جاتی ہے، مخالف گروپ گڑے مردے بھی اکھاڑ لاتا ہے۔اس زمانے میں شریفوں کا تو یہ کام رہ ہی نہیں گیا ہے۔

☆☆☆☆

(۱۴۶)

﴿مور بچوں کا میرا اور لاور تیتر تیرا﴾

ایک قصبہ میں ایک نواب رہتے تھے، وہ بیحد بخیل تھے، ان کو شکار کھیلنے کا بہت شوق

تھا۔سارے قصبے میں مشہور تھا کہ نواب صاحب بہت بخیل ہیں، اگر کوئی شکار ملتا بھی ہے تو دوسرے لوگ جو ساتھ میں جاتے ہیں ان کو کچھ بھی نہیں دیتے، اس وجہ سے کوئی بھی آدمی ان کے ساتھ شکار کھیلنے نہیں جاتا تھا، وہ اکیلے ہی جاتے تھے۔ایک روز نواب صاحب اپنی عادت کے مطابق موٹر اور بندوق وغیرہ لے کر شکار کھیلنے چلے، تنہا جانا اچھا نہیں معلوم ہو رہا تھا اس وجہ سے سوچ میں تھے کہ کوئی ساتھ چلنے والا مل جائے تو اچھا ہوتا۔

اتفاق سے راستے میں ایک حجام مل گیا، نواب صاحب نے کہا اے حجام ہمارے ساتھ شکار کھیلنے چل جو ملے گا آدھا آدھا کرلیں گے حجام بھی ان کو اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ بیحد بخیل ہیں، پھر بھی ان کے ساتھ موٹر میں بیٹھ گیا، یہ سوچ کر کہ جب شکار ملے گا تو کچھ نہ کچھ تو دیں گے ہی۔دن بھر شکار کھیلتے رہے، شکار میں دو چرندے اور دو پرندے ملے۔ چرندوں میں ایک ہرن اور دوسرا خرگوش تھا، خرگوش کو سنسا بھی کہتے ہیں۔ پرندوں میں ایک مور اور ایک تیتر ملا۔ جب شام ہو گئی کھیل کر واپس ہوئے تو حجام سے نواب نے کہا: اے حجام! چل آ سامنے بیٹھ کر حصہ بانٹ لیں، یہ کہہ کر حجام کو سامنے بٹھایا اور نواب صاحب حصہ داری کی بات کہنے لگے کہ دیکھو اور سن لو:

ہرن کی تو بات ہی نہ کرنا، یعنی ہرن میں سے میں تجھ کو کچھ بھی نہیں دوں گا اور سنسا (خرگوش) میری ساس کا رستا ہے یعنی اس خرگوش کو میں اپنی ساس کو دوں گا، وہ اس کا سالن بنائیگی۔ یہ کہہ کر دونوں چرندوں کو نواب صاحب نے الگ کر دیا۔اب رہے دو پرندے تو نواب صاحب کہنے لگے دیکھو مور بچوں کا میرا اور لاور تیتر تیرا۔ یہ کہہ کر مور اپنی طرف رکھ لیا اور تیتر اس حجام کی طرف پھینک دی۔نواب کی یہ ادا دیکھ کر حجام دنگ رہ گیا کہ دن بھر پریشان ہوئے اور ملا کچھ بھی نہیں۔

فائدہ

تونگری بہ دل نہ بہ مال کہ مالداری دل سے ہوتی ہے نہ کہ مال سے۔ہوسکتا ہے کہ ایک

Scanned by CamScanner

آدمی بہت روپے پیسے والا ہو، مگر طبعی بخل کی وجہ سے نہ خود کھاتا ہو اور نہ کسی کو پھوٹی کوڑی دیتا ہو، اس مال دار کی مال داری سے کسی کو کیا نفع اور کیا فائدہ۔ اس کے بالمقابل ایک آدمی وہ ہے جس کے پاس دولت کے انبار تو نہیں ہیں، مگر جو کچھ ہے اس میں سے بافراغت خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے۔ درحقیقت نواب یہی ہے۔

☆☆☆☆

(۱۴۷)

﴿برسوں کا رام آہستہ ہی جائے گا﴾

ایک ہندو پچاس سال کی عمر میں مسلمان ہوا اور نماز وغیرہ پڑھنے لگا، ابھی مسلمان ہوئے ایک ہی ہفتہ ہوا تھا۔ ایک دن مسجد سے نماز پڑھ کر سب جماعتی اٹھے وہ بھی ان کے ساتھ اٹھا، اٹھتے وقت اس کی زبان سے نکل گیا ''ہے رام''۔ یہ الفاظ سن کر اس کے پاس والے مسلمان نے کہا: ارے یار تو کیسا مسلمان ہوا ہے، ابھی تک مسجد میں رام رام کر رہا ہے اور رام کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس نے جواب دیا کہ ہماری پچاس سال کی عمر تو رام رام کرتے کرتے گذری ہے۔ یہ عادت ایک ہفتے میں نہیں جائیگی آہستہ آہستہ ہی جائیگی۔

فائدہ

ہندوستان میں آباد اکثر مسلمانوں کے آباء واجداد چوں کہ ہندوستانی ہی ہیں، قبل اسلام یقیناً دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کرتے رہے ہوں گے، بعد اسلام آج بھی اس کے اثرات محسوس

کیے جا سکتے ہیں کہ عام جاہل طبقہ مزاروں پر جانے تعزیہ داری اور دیگر بدعات خرافات کی جانب جلد مائل ہو جاتا ہے۔ اس نومسلم نے صحیح کہا کہ برسوں کا رام جلدی نہیں جاتا۔

ہندوستانی مسلمانوں کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بریلوی طبقہ کے مولویوں نے جاہلوں کو اس کام پر باقاعدہ لگا دیا اور اپنے حلوے مانڈے کا انتظام کر لیا۔ حالاں کہ یہ سب غیر اسلامی اور مشرکانہ افعال ہیں، ان سے بچنا ضروری ہے۔

☆☆☆☆

(۱۴۸)

﴿سات لڑکیاں اکیس باراتیں﴾

ایک سیٹھ کے اولاد نہیں تھی کسی دوسرے کے بچے کو گود لینے کا ارادہ تھا۔ اتفاق سے ایک لڑکا تین چار سال کا تھا۔ اس کے ماں باپ مر گئے تھے اور خاندان میں کوئی نہیں تھا، بچہ صورت شکل اور تندرستی میں اچھا تھا۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ اس بچے کو گود لے لیں، سیٹھ نے جب بچے کو دیکھا تو بچہ خوبصورت اور تندرست تھا، پسند آ گیا اور گود لے لیا۔

جب لڑکا پانچ چھ سال کا ہو گیا تو اسکی پڑھائی کا انتظام کیا۔ بچے کا ذہن ماشاءاللہ بہت اچھا تھا، ہر سال پہلے نمبر سے پاس ہونے لگا۔ بچے کی پڑھائی سے سیٹھ بہت خوش تھا اور دن بہ دن بچے سے پیار بڑھتا گیا۔ بچہ پڑھائی سے فارغ ہو کر کاروبار میں دھیان دینے لگا اور دو چار سال میں کاروبار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور کافی کامیاب رہا، سیٹھ بچے کے کارناموں سے بہت خوش تھا۔ بچہ بھی سیٹھ کو اور سیٹھ کی بیوی کو اپنے ماں باپ کا درجہ دیتا تھا۔ جب وہ جوان ہو گیا

Scanned by CamScanner

تو انھیں اس کی شادی کی فکر ہونے لگی۔

اتفاق کی بات تھی کہ اس لڑکے کے ماں باپ نے اپنے خاندان ہی کی ایک لڑکی سے بچپن میں سگائی کر دی تھی، اب وہ لڑکی بھی جوان ہوگئی تھی اس کے ماں باپ کو منگنی یاد تھی اور جس بچے سے رشتہ ہوا تھا وہ جس سیٹھ کے پاس تھا یہ بھی ان لوگوں کو معلوم تھا۔ لڑکی والوں نے سیٹھ کو خط لکھا کہ آپ کے یہاں جو لڑکا ہے اس کا رشتہ ہماری لڑکی سے طے ہوا ہے۔ چوں کہ ہماری لڑکی جوان ہو چکی ہے، آپ لڑکے کو لے کر فلاں تاریخ کو فلاں قصبے میں حاضر ہو جانے کی مہربانی فرمائیں۔

کیونکہ ہماری دوسری لڑکیوں کی بھی شادی ہے، ان کے ساتھ ساتھ اس لڑکی کی بھی شادی ہو جائے۔ خط سیٹھ کو ملا تو سیٹھ نے لڑکے کو بلایا وہ خط دے دیا اور کہا کہ آپ اس تاریخ کو وہاں پہنچ جائیں، جہاں ان لوگوں نے بلایا ہے، پیسہ جتنا چاہئے آپ اپنے ساتھ لے جائیں۔ لڑکے نے کہا آپ دونوں میرے ساتھ چلو گے تو میں جاؤں گا آپ ہی تو میرے ماں باپ ہیں مجھے بچپن سے آپ نے اولاد سے بھی زیادہ پیار سے پالا ہے۔ آپ دونوں میرے ساتھ چلو گے تو مجھے شادی منظور ہے ورنہ مجھے شادی کرنے کی ضرورت نہیں۔ بچہ کی بات دونوں نے مان لی اور شادی والے دن سے ایک دن پہلے وہاں پہنچ گئے۔ وہاں جانے کے بعد پتہ چلا کہ ان لوگوں کی ایسی رسم ہے کہ یہ لوگ لڑکی سے منگنی کرتے ہیں۔ پھر سب منگنی والوں کو ایک تاریخ میں جمع کرتے ہیں اور جس لڑکی کی منگنی کی گئی ہے اس کی سب کے سامنے نیلامی کرتے ہیں، جو انسان زیادہ پیسہ دے اس کو وہ لڑکی بیاہ دیتے ہیں۔

جس آدمی نے سیٹھ کو خط لکھ کر بلایا تھا، اس کے سات لڑکیاں تھیں اور اکیس باراتیں آئیں تھیں۔ سیٹھ نے لڑکی والے سے کہا کہ ہمارے اس لڑکے سے جس لڑکی کا رشتہ طے ہوا ہے،

وہ ایک لڑکی ہمارے لڑکے کو بیاہ دو؟ لڑکی والوں نے کہا اس طرح سے تو ہم نہیں بیاہتے۔ ہماری سات لڑکیاں ہیں اور اکیس باراتیں آئی ہیں، ان میں ایک لڑکی کی نیلامی ہوگی جو پیسہ زیادہ دے گا اس کو لڑکی بیاہ دی جائیگی۔ سیٹھ نے کہا یہ طریقہ تو آپ صاحبوں کا بہت غلط ہے۔ لڑکی والوں نے کہا غلط طریقہ ہو یا صحیح۔ ہمارے خاندان میں آباء واجداد سے یہی چلا آرہا ہے۔ ہم اسکے خلاف نہیں کر سکتے۔

سیٹھ کو ان لوگوں کے اس طریقے پر بہت غصہ آگیا اور سب کے سامنے کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ ہم لڑکیوں کی قیمت پچاس ہزار روپئے دیتے ہیں اور ساتوں لڑکیاں ہمارے لڑکے سے بیاہ دی جائیں، اگر ہم سے زیادہ کوئی رقم دینے والا ہو، وہ ہمارے سامنے آجائے، سیٹھ کے اس اعلان سے لڑکی والوں میں اور آئی ہوئی باراتوں میں ایک دم کھلبلی مچ گئی، کیونکہ جتنی بارات آئی تھیں وہ اپنے ساتھ میں دو دو تین تین ہزار روپئے لے کر آئی تھی، لڑکی والے سیٹھ کو سمجھانے لگے کہ ساتوں لڑکیاں تو ہم آپ کو نہیں دے سکتے۔ البتہ ایک لڑکی کی آپ بات کریں، وہ لڑکی ہم آپ کے لڑکے کو بیاہ دیں۔ سیٹھ نے کہا جب تمہارا رواج بیچنے کا ہے تو ہم ساتوں لڑکیوں کو خرید لینا چاہتے ہیں یا پھر جس لڑکی سے ہمارے لڑکے کی نسبت ہوئی ہے وہ ایک لڑکی ہم کو مفت بیاہ دو۔

لڑکی کے خاندان والوں اور آئی ہوئی باراتوں کے لوگوں نے مل کر مشورہ کیا کہ ساتوں لڑکیاں ایک لڑکے کو بیاہ دینا یہ تو مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا ایک لڑکی ان کو مفت میں بیاہ دی جائے، سیٹھ کی دوسری شرط سب لوگوں نے منظور کر لی اور ایک لڑکی جس سے اس لڑکے کی منگنی ہوئی تھی مفت میں بیاہ دی گئی۔ سیٹھ اپنے لڑکے کو اور بہو کو ساتھ لے کر گھر واپس آگیا۔

Scanned by CamScanner

فائدہ

اسلام میں ان سب بیہودہ رسموں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کہ لڑکی کی بولی بولی جائے، اور زیادہ قیمت والے کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے۔ اسی طرح اس وقت ہمارے یہاں جو لڑکوں کی بولی بولی جاتی ہے اور جس لڑکی کا باپ زیادہ جہیز دیتا ہے اس کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے، یہ بھی غیر اسلامی، غیر شرعی اور غیر مہذب طریقہ ہے۔ اس کی وجہ سے نہ جانے کتنی بہن بیٹیاں بغیر نکاح کے پڑی رہ جاتی ہیں۔ کاش کہ لوگ جہیز کے مطالبہ کے بغیر نکاح کرنے لگتے۔

☆☆☆☆

ABDUSSAMAD

(۱۴۹)

﴿بخیل کی قسمیں﴾

دیہاتوں اور قصبوں میں رام لیلا والے کھیل کرتے ہیں۔ وہ رات کے ایک یا دو بجے کھیل ختم کر دیتے ہیں اور بھوانی والے جو کھیل کرتے ہیں وہ صبح تک کھیلتے ہے۔ یہ لوگ دس بارہ آدمی ہوتے ہیں اور کھیل دکھانے کے لیے دیہاتوں اور قصبوں میں گھومتے رہتے ہیں۔ کھیل کے درمیان کھیل کو کچھ دیر کیلئے روک لیتے ہیں اور دیکھنے والوں سے پیسے مانگتے ہیں۔ جو کچھ ملتا ہے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

ایک جگہ یہ لوگ کھیل رہے تھے، درمیان میں کھیل کچھ دیر کیلئے روک دیا تا کہ لوگوں سے روپیے وصول کر لیں۔ جو لوگ کھیل دیکھنے کے لئے جمع ہوئے تھے وہ اپنی حیثیت کے مطابق

ان کی مدد کر رہے تھے۔ دیکھنے والوں میں ایک بنیا بھی تھا، اسے کھیل بہت پسند آ گیا اور جوش میں آ کر کہنے لگا: میں نے آپ لوگوں کو ایک بھینس دی۔ یہ الفاظ کھیلنے والوں نے سنے تو بہت خوش ہوئے، کیونکہ کم از کم دو تین ہزار روپئے کی بھینس ہوتی ہے، اتنی بڑی رقم کھیلنے والوں کو کوئی نہیں دیتا۔ بنئے کا نام پوچھا، اس نے اپنا نام بتایا، اس کے بعد سب کھیلنے والوں نے اس بنئے کا نام لیا اور خوب زور شور سے جے بولنے لگے، بولو فلاں سیٹھ کی جے ہو۔ کچھ دیر کے لیے کھیلنے والوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، اس کے بعد پھر کھیل شروع کر دیا۔

جس بنئے نے بھینس دینے کو کہا تھا، اسکے پاس دوسرا بنیا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس سے کہا تو نے بہت بڑی غلطی کی ہے، دو تین ہزار روپئے کی کہیں بھینس دی جاتی ہے۔ انھیں تو سو پچاس روپئے دیئے جاتے ہیں وہ بھی بہت ہو جاتے ہیں اور تو نے بھینس دیدی۔ بات کو ٹال دے اور بھینس کو بچالے۔ اس کی بات سن کر بھینس دینے والے بنئے کے دل میں احساس ہوا کہ میں نے غلطی تو کر ڈالی اس کو رد کر دینا چاہئے۔ کچھ دیر بعد بھینس دینے والے بنئے نے پھرانے کی بات کہی اور کہنے لگا، دوسری بھینس بھی تمہیں دے دی اور پورے قصبے کی بھینس بھی۔ یہ اعلان بھوائی والوں نے اور پبلک نے سنا تو سمجھ گئے کہ یہ بھینس دینا نہیں چاہتا ہے، بلکہ مذاق کر رہا ہے اس طرح سے اس نے بات پھرا کر اپنی بھینس کو بچالیا۔

فائدہ

بخیل تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک بخیل وہ ہے جو خود کھائے، اپنے بال بچوں کو کھلائے، لیکن کسی اور کو ایک کوڑی نہ دے۔ دوسرا بخیل وہ ہے جو نہ خود کھائے پیے، نہ اپنی اولاد کو کھلائے اور نہ ہی کسی اور کو کچھ دے۔ تیسرا بخیل وہ ہے جو نہ خود کھائے، نہ اپنی آل اولاد کو کھلائے اور نہ کسی کو ایک پیسہ دے، بلکہ اگر کوئی دوسرا کسی کو کچھ دے رہا ہو تو اس کو اس سے بھی تکلیف

Scanned by CamScanner

ہواور چاہے کہ یہ بھی کسی کو کچھ نہ دے۔

دوسرا بنیا اسی تیسری قسم کا تھا جس نے اس سے ہدیہ دیئے ہوئے مال کو واپس کروا لیا۔ ہدیہ دے کر واپس لینا انتہائی ذلت کی بات ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

وصلی اللہ تعالی علی رسو لہ العربی والہ واصحا بہ اجمعین

تمت بالخیر

احقر الوریٰ محمد معصوم قاسمی ابن محمد ایوب، بوجھاہیڑی وایاپور قاضی، ضلع مظفرنگر (یو، پی)

مقیم حال منگلور، ہریدوار، اتراکھنڈ

۱/۶/۱۴۲۹ھ مطابق ۶/۶/۲۰۰۸ء

Scanned by CamScanner

Maktaba-tul-Aarif

Qasba Manglour, Distt. Haridwar Pin-247556 (U.K.)

Mobile: 9897134270, 9997412152

Scanned by CamScanner